

حاضرات ارواح

رئیس امر و ہوی

حاضرات ارواح

رکیس امر و ہوی

حاضراتِ ارواح

حصہ اول - دوم (مکمل)

مرچو

رئیس امر وہوی

اے مالکِ کل میرے والدین پر رحم فرما ----- آمین

ویلم بگ پورٹ

اردو بازار کراچی، پاکستان

فہرست

مجلد اول کن بلاشر "وہم یک پورٹ" محفوظ ہیں
اس کتاب کے کوئی حصہ نہ لکھا جائے گا۔ یہ کتاب ایک ایسی کتاب ہے
کیا تمام بلاشر کی طرف سے یہ کتاب کے لئے لکھی گئی ہے۔
کتابی بیورو

صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر	عنوان
42	کشف الخور	05	عرب اول
43	زندگی کا طغاب	14	روحیت کا مذہب
44	مروجہ خاندان و بچن	17	عقاب سرخ
45	قبرستان میں	19	میں نے کبھی
47	ہمیں ہر عرصہ	20	روحوں کی جسم
49	بڑھاپائی انجی	21	میرا شاہدہ
53	ارٹان واکر	23	آگرہ کا واقعہ
54	سماں و مکتون	25	آسمان کی سیر
52	دجے میں	26	بچل
59	روح کے اشارے	26	شیروانی کے بزرگ
62	خوشبو کے روح	31	دارا جان مرجم
66	ولیک اسلام	33	خارج العادت
70	مروے کے انسانی علاج	33	عقل کی انجمن
72	دفتر میں	34	ایک سال قبل
73	سواری اور سوار	36	غیر معمولی قوتیں
75	عبدالغفور مرحوم	37	نور اور خوشبو
77	شیت ڈاک چمک	38	دیباچہ شریف
78	بکھو چمک و بپ	40	نہ کرہ خوشبو

اشاعت : اکتوبر 2013ء
اہتمام : قریب علی
کچھڑگ : دانشور گراہش
قیمت : 450/- روپے

مرچو

اے مالکِ کل میرے والدین پر رحم فرما آمین

وہم یک پورٹ
میں اردو بازار گراہش پاکستان
فون : 021-32639581-32633151
فیکس : 021-32638086
webbooks@hotmail.com
wbp@welbooks.com
www.welbooks.com

131	کس قدر رحمت	83	ان دیکھا تھا
132	نالی کی روح	85	حلق کا کرب
134	سپاہ جنگ	90	بلوچستان کا تکمیل
136	طبیعی حواس	92	ان بلوط کا مشاہدہ
138	چندر گلیات	95	خارق العادات
140	پوچھ اور پوچھ کرے	96	حرف آخر
142	آزاد گاری		حصہ دوم
144	17 جنوری 74ء	99	خارق العادات کسی مظاہر
146	سرشار علی کا فیض	100	موکوں کی حیثیت
147	ادراک اور اسے حواس	101	شہادت کی کوتاہی
149	غیبیت روح	104	حاضرات کے مظاہر
150	مخاطب کے دیہات میں	106	اجسام ہوں یا نہیں
152	شکر و شہادت	107	ارواح سفلی کے کثرت
153	کی بات؟	107	حقیقت روحانی
155	حاضرات موعود	110	غور و غیبی
163	بگلی مانی	111	آئیں واقعات
163	شام کو	112	فکس فیئر شام
164	ناتواں فراموش تجربہ	114	روحانی مراسلات
165	اجمن صرف ارواح	118	ایک روح سے مراسلت
168	مسئلہ ترقی پذیر	122	پانچویں کے حلقہ تجربہ
169	سیادوں کی تفریق	126	روحانی بحث
170	انجی آف دی ورلڈ	130	مصنف کی طرف سے شکریہ

حرف اول

حاضرات ارواح کیسے کہتے ہیں؟

حاضرات ارواح کہتے ہیں 'روحوں کو طلب کر کے ان سے تحریر یا تقریر کے ذریعے سوال و جواب کرتا۔ حاضرات ارواح کا عمل آج سے نہیں شعور انسانی کے آغاز سے رائج ہے لیکن حاضرات ارواح کے عمل کی حقیقت، ماہیت اور نوعیت اب تک واضح نہیں۔ ہمارے عمل اور تحقیق کا مدار حواسِ بشر پر ہے اور حواسِ بشر صرف ان حقیقتوں کا ادراک کر سکتے ہیں جنہیں محسوس کیا جاسکتا ہے خواہ وہ احساسِ آنکھ کے ذریعے ہو یا کان کے ذریعے ہم چمکو، دیکھیں یا سونگھ کر حاضرات ارواح کا مسئلہ عقل کی رسائی سے بالاتر ہے۔ دنیا کے ہر ترقی یافتہ ملکوں میں سائنسی بنیاد پر کرباٹل مظاہر (بلور مشال حاضرات ارواح) کی تحقیقات ہو رہی ہے لیکن پاکستان میں یہ علمی موضوع اب تک ادراک کے علاقوں میں لپٹا ہوا ہے۔ دنیا میں خارق العادات مظاہر کی تحقیقات کا سب سے بڑا ادارہ (The Society For Psychical Research) (P.S.R) ہے جس کی رکنیت کا شرف مجھے بھی حاصل ہے۔ ذریعہ فکر کتاب میں 'میں نے نہ کوئی دعویٰ کیا ہے نہ کسی نظریے کی صداقت پر اصرار۔ جو حضرات نفسیات و ماہدہ انطیاس کے موضوع پر میرے مضامین کا مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ انہیں علم ہے کہ میں روحیت (Psychicisim) کا طالب علم ہوں چنانچہ وہ اس مسئلے میں برابر مجھے اپنے مشاہدات و تجربات اور خیالات سے مطلع کرتے رہے ہیں۔ اس خط و کتابت کی نوعیت بالکل نجی ہوتی ہے۔ میں نے

قبر کے اس پار جو دنیا آباد ہے اس کے بارے میں صحیح معلومات ہمیں قبر میں جا کر ہی ہوں گی۔ زیرِ نظر مجموعے میں جو واقعات جمع کیے گئے ہیں ان پر آپ کو یقین آئے یا نہ آئے یہ اور بات ہے البتہ اس امر کا یقین رکھیں کہ میں نے ہزاروں غلطو میں سے صرف انہی غلطوں کے اقتباسات اپنے تبصرے کے ساتھ پیش کیے ہیں جن کے واقعہ ارواح کی حقیقت پسندی سے میں خود واقف تھا اور جن سے پہلے کافی تحریری بحث و جرح کر چکا تھا۔ لندن کی مجلس تحقیقات نفسی یا (S.P.R) یقین و شک کے درمیان رہ کر وہی محاطات کی چھان بین کرتی ہے۔ یہاں کا سلسلہ طریق کار ہے۔ میرا طریق کار بھی یکساں ہے۔ یہ کائنات لا انتہا غائب سے لبرز ہے۔ ان کا کائناتی جگہوں یا جہز آفرینیوں میں ہر لمحہ یا مکان موجود ہے کہ مادی کائنات کی طرح ایک وقتی یا روحانی کائنات بھی موجود ہے کہ ہم مدیدہ سائنس (نفیسات اور طبیعیات دونوں) کا رعب اسی طرف ہے۔ پہلے دارے کو حرف آخر سمجھا جاتا تھا لیکن اب سائنس نے دارے کی تعریف ہی بدل دی ہے اور خود دارے کی اصلیت اور حقیقت شے میں پڑ گئی ہے۔ خبر یہ ایک اور بحث ہے جس کا حاضرات ارواح سے کوئی تعلق نہیں۔

کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ اسے اہمیات و خفایات کہہ کر وہی کی کوہری میں بھی پھینک سکتے ہیں اور ان طریقوں پر عمل کر سکتے ہیں جن کی طرف حاضرات ارواح کے عمل کی وضاحت کے بارے میں بار بار اشارے کئے گئے ہیں یعنی تحریر و تفسیر کے ذریعے نام نہاد روحوں سے رابطہ پیدا کرنا مناسب ہے یہ کہ آپ خود اس پورے عمل کو آزما کر دیکھیں بہر حال میری تمام خدمات آپ کے لئے حاضر ہیں۔ میں نے خود بھی حاضرات ارواح کی مجالس میں حصہ لیا ہے۔ میرے زیرِ نگرانی بہت سے دوستوں نے حاضرات ارواح کا عمل کیا ہے اور کر رہے ہیں۔ پیشِ نظر مجموعے میں پانچ بحث (بحث حاضرات ارواح) اور چار ذرا اور خود کا تحریر کیا ہوا تذکرہ کیا گیا ہے۔ مزید ہم شپ پر بھی مناسب گفتگو کی گئی ہے۔ یہ خودی یا استوائی کیفیت کی اہمیت کو بھی واضح کیا گیا ہے۔ حاضرات ارواح کا عمل شروع کرنے سے قبل ان تمام مسئلوں سے مکمل واقفیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ اس قسم کے عجیب اور ہیرو اذیتیں ملکیت کی وادی

میں کسی رہبر کے بغیر قدم رکھنا اپنے کو جسمانی فحش تو جتنی خطرات میں ضرور مبتلا کر دیتا ہے۔ مناسب ہے کہ حاضرات ارواح کا عمل شروع کرنے سے قبل کسی تجربہ کار اور حقیقت پسند شخص کو اپنا رہبر بنائیں اور اس کے بعد روحوں (جادو جگہی ہوں) سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

حاضرات ارواح کے عمل میں حصہ لینے کے لئے خاص قسم کی صلاحیتوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً شہیدِ حسانت، نفس کی روٹی، استعداد و مزاج کی روحانی ساخت اور درونِ نبی کا ملک ہوں تو یہ صلاحیتیں ہر شخص میں پائی جاتی ہیں کسی میں عیاں کسی میں نہاں البتہ جو لوگ سائنس کی تحقیقات اور کائنات کو چمکا کر عمل اور مراقبہ وغیرہ کرتے ہیں انہیں مکمل حاضرات ارواح میں نمایاں اور بعض اوقات حیران کن کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ میں نے اپنی تصانیف میں ان تمام مشقوں پر تفصیلی بحث کی ہے۔ مثلاً "لے سائنس بھی آہستہ" میں پاس انکسائز پر انکسائز اور سائنس کی دوسری مشقوں کے فوائد اور نتائج و اثرات پر بحث کی گئی ہے اور اس سلسلے میں متعدد حضرات کے تجربات و تاثرات اور مشاہدات پیش کئے گئے ہیں۔

اور کائنات کو چمکا کر اکتف مشقوں مثلاً شمعِ نبی، مامو نبی، سایہ نبی اور نقطہ وغیرہ پر توجہات کے مضامین میں بحث کی گئی ہے۔ اس سلسلے کی چوتھی کتاب "مراقبہ" اور پانچویں کتاب چہاٹھم ہے۔ درحقیقت یہ سب کتابیں ایک ہی موضوع پر بحث اور سلسلہ فکر کی تصانیف ہیں۔ ان کتاب کی حیثیت مستقل سی ہے۔ مثلاً زیرِ نظر مجموعے میں حاضرات ارواح کے تمام ضروری، علمی اور تکنیکی پہلوؤں پر گفتگو کی گئی ہے تاہم مابعدِ فلسفیات کے تمام وسیع پہلوؤں کی آگاہی کے لئے اس سلسلے کی تمام کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ حاضرات ارواح کے بعد، جنات، آسیب زدگی، جادو، جلیبی، شمشیر وغیرہ وغیرہ کے موضوعات پر مستقل تصانیف پیش کی جائیں گی۔ انکسائز!

ریجنس امر دھوی (10 اپریل، 1974ء)

مرچو

مشہور و معروف امریکی جریڈے "نیوز ویک" نے اپنی 9 اکتوبر 1967ء کی اشاعت میں "ری لیجن" کے تحت ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا عنوان تھا "میڈیم کے ذریعے" اس مضمون میں حاضرات امداد کی ایک مجلس کی روداد چھاپی گئی تھی۔ اس کا خلاصہ صریح لکھے گئے تھے۔ سب سے پہلے یہ لکھا گیا تھا کہ حاضرات امداد کی مجلس کیسے کیے جاتے ہیں اور میڈیم کس چیز کا نام ہے؟ حاضرات امداد کی مجلس یا شوقین کا عام طریقہ یہ ہے کہ ہر شخص لازم و ملجوعی رکھتے والے حضرات کسی خاموش اور نیم تاریک کمرے میں گول میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر شخص کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس طرح ہاتھوں کا ایک دائرہ مائل قائم ہو جاتا ہے۔ ہر شخص لازم یا حاضرات امداد کے شرکاء کا بیان ہے کہ اس طرح ہاتھوں کے ذریعے اہل مجلس کے درمیان برقی مٹا نہیں تو ان کی ہر دائرہ مائل مٹا نہیں ہو سکتی ہے۔ برقی مٹا نہیں تو ان کی ہر روحوں سے تعلق پیدا کرنے کے سلسلے میں غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے۔ نیم تاریک صاف و پاکیزہ اور پرسکون کمرے میں گول میز کے گرد ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بیٹھنے والے لوگ نرم و خیریں لکھے میں مذہبی گیت اور سنا جاتا ہے۔ کسی روح کی آدھ کی اطلاع مختلف طریقوں سے دی جاتی ہے یا تو میر کو تجھ سے کی آواز آتی ہے یا روشنی دکھائی دیتی ہے یا آواز سنائی دے جاتی ہے یا ہلنے کی آواز سنائی دے جاتی ہے۔ روحوں سے رابطہ کے دوران میں جو بات سے گریز رہا ہے وہ بات ہے کہ میڈیم میڈیم کے ذریعے ہر ایک بے خودی کی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ بے خودی کی کیفیت ظاہر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کے دماغ اور اعصابی نظام پر کوئی خارجی دھڑکتی (روح) عارضی طور پر قابض ہو گئی ہے اور وہ اہل مجلس سے سلام و پیغام پر تیار ہے۔ جس شخص پر بے خودی کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے اسے حاضرات امداد کی اصطلاح میں معمولی میڈیم یا میڈیم کہتے ہیں یعنی حاضری مجلس اور عالم امداد کے درمیان ربط و تعلق پیدا کرنے والی کڑی۔

اگرچہ لازم (SPIRITUALISM) کا ترجمہ عام طور پر روحانیت کیا جاتا ہے۔ آسانی کی غرض سے ہم اس موقع پر روحانیت کا لفظ استعمال کرتے ہیں مگر سچی بات یہ ہے کہ سچی

روحانیت ان باہمی انسانی قیاسی تشبیہ و تازیوں اور حلقہ العبادت کرشمہ آرائیوں سے بالکل مختلف چیز ہے۔ اس دونوں میں زمین و آسمان کا فرق پایا جاتا ہے۔ کہاں روحانیت کا سپر ہیکل لازم (معرفی اصطلاح میں)۔

چار امداد کا شیخ آفتاب کیا

ہاں تو آپ سمجھ گئے کہ حاضرات امداد کی مجلس کے انعقاد کا طریقہ کیا ہے؟ خاموش کمرہ، پرسکون ماحول، حاضری میں کی توجہ ہر ایک کی طرف مرکوز۔ ہر شخص کا ہاتھ دوسرے کے ہاتھ میں۔ ہاتھوں کی دائرہ مائل یا خارجی کے ذریعے اہل مجلس کی ہر طبیعت قوت سرک کی شکل میں دوڑنے لگتی ہے۔ لوگ یک دہان اور ہم آواز ہو کر ہر دہانہ بات کے گیت گاتے اور دعا مانگتے ہیں۔ روح کی حاضری کی اطلاع یا اشاروں کے ذریعے دی جاتی ہے یا کسی شخص پر استغراق کا عالم ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہ شخص میڈیم یا وسیط (معمول) کہلاتا ہے۔ وسیط یا واسطہ بننے کی سب سے زیادہ صلاحیت عورتوں میں پائی جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے نازک اعصاب اور شدت جذبات کے سبب غیر معمولی طور پر اثر پذیر ہوتے ہیں اور احساس اور تخیل سے کی قوت سے لبریز ہوتی ہیں۔ آج یورپ میں جس سطح کو اسپرکچرزم کہتے ہیں اس کا سلسلہ ایک سو سال قبل 1863ء میں امریکہ سے شروع ہوا تھا اور فاکس سوسائٹی اس کی سب سے پہلی معمولی تھی۔ بہت کم مہر والے چلی جن میں میڈیم شپ کی اہلی علاحیت موجود ہو۔ اہمیت و فائدہ ان کے آثار و خیال پرست اور غراب کیہ کا شامہ اوڑھے رہنے والے امریکی مشق و ریاضت سے اٹھے میڈیم ثابت ہو سکتے ہیں۔ حاضرات امداد کی مجلس میں میڈیم کے ذریعے روحوں سے بات چیت ہوتی ہے۔ اس بات چیت کو ایک تجربہ کار روح کنٹرول کرتی ہے جسے سپرکچرزم والے درخشاں سپر کنٹرول یا عالم امداد کہتے ہیں۔ جب میڈیم کے ذریعے کسی روح سے گفتگو کی خواہش کی جاتی ہے تو اس روح کا گائیڈ (دھما) اپنی وساطت سے گفتگو کرتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ روح سے بات چیت کرنے کے لئے دو واسطے درکار ہوتے ہیں ایک تو وہ شخص جس پر بے خودی کی کیفیت ظاہر ہے۔ دوسری وہ رہنما روح جہاں سپر کنٹرول یا گائیڈ کہلاتی ہے۔ باہم مظلومہ روح سے سوال و جواب کا گائیڈی کے ذریعے ہوتے ہیں

مرچو

الہ دین پر

جین یہ کوئی ضروری نہیں۔ بعض اوقات مطلوبہ روح گائیڈ کے بغیر سوال و جواب کرنے لگتی ہے۔
 - روحوں سے سوال و جواب کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جب میڈیم پر حالت بے خودی
 طاری ہوتی ہے تو اس کے ہاتھ میں کلم یا قوسل دیتے ہیں اور وہ بے ٹکانہ کائنات کے
 جواب لکھنا شروع کر دیتا ہے اس طریقے کو آئیوٹک رائٹنگ کہتے ہیں۔ ہم نفسیاتی علاج کے سلسلے
 میں بھی یہی طریقہ استعمال کرتے ہیں۔ آج بہت سے حضرات اس طریقے پر عمل کر رہے ہیں اور
 اپنے مقصد میں کامیاب ہیں۔ خود کار تحریر (آئیوٹک رائٹنگ) کے ذریعے نفس انسانی کی باتوں
 میں چھپی ہوئی اور دل ہوتی بہت سی یادیں گھنڈہ یادداشتیں جذباتی مدد سے قفل ہٹا دئے اور کھلے
 ہوئے جذبات خود بخود شعور کی سطح پر آ جاتے ہیں۔ عالم ارواح سے تعلق پیدا کرنے کے لئے اور
 بہت سے طریقے ابھار کئے گئے ہیں۔ مثلاً کل میز یا کول تختے پر الف سے تک تمام حروف
 ایک دائرے کی شکل میں چسپاں کر دیئے جاتے ہیں۔ پہلے ان حروف کو نمونے کے کائنات پر لکھا
 جاتا ہے پھر جتنی سے الگ الگ کات کر گوتم رام یا کسی سے گولائی میں چسپاں دیا جاتا ہے۔ گول تختے
 کے بیچ یعنی حروف کے وسط میں شیشے یا پلاسٹک کا پلکا لگاھا جا سانی سے حرکت میں آ جاتے
 آتے کہ رکھ دیتے ہیں۔ اُن پلکوں کے چپے سے ہوا یا تین آدنی اپنی ایک ایک یاد اور انگلیاں
 نہایت نرمی سے اٹکے اور ان کی شکل کے ساتھ رکھ دیتے ہیں تاکہ کائنات خود بخود کتب علی اللہ
 سے اس کے بعد ذہن کی تمام ترقی اور تہجد اس روح کی طرف مرکوز کر دی جاتی ہے جس کو بلا نا
 مقصود ہو گا اس حرکت میں آ جاتا ہے۔ مثلاً روح کو یہ بتا دیا ہے کہ میرا نام یہ ہے تو وہاں
 پہلے ”و“ کی طرف حرکت کرے گا پھر ”ی“ کی طرف اور پھر ”س“ کی طرف۔ اس طرح رتبوں کا کائنات
 بن جاتا ہے۔

حضرت جوش علی آبادی مدت تک اس قسم کے تجربے کر چکے ہیں۔ انہوں نے بھول خود سرسید
 ”مقابہ“ حاقی ماہین، شیخ سلطان اور نہانے کن کن بزرگوں کی روحوں سے سوال و جواب کئے تھے
 اور اس کی تفصیل ایک روضہ میں درج کر چکی تھی۔ میں نے جوش صاحب سے استدعا کی کہ یہ روضہ
 مجھے بھی دکھادیں۔ فرمایا: گئے رجب صاحب محمود آباد مجھ سے یہ روضہ مانگ کر لے گئے تھے اس

کے بعد اس کا کوئی پتہ نہ چلا حال ہی میں جناب قدرت اللہ شہاب (بیکری وزارت تعلیمات)
 نے بیان کیا کہ جب وہ پلانڈ میں پاکستان کے سفر کی مشیت سے متعین تھے تو انہوں نے حاضر
 ارواح کی مجالس اور لڑ بچے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا اور وہ اس کی صداقت کے قائل اور معترف
 ہو کر وہاں سے واپس چلے گئے ہیں۔ شہاب صاحب کے بیان کے مطابق پلانڈ میں ”مکالمہ ارواح
 “ کا نئی سائنس کی عقلی اختیار کر چکا ہے اور اس سلسلے میں اہم اور حیرت انگیز تجربات کئے گئے ہیں
 - انگلستان میں مشہور دوسروں (Society For Physical Research) کثیف
 (S.P.R) نوے آکھائی نوے سال سے حاضر ارواح کے سلسلے میں خود کار تحریر (آئیوٹک
 رائٹنگ) کے ذریعے غیر معمولی سائنسی محنت و صداقت کے ساتھ ہر ناول تجربات میں مصروف
 ہے۔

جناب نذیر احمد ایڈووکیٹ صدر راولپنڈی بار ایسوسی ایشن نے جواب خود عالم ارواح کے پاس
 میں چکے ہیں مجھے مشورہ دیا تھا کہ پاکستان میں سائنسی بنیاد پر روحانیت (وہی مغربی طرز کا
 اسپرچیز مہراد ہے) کے تجربات شروع کر جائیں۔ مرحوم جن میں سال سے اس علمی تحریک کا مطالعہ
 کر رہے تھے اور انہیں یقین تھا کہ بعض ذرائع اختیار کر کے مردوں سے سوال و جواب کئے جاسکتے
 ہیں۔ مثلاً وہ ایک (شعبہ اکتوبر 1967ء) ماہ میں جناب صاحب نے ارواح کا کھودا اور چھاپا ہی کی ہے
 اسے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ سچ ہے کہ ہم اپنے ہتھے کے تجربات کی طرف توجہ دیں۔

م۔ س۔ (سیالکوٹ) اپنے خط 8 اگست 1972ء میں لکھتے ہیں کہ

السلام شیخ۔ میرے ایک واقعہ کار کے پاس چھوٹی سی تپالی ہے یہ بارہ اونچا اونچی ہوئی۔ ہم
 اس تپالی کو کھول لائے۔ پاک۔ ک۔ تین آدھائی نے اُنھل کے ساتھ تپالی پر ہاتھ رکھ دیا اور سرور
 قاضی بڑھ کر چونک ماری۔ پھر ایک شخص نے کہا کہ اس طرف سے کوئی روح زور دے رہی ہو تو اپنی
 موجودگی سے تپالی کی حرکت کے ذریعے اطلاع دے فوراً تپالی کی ایک ٹانگ اُٹھ گئی۔ سوال
 و جواب کا طریقہ یہ ہے کیا کیا ہے کہ تپالی کے تینوں پایوں کی حرکت کو جواب سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً
 روح ٹیک سے یاد۔ مرد ہے یا عورت۔ جوان ہے یا بچہ۔ اور شہر یا بے غیر۔ ہر پائے کے اُٹھنے کو

ایک جواب تصور کر لیا جاتا ہے۔ اس طرح تپائی کی مختلف حرکتوں سے ہم روح سے جوابات حاصل کرتے رہتے ہیں ایک روز ہماری خواہش کے بغیر والد مرحوم کی روح اٹھی اور بہت دیر تک تپائی کی حرکت کے ذریعے سے مخاطب رہی۔ ہم نے والد مرحوم کی روح سے پوچھا کہ کیا آپ والد مرحوم کی روح کو بلا سکتے ہیں۔

انہیں میں جواب ملا اور دوسرے روز والد مرحوم کی روح نے تپائی کی حرکت کے ذریعے اپنی آمد کی اطلاع دی۔ ہم ہمیشہ کسی روح کو طلب کرنے سے نکل سوراہا قاتحہ نہ جتے ہیں لیکن کسی مرتبہ ایسا ہوا کہ بغیر کچھ نہ جسے تپائی فضا میں بلند ہو گئی۔ تپائی کے ذریعے ہاضی کے بارے میں جو سوالات کئے جاتے ہیں وہ بالعموم درست ثابت ہوتے ہیں لیکن یہ یوں کہہ سکتا ہے کہ مستقبل کے بارے میں بھی روح کے جوابات صحیح اور درست ہیں۔ ہمارے مسمائے میں ایک لڑکا مر گیا تھا۔ خیال یہ تھا کہ اسے کسی رشتہ دار نے ڈھر ڈھک مارا ہے مگر لڑکے کے پیو والدہ اور بہن کی درخواست پر ہم نے روح کو بلا یا۔ اس نے تصدیق کی کہ مجھے نہ ہر دیا گیا تھا۔ روح سے کہا گیا کہ اپنا والدہ کے پاس جاؤ۔ یقین فرمائیں تپائی نے از خود بڑے صاف کا قافلہ طے کیا اور مقبول لڑکے کی والدہ کے پاس جا کر غریب بنی جہاں نے خوش ہو کر بیٹے کی یاد میں تپائی کو گھسے سے لگایا۔ اس کے بعد وہی تپائی مرحوم کی بیٹی کے پاس پہنچی اس نے بھی اپنے بچے کو ایک مہینے تک حاضرات میں میرا لڑکا فیروز باہر اور میں شریک تھے۔ یعنی تینوں کے ہاتھ تپائی پر رکھے تھے ایک روح حاضر ہوئی (یعنی تپائی کو حرکت ہوئی) روح کی آمد کی علامت یہی ہے (سوال کیا گیا کہ تم ٹیک ہو یا بد جواب ملا کہ بد نہ فیروز باہر سے کہا کہ اچھا رکھ کر دو۔

یقیناً جانے تپائی کسی غیبی اشارے سے آچلتے کو نہ تپائی جب روح سے کوئی سوال یا خواہش کرتی ہوتی ہے تو خود بخود تپائی کی کوئی ٹانگہ اٹھ جاتی ہے۔ ان صاحب نے تپائی (تین پاؤں کی میز) کے ذریعے حاضرات ابرار کی جو تفصیلات لکھی ہیں۔ ان سے قطع نظر کرتا ہوں۔ اس سلسلے میں حاضرات ابرار کی چند چیزیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی چیز یہ ہے کہ روح کو بلائے کے لئے ضروری ہے کہ ایک دو تین یا زیادہ آدمیوں کے ہاتھ تپائی پر رکھے ہوں۔ ہاتھ رکھنے بغیر تپائی

متحرک نہیں ہوتی۔ آخر یہ کیوں کہ تپائی ہاتھ رکھنے بغیر حرکت میں نہ آئے۔ کیا مسئلہ یہ روح میوہ گاس یا کسی اور شے (Object) پر براہ راست عمل نہیں کر سکتی۔ یا خود کا تجربہ کو بچنے۔ خود کا تجربہ کے لئے ضروری ہے کہ قلم کی وسیلہ کے ہاتھ میں ہوا اور قلم کا استعمال کر کے اپنا پیام لکھوا سکے؟ جب تک ان سوالات کا کٹھنی کش جواب نہ ملے گا ہم حاضرات ابرار کے عمل کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ہم۔ ر (سیانگٹ) نے تپائی کے ذریعے روحوں سے سوال و جواب کئے۔ عام طور پر اس مقصد کے لئے پلا ٹیٹ اور او جاہورڈ کو استعمال کرتے ہیں۔ وہ بھی گلابی کے پتے ہوتے ہوتے ہیں۔ روحوں سے سوال و جواب کا عام طریقہ یہی ہے لیکن بعض وسیلہ یا میڈیم جنہیں (Sensitive) بھی کہا جاتا ہے۔ بغیر کسی واسطہ کے اس پار کی حقوق سے رابطہ قائم کر لیتے ہیں۔ خاندان رفعت (کرپاتی) جو میری نگرانی میں حاضرات ابرار کے تجربے کر رہی ہیں۔ اپنے خط 7 جولائی 1972ء میں لکھتی ہیں کہ

30 جن کو جب میں نے اپنا مرحوم کی روح مبارک کو طلب کیا تو مخاطب کرتے ہی محسوس ہوا کہ میرے تمام جسم سے بے رنگ سامانہ بہہ رہا ہے اور اس پاس کی فضا بے حد سرد اور مغلط ہوتی چلی چاری ہے۔ یہ کیفیت کوئی دن تک محسوس ہوتی رہی۔ دوبارہ مرحوم کی طرف توجہ کی تو محسوس ہوا کہ فضا کی کٹھنی کا ماحول اب خوشبو میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کٹھنی میں نے اپنا مرحوم کو اپنے گھسے سے لگایا۔ وہ نکلتے بے حد زور دیکھتے تھے۔ شاید ان کے قرب کے باعث سردیوں میں جسم میں داخل ہو رہی جس ان کا چہرہ بے حد نورانی تھا۔ ہاں لیوں پر سکرانٹ تھی۔ کوئی تین چار منٹ دو میری طرف دیکھتے رہے۔ پھر گویا وہ ہم پر پلما ہیں۔ ہم یہ جانتا چاہتے ہیں۔ تم ہمیں کیا سمجھتی ہو۔ میں ان کے سوال کا مفہوم نہ سمجھ سکی۔ ذہن میں اس کی وضاحت چاہی۔ کچھ کچھ میں نہیں آ رہا تھا انہیں کیا جواب دوں۔ اس لئے خاموش تھی۔ میری خاموشی کو دیکھ کر مرحوم نے دوبارہ سوال کیا کہ

تم ہمیں کیا سمجھتی ہو؟

مجھے فرمایا کہ آپ نے مجھے اپنی روحانی حیثیت بتایا ہے تو اس اعتبار سے وہ میرے روحانی

مرچو

پر روح ما

دادا ہوئے۔ میں نے انہیں یہی جواب دیا۔ وہ اس پر بے حد خوش ہوئے اور میرے قاتل پڑنے سے قبل ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہاں اٹھنے سے قبل اپنا جینت بست ہاتھ انہوں نے میرے سر پر بھیجا۔ حیرت اس وقت ہوئی جب وہ مجھ سے چند قدم دور ہوتے ہی پیو لے یا پر چھانک کی صورت اختیار کر گئے پھر فضا میں تحلیل ہوتے ہی ایک ابر پارے کی صورت میں جو بے حد روشن تھا، تبدیل ہو گئے۔ اس درخشاں پارہ صاحب نے کمرے کی فضا میں کچھ دیر گردش کی، پھر نکلی ہوئی کھڑکی کے ذریعے باہر چلا گیا۔ سرخوہ اس قدر نورانی، بزرگ اور شگفتہ تھی کہ ان سے وحشت یا وحشت محسوس نہیں ہوتی۔ پھر نصابِ غیرہ ضخیم غنیمت کی حشوتوں کے باعث اس قدر مضبوط ہو گیا ہے کہ اس جسم کے تھکے تھکے مناظر مجھے مناظر نہیں کرتے پھر میں تو اس جسم کے مشاہدات و واقعات پر غور کرتی رہتی ہوں اور میرے خیال میں غور و فکر کرنے والے لوگ کسی مجاہد سے کچھ لیا نہیں کرتے۔

روحیت کا مذہب

جس چیز کو مغربی اصطلاح میں اسپیریتیزم کہتے ہیں۔ میں عرض کر چکا ہوں کہ اس کی ابتدا 1863ء میں امریکہ کی ایک سلاز کے محقق سے ہوئی تھی مگر یہ صرف شہدے بازی تھی۔ آخر عاضرات ارواح اور دوسرے عجائب و غرائب کے مطالعہ کے لیے انتہائی عجیب و غریب (میرزا) کے تحقیق اور سائنس تجربات کا بنیادی کام لندن میں "سوسائٹی فار دی سائی ٹیکل ریسرچ" (ایسا محفل تحقیقات کا مظاہرہ) نے 1882ء میں شروع کیا۔ یہ سلسلہ دنیا بھر میں پھیل چکا ہے اور شاہی عی کوئی ترقی نہ ہو اور علم دوست ملک ایسا ہو جس میں باعزت نفسیات (ایسا سیکولر) کے نام سے ان موضوعات کی چھان بین نہ کی جا رہی ہو فرنگی اسپیریتیزم کے بارے میں محترم دوست، بین الاقوامی شہرت رکھنے والے (Hand Analyst) میرٹھیر کا بیان بہت سمجرت افزا ہے لکھتے ہیں کہ

امریکہ کی شہرہ آفاق معمولہ (Medium) ایٹن کیرٹ نے اپنی زندگی میں "دی

ایسا سیکولر لونی قاذو طین" نامی ایک ادارہ قائم کیا تھا اس ادارے کا دفتر "مفلحہ ایجنٹ" پر واقع تھا۔ اس ادارے میں روحیت، باعزت نفسیات اور میڈیم شپ کے مظاہر پر مختلف ماہرین جو اپنے میدان میں عالمگیر شہرت کے مالک تھے۔ تقریریں کرتے اور خطبات پڑھتے تھے۔ ان میں امریکہ کے پروفیسر برائن ہارٹ، سویٹن کے آئی بی جو کیم ڈاکٹر آ رائج قوس، آسٹریا کے (H.I.URBAN) سونڈر لینڈ کے جین گیزر، اٹلی کے پروفیسر ای سرید اور فرانس کے پال واسے قاتل ذکر ہیں۔ اس ادارے کے زیر انتظام نفسیات، طبی نفسیات ہوتیں۔ دیوی ایسا سیکولر لونی قاذو طین انظار پر پیش کی طرف سے فردا (TOMARROW) کے نام سے ایک رسالہ بھی شائع ہوتا تھا اس ادارے کی شائع کی ہوئی کتابیں روحیت میں نصاب کا دوسرا کتبہ ہیں۔ آج کل روحیت کی حیثیت مذہب کی سی ہے اور کروڑوں افراد اس کے ماننے والوں میں شامل ہیں۔ یہ نکتہ صاف ہو جانا چاہئے کہ روحیت کا کوئی تعلق مذہب سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ عینایت روحیت سے سر پر کیا ہے۔ بلکہ اس پر کچھ لازم کمر سے تسلیم ہی نہیں کرتا۔ روحیت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کی حیثیت ایک روحانی وجود کی سی ہے۔ یعنی اصل میں وہ ایک روح ہے جس نے گوشت پوست کا لباس اوڑھ لیا ہے۔ انسانی شعور و وجدان اور عارفہ قاضی کا تعلق دماغ سے نہیں روح سے ہے۔ دماغ کی حیثیت ایک آلہ کی سی ہے جو روح کے بیجاں کوکثر اور اس کے ہر کام کی تعمیل کرتا ہے۔ روحیت کے لئے "ایسا سیکولر لونی قاذو طین" اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کے لئے (Phychicesm) کی اصطلاح مناسب ہے۔ ہر وہ شخص جو غیر معمولی حساس ہوتا ہے۔ روحی (ایسا سیکولر) کہلاتا ہے۔ روحیت یا میڈیم شپ کی اصطلاح کم پیش ہر شخص میں موجود ہے۔ بعض کے اندر قدرتی طور پر یہ صلاحیت ابھر آتی ہے۔ بعض کے نفس میں کسی جذباتی حادثے کی بنا پر یہ قوت ایک نیک پیدا ہو جاتی ہے اور عام لوگوں کی اکثر یہ مختلف حشوتوں، ریاضتوں اور ہما پدوں کے ذریعے اس حیرت انگیز قوت کو بروئے کار لا سکتے ہیں۔ میرٹھیر قاتل ذکر ہیں کہ

انگلستان میں عاضرات ارواح کا رواج عام ہے۔ متعدد رسالے اس تحریک کی اشاعت میں سرگرم ہیں مثلاً سائیکک تجزیہ رتہ رتہ وہ ہے یا مامانٹور اور لڈ اور جین وغیرہ اس سلسلے میں جریں آ

فدائی سوسائٹی قاسمی کی مکمل زیرِ قسط ساقی رسالہ اپنے ملکی اقتدار سے غیر معمولی طور پر اہم ہے۔ لیکن اس کا تعلق سے نہیں البتہ انفسیات سے ہے۔ غیر معمولی طور پر اہم ہے لیکن اس کا تعلق روایت سے نہیں البتہ انفسیات سے ہے۔ روایت کا سب سے بڑا ترجمان ہری دشمن (پیشگوئی) نامی ماہنامہ ہے۔ ان رسالوں میں فہم دوست شناسی، آسیب زندگی، روایت چننا، آدھوگون، تعبیر خواب، محاضرات ادراخ پر اعلیٰ درجے کے مضامین یا تقابلی طور پر انگریزی میں لکھے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آدھوگون پر پڑھ کر کیا محسوس ہوگا؟ یعنی ان محاضرات ادراخ کے کہتے ہیں۔ اس کی مختصر تالیف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ روحوں سے بات چیت کرنے کا طریقہ کا بعض لوگ شدید حساسیت کے مالک ہوتے ہیں ان میں ایک ایسی بصیرت ہوتی ہے کہ وہ عالم ادراخ کی ہستیوں کو دیکھ سکتے اور ان سے بات بات چیت کر سکتے ہیں۔ معمولی (جن کے ذریعے روحوں سے واسطہ پیدا کیا جاتا ہے) کی کئی قسمیں ہیں اور ان کے درجے مختلف ہیں۔ بعض معمولی (جو روحوں کی بات چیت کر سکتے ہیں اور ان سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ بھری معمولی۔ دو ایک خاص قسم کی بصارت کے مالک ہوتے ہیں جس کی مدد سے وہ دیکھ سکتے ہیں۔ انہیں نظر آتی ہیں۔ جس طرح ظلم کے پردے پر توہمیں ہر چلتی بھرتی نظر آتی ہیں۔ دو مرد اور انسان کے ہاں ایک قدرت، حسرت اور حرکات و سکنات اور اس کا غیر وہ کا صحیح تصور کر سکتے ہیں۔ بعض معمولی (جو ان کے ہاں ایک قدرت، حسرت اور حرکات و سکنات اور اس کا غیر وہ کی جانے تو ان پر غم خوابی یا بے خودی کی کسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور وہ انھیں بند کر کے ان تمام لوگوں کے حالات سنانے لگتے ہیں جن کا کوئی تعلق اس چیز سے نہ ہے۔ ان کے علاوہ وہ لوگ ہیں جو پیدا ہونے کے بعد ہی غیر معمولی یا سپرنیٹل ہوتے ہیں یعنی جن میں ادراک دھارائے حواس یا (E.S.P.) (Extra Sensory Preception) کی صلاحیت یکجہاں ہی سے کارفرما ہوتی ہے۔ روحوں کا معمول بننے کے لئے مسلسل موت کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی شخص محسوس کرے کہ مجھ میں خارق العادہات (سپرنیٹل) مظاہر کی قوت موجود ہے یعنی اسے بچے خواب نظر آتے ہیں یا وہ اپنی طرح پر بعض باتوں کا علم ہو جاتا ہے تو انگلستان میں ایسے ادارے موجود ہیں جہاں ایسے مصلحت انداز کو میڈیکل مشین کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس قسم کا سب سے بڑا

اور اور پھر ایسی ہی اشتعال انگیز باتیں کہیں (مجلس روحانیات، برطانیہ غفرانی) ایک ایسے علاقے میں واقع ہے جہاں سفیروں اور اہل دولت کے علاوہ دوسرے لوگوں کا گز نہیں۔ اس کی وسیع فائرت میں کیچنگر ہائی ہیں۔ ہر گھر میں کچیں کچیں نما کرے ہیں۔ یہاں حضرات ارواح کے طبعے اور لوگوں کے سواوات کے جواب دیئے جاتے ہیں۔ ہر معمول کی فیس الگ مقرر ہے۔

عقاپ سرخ

حاضریت کی مجلس میں جب معمول پر استعراق یا ذوق جانے کی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ گہرے گہرے سانس لینے لگتا ہے۔ آنکھوں میں خند کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ بعض معمول پہلے ہاتھ پاؤں کو حرکت دیتے ہیں مگر دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لینے ہیں۔ گہرے گہرے سانس لینے لگتے ہیں پھر بے اختیار ہنسنے شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں پر بات قابل ذکر ہے کہ یہ معمول کا یکدم رہنا ہوتا ہے جسے یہ لوگ گائیڈ (Guide) کہتے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے درمی معمولوں کی یہ خصوصیت قابل ذکر ہے کہ ان کے گائیڈ چینی، ہندوستانی اور عربی اطباء ہیں ہوتے ہیں۔ یہ گائیڈ اپنے آپ کو گویب وغیرہ ناموں سے متعارف کراتے ہیں مثلاً عتاب سرخ پاور یا سہ راجہ سرخ پاور۔ یہ لوگ قوی ہوتا ہے تو اس کا رویہ اور اس کے چہرے کے اظہار میں معمول کی بات سے اعلان کراتا ہے کہ عتاب سرخ حاضر ہے اور حاضرین کی خدمت میں اپنی دعا میں پیش آتا ہے۔

اس کے بعد معمول کے توسط سے اس کا نیکڑی گنگرانی میں مردوں سے بات چیت شروع ہو جاتی ہے۔ شفا کا نیکڑی معمول سے کھلانے کا کراسا وقت مختصر سڑائی کا فریساں موجود ہیں وہ بڑی عمر کی خاتون ہیں اپنی پوتی مارگریت کو دعا کہتی ہیں اور فریساں ہیں کہ

اسے وہ دن یاد ہو گا جب وہ سیپ کے درخت سے گر پڑی تھی تو اسے اس کی دادی اسپتال لے گئی تھی۔ اس کا آپریشن ہوا تھا۔ انک اس کی دائیں ٹانگ کے ہلالی حصے پر ایک بڑے گھاؤ کا نشان باقی ہے۔

مار کرے ان معلومات کی تصدیق کرتی ہے۔ پھر اس کی داوی لوسی مار کر کی روح اسے کوئی بیظام دیتی ہے۔ کسی شناک حادثے پر صبر کی تحقیر کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ مدت اس کے ساتھ ہے اور اپنے روحی عالم میں اس کے لئے دست دے جا رہا ہے اور اس کی اعانت کے لئے کوشاں ہے۔ مار کرے پھر کچھ سوال کرتی ہے۔ اس کی مرحومہ داوی روحی رہنما مشافہات عقاب سرخ کی رہنمائی میں معمول کی زبان سے کہتی کہ جواب دیتی ہے۔ آنکھ کے لئے کچھ تحقیریں دلاتے ہیں جتنائی ہے عام طور پر چٹکنیوں کا انداز دھمیان دلاتے والا ہوتا ہے۔ اس کے بعد معمول کی وساطت سے روحانی گائیڈ دوسرے سوالوں کے جوابات دیتا اور دوسری روحوں سے ملتا ہے پھر حاضرات ارواح کی اشست ختم ہو جاتی ہے۔

پھر ایک مرتبہ اس طریقہ کار کی وضاحت کر دوں۔ یہ بات کچھ لیجئے کہ باطن مرے ہوئے لوگوں سے معمول کے ذریعے بات چیت یا مرسلت ممکن ہے۔ میڈیم یا معمول غیر معمول طور پر حساس ہوتا ہے۔ اس کی روحی قوتیں پوری طرح بیدار ہوتی ہیں اور انہی قوتوں کی بنا پر وہ ہر بار ہر مظاہر (مشافہات) روحوں سے سوال و جواب کی فائز پر کار ہوتا ہے جب معمول پر حال طاری ہو جاتا ہے تو اس کی ذہن کی سطح بند ہو جاتی ہے اور وہ دایہ و بائیں کو یکے اور دھندلے آوازوں کو سن سکتا ہے۔ ہر معمول کا تعلق روحی دنیا کے کسی مرتبہ سے ہوتا ہے۔ معمول پر جوئی عالم کی حالت طاری ہوتی ہے وہ اپنے روحانی گائیڈ کی براہ راست مرسلت میں آ جاتا ہے۔ چل کے کھلے کھلے ارواح میں معمول کی حیثیت ملنی فون کے آئے کی ہی ہوتی ہے۔ ٹیلیفون کے ریسیور یعنی خبریں وصول کرنے کی جگہ آپ ہوتے ہیں اور دوسرے سرے سے جہاں گائیڈ ہوتا ہے یہاں بھیجے جاتے ہیں۔ گائیڈ جو کچھ کہنا چاہتا ہے وہ معمول کی زبان سے کہلواتا ہے جب آپ اپنے کسی مردہ دوست یا عزیز کی روح کو طلب کرتا چاہتے ہیں تو گائیڈ سے درخواست کرتے ہیں کہ فلاں روح کو بلا دیا جائے۔ گائیڈ اسے آواز دلاتا جاتا ہے۔ اس پر سے مسئلے میں معمول کوئی حصہ نہیں لیتا وہ تو صرف لاؤڈ اسپیکر کا کام دیتا ہے۔ یعنی آپ کا سوال معمول کے اندر سے گزر رہا ہے اور پھر مردے کی روح تک پہنچ جاتا ہے اور گائیڈ یا مظاہر ہر روح کا جواب آپ معمول کی زبان سے وصول کر لیتے

ہیں۔ معمول کے ہونے ضرور ہوتے ہیں مگر الفاظ اس کے نہیں ہوتے۔ الفاظ دوسری دنیا کے ہوتے ہیں۔

میڈیم شپ

بعض معمول روحانی طالع حسابے کا کار ہار کرتے ہیں۔ ان کا بھی روحانی دنیا میں ایک گائیڈ ہوتا ہے جب مریض معمول کے سامنے جھکتا ہے تو روحی رہنما کے اشارے پر یا اپنی وجدانی بصیرت سے کام لے کر معمول مریض کی شخصیت پر لپکتا ہے اور بتاتا ہے کہ اس کا دایاں گردہ خراب ہے اس کے گھر میں تکلیف ہے پہلے مریض کی شخصیت کی جاتی ہے پھر دوا تجویز ہوتی ہے۔ روحانی عالم کی طرف صرف اپنے مریض پر رجوع کرتے ہیں جو عام طریقہ طالع سے کسی طرح صحبت و بات نہیں ہوتے کسی دوا کی مرض یا نہ سمجھ میں آنے والی بیماری میں جھکا ہوتے ہیں۔ کئی مشہور معمول خیر کے کسی خاصے ہال کو کر کے لیے جاتے ہیں اور جہلہ عام میں حاضرین تک روحوں کا نظام بناتا ہے۔ وہ دلائل اسرار تک یا ایک مشہور دستار پیک معمول تھا جو لندن کے مشہور ہال "ڈاک مورال" میں حاضرات ارواح کے عام مظاہرے کیا کرتا تھا۔ دوسری جگہ کے زمانے میں اس نے ایک عجیب و غریب پیک جہازوں کو کھولی نہیں کیا۔ اب ماہر دلائل اسرار کے اس دنیا میں بھی چکا ہے جہاں کے پیک جہازات دوسروں کی آتا تھا۔ اس کی ایک بہتر نئی مثال (واقع) بھی تھی۔ جہاں متعدد افراد کام کرتے تھے۔ وہ دلائل اسرار تک ایک دستار بھی لٹا کرتا تھا۔ یہاں انگلستان میں روایت کے معمولوں کو دوطرف کی تربیت دی جاتی ہے یا تو کسی ہر معمول میں یا کسی خاص روحی ادارے میں کسی ادارہ کا عمل کی نگرانی میں میڈیم شپ کی تربیت دی جاتی ہے۔ طریقہ یہ ہے کہ شاگرد اور معمول ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ملتے ہیں جیسے ہاتھ ہیں اور ہر علاقہ کی ہدایت کے مطابق اپنی اندرونی صلاحیتوں کو بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ فہم شعوری حالت میں اپنے احساسات جان کرتے ہیں۔ ان میں ہر معمول کا گائیڈ الگ ہوتا ہے۔ یہ تربیت برسوں جاری رہتی ہے جن لوگوں کی اندرونی قوتیں چہری طرح ابھرتی ہیں وہ پیشہ ور معمول بن جاتی ہیں اور معمول دولت

مرچو
پر

کے پاس رکھنا مظلوموں میں سرگرم حصہ لیا تھا۔ ان کے علاوہ ممتاز سائنسدان سر آئیور لاج رویت پاپیر پچھلے قریب کی تحریک کے رہنما تھے۔ انہوں نے بذات خود ان مظلوموں میں شرکت کر کے اپنے تاثرات، تجربات اور مشاہدات سائنسی زبان اور بیان میں تحریر اور شائع کئے ہیں۔ خود کا تجربہ (آٹو بیک راتیکٹک) اور پلانچسٹ (محنت حاضرات ابرار) کے ذریعے بھی روحوں سے مراد کی جانچ ہے۔ اوہلاور اسی قسم کا قحط ہے۔ چند لوگ میز کے گرد بیٹھ جاتے ہیں۔ کمرے میں اندھیرا ہوتا ہے۔ اندھیرے اور پرسکون ماحول میں دوسری دنیا کے باشندوں سے سوال و جواب کئے جاتے ہیں۔ خود کا تجربہ پر قہر سے حاصل کرنے کے لئے غیر معمول پر نیم خوابی کی حالت ظاہری ہوتے ہی ان کا ادنیٰ رہنما معمول کے ہاتھ کنٹرولوں میں لے لیتا ہے اور اس سے جو چاہتا ہے کھسکتا ہے بعض اوقات گاڑی کا پہلے اسی کا لپٹا کوئی کپٹی درج ہے۔ معمول خود کپٹی زبان اور کپٹی رسم الخط سے رابطہ لیں۔ رابطہ درود کپٹی کا ہڈا اسے ہرگز ہر گھوڑے کا۔ دو کپٹی زبان اور کپٹی حروف میں دو کی اندر معمول ابھی رہے ہر گھوڑے کا اس نے نیم خوابی اور نیم بیداری کے عالم میں کیا نکلا ہے؟ اسی طرح عالم، ظہور میں بعض معمول لہجہ فصاحت و بلاغت سے دوسری زبانوں میں گفتگو کرنے لگتے ہیں چنانچہ عام ہیں۔

مرچو

میراثہ رقم طراز ہیں کہ آج سے 37،38 سال قبل کا واقعہ ہے کہ میں بیدار کام (تعمیر) میں موسم گرما گزار رہے تھا۔ ایک مختصر ہوٹل میں جو دریا کے کنارے قیام کیا۔ میراثہ تعمیر کے ایک بزرگ اس ہوٹل کے مالک و منتظم تھے۔ ان کے یہاں چند سو سال کا ایک لاکھلازم تھا۔ بڑا کافی دور سے بیٹے کا پانی ہوٹل کے لئے لایا کرتا تھا۔ ایک روز میراثہ ذکر ہے کہ وہ لاکھ پانی سے بھرے ہوئے دو کٹر آٹھے ہوٹل میں داخل ہوئے اس نے پانی کے کٹر پر آدھے میں رکھ دیئے اور مستانہ دار قہقہے کرنے لگا۔

جس سامان رسوائی سر باز ماری قسم

کاتے ہیں سب سے زیادہ آدمی ان معمولوں کی ہوتی ہے جو روحانی شیطانی کا کاروبار کرتے ہیں۔ بلاشبہ بیڈیم یا معمول بننے کی ملاجیت بڑی مشکل سے پیدا ہوتی ہے۔

روحوں کی تجسیم

جہاں تک روحوں کے جسم اور کاسائے آنے کا تعلق ہے تو روایت کے ماننے والوں کا بیان ہے کہ بعض معمولوں میں یہ قوت ہوتی ہے کہ روحوں کو دوبارہ جسم کر کے اسی روپ میں لوگوں کے سامنے لے آئیں۔ اس عمل کو روحوں کی تجسیم کہتے ہیں۔ تجربے والے مردوں کا وہی رنگ روپ اور شکل و صورت ہوتی ہے جو ان کی زندگی میں تھی۔ یعنی ان لوگوں کا وہی ہے کہ کسی مرد کو دوبارہ لباس جسم پہنا جائے۔ تجربے یہ ہے کہ جو معمول روح کا ظاہر دیکھنے میں ہڈا حال دیتے ہیں ان معمولوں کے جسم میں ایک نہ دکھائی دینے والا انوری مادہ خوابیدہ ہوتا ہے اس مادہ کو انوری مادے کو (Doptoplasma) کہتے ہیں جب معمول گہری نیند میں چلا جاتا ہے تو معمول کا کانیز یعنی روحی رہنما اس کے حواس پر کنٹرول حاصل کر کے معمول کے جسم سے انوریل مادہ فرامی مادہ نکالتا ہے۔ یہ فرامی مادہ رابطہ یا جسم کے دوسرے شعبے سے نکالا جاتا ہے۔ اس جو ہر فور سے از سر نو مرحوم کے جسم کی تشکیل کی جاتی ہے جس کی تصور کے لئے کوئی وقت مقرر ہوتا ہے۔ فرامی مارنے والے کی ہمدردی کو وہ روحیں جانتی تھیں کہ یہ کون ہے۔ یہ وہ روحیں ہیں جو معمول کے جسم سے اس کے مردے کی شکل متعلق نظر آتی ہے۔ اس کے تاک نقشے، نمودار اور وقت و قوت کو دیکھ کر مرنے والے کے عزیز و اقربا بخوبی پہچان لیتے ہیں۔ معمول اور کانیز کی دوسرے مردے کے اس وجہ لائی وجود میں بننے اور بننے کے حواس کام کرنے لگتے ہیں یعنی وہ بننے لگی ہنگام ہے اور سوالات کے جوابات بھی دیتا ہے۔ اس قسم کے جسمی مظاہر سے بند کروں میں اہل باطن اور اہل فخر کے سامنے کئے جاتے ہیں۔ امریکہ، برطانیہ، ایلینڈ اور فرانس میں ایسے معمول موجود ہیں جو جسمی مظاہروں (روحوں کو جسمانی لباس میں پیش کرنا) کے ماہر ہیں۔ مشہور ترین جاسوسی کردار شرلاک ہومز کے مصنف و تخلیق کار سر آر تھراکنز داخل حاضرات ابرار کے پر جوش موبیے تھے اور انہوں نے اس قسم

اچھا تاؤ میرا لباس کیسا تھا؟

تو انہوں نے غفر کی بجائے میرے لباس کی تفصیل بتادی۔ غلاں رنگ کا سوٹ، غلاں رنگ کی جاکتی اور غلاں رنگ کی قمیض خاص بات یہ کہ رنگے سرسراہنگ پر سوار تھا۔ میں نے ہر چند کوشش کی کہ اپنے عزیزوں کے اس مشاہدے کو محالہ قرار دے دوں لیکن انہیں یقین نہ آیا۔ وہ سب کے سب اصرار کرتے رہے کہ تمہیں ہم نے ضرور آپ کو آج وہ پہرے گھر سرائنگل پر سوار ہے۔ ایک آدھی بجے تک وقت دو واقعات پر دیکھے جانے کے واقعات اکثر سن گئے ہیں۔ اس واقعہ کی کیا تو جہہ کی جائے گی؟ اس واقعہ کی وجہ یہ بھی ہے کہ سید رضا رضوی کے عزیزوں کو محالہ ہوا۔ اس نے حیرت انگیز واقعے کے ثبوت کی جو شاہدائیں ہوتی چاہئیں وہ درست موجود نہیں لہذا ایسی کہا جاسکے گا کہ

نظر جو بھی آیا فریب نظر تھا

سید علی رضا رضوی نے اگر کہے مشہور روحانی بزرگ قاضی نور اللہ مدظلہ العالی کے حواہ مبارک لکھنے والے ایک اندھ بھی لکھا ہے۔ قاضی صاحب شہید جاث کے خطاب سے مشہور ہیں، لکھتے ہیں کہ خوش اعتقاد و بازو افتاد لوگ اکثر اس حواہ کی کڑی باتیں اور بزرگیاں بیان کیا کرتے تھے لیکن مجھے کبھی اس بات پر یقین نہیں آیا، یہ سب خیالی آکاہی ہے۔ سب داپہر طرازی اور خوش اعتقاد کی کاوش ہے۔ ایک روز مجھ کو اس شخص کا خط ملا جس نے قاضی صاحب پر بڑا برا حال بیان کیا۔ کینزل پاور کا بلب روشن تھا۔ چند منٹ کے بعد دیکھا کہ دیوار پر جو چاندی کا بلب ہے اس سے بہت بگی روشنی پھیلنے شروع ہوئی۔ صحر طرک لائٹس کی بجائے اونچی کرنے سے روشنی آجستہ آجستہ تیز ہوجاتی ہے۔ رفتہ رفتہ یہ روشنی اس قدر تیز ہو گئی کہ چانچ سو کینزل پاور کا بلب بھی مائل پڑ گیا۔ یہ فیماں روشنی اس قدر سہانی اور شہدائی تھی کہ جہاں اللہ روشنی بتدریج بڑھی۔ کم ہوئی اور پھر کاب ہو گئی۔ دماغ میں خیال اور ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ مولانا کیا کر رہا ہے؟ کیا ہوا ہوتا ممکن ہے؟ دماغ میں یہ خیال آتے ہی دوبارہ خود بخود یہی طرح پہنچنے کے اندر سے روشنی نکلنے لگی۔ حواہ پر دوسرے لوگ بھی حاضر تھے۔ میں نے ان سے روشنی کے بارے میں سوال کیا۔ میری جانب سے قلمی ہی میں انکار کر دیا۔

یعنی بوجہ یہ ہے کہ اس کی دودھنی نظر نہ لگتی تھی۔ کہا جاسکتا ہے کہ زائرین حجاز کو یہ وقت جاننے کے لئے کئی کئی ایک سے بچے کے اندر دودھنی پیدا کی گئی تھی۔ ٹھیک ہے مگر اس صورت میں دودھنی دودھنی جس نے میری نظر میں پانچ سو کیڑوں پادریوں کی جگہ ایک کوا کا کردار ادا کیا۔ سب کو آتی جا رہی تھی۔ فطرت جیسے کیوں نظر آتی۔

آسمان کی سیر

ادب گلشن آبادی میرپور خاص سے نکلتے ہیں

[illegible]

عبدالرحمن خان کا بیان ہے کہ

1950ء میں جب میری عمر ستر سال کی تھی تو روزے کی وجہ سے شدید پیاس محسوس ہوئی۔ ایک پہاڑی چٹنے کے قریب ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر اکیلا سو گیا۔ محسوس ہوا کہ کوئی نادیدہ مخلوق سر کے

من چو

این یار و

قریب در در سے سانس لے رہی ہے۔ آنکھ کھلی گئی۔ ادھر ادھر دیکھا کوئی تھا بھر سونے کی کوشش کی بھر سکی ہوا۔ تیسری بار بھر سکی وادھ پیش آیا۔ چچی بار لپٹنے کی جرأت نہ کر کے اٹھا۔ شعلے سے پانی کے جوڑ میں نہایا اظہار روزہ کے بعد چار پانی پر لپٹا تو چاروں طرف آگ ہی آگ نظر آنے لگی والدہ صاحبہ نے آیتا کھری پڑھی تو ہوش آیا۔

جنگل میں

فضل احمد (راولپنڈی) نے اپنے تجربے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جوانی کے زمانے میں رات کو جنگل سے گزر رہا تھا۔ ایک تاریک مقام پر جاگیاں دھشت ناگ جھپٹیں سنائی دینے لگیں۔ ڈرنے کے بجائے وہیں کھڑا ہو گیا کہ یہ سنائی دینا جھپٹوں اور ٹپکوں کی طرح شروع کر دیا۔ آفران دل دہلا دینے والی آوازوں کا شور مچا ہوا۔ 1955ء میں ضلع راولپنڈی میں ایک پہاڑ پر گیا اور کسی تھا مکان میں ٹھہر گیا۔ دروازہ بند کر کے شوقیہ کچھ پڑھنے لگا کہ کسی نے دور سے کمرے کی طرف دیکھ کر بات مارنے کی آواز دی آئی در در بھی محسوس ہوا۔ میں نے عادت بگلاں اس نہ دکھائی دینے مگر بات دیکھ کر دینے والے کوشش گالیاں بکھر شروع کر دیں لیکن میرا کچھ بھی نہ بگڑا تیسرا واقعہ یہ ہے کہ میں ایک فوجی کے ساتھ جنگل سے گزر رہا تھا۔ چلتے چلتے ہم ایسے مقام پہنچے جس کی نسبت 1953ء میں کہا گیا تھا کہ وہاں جنگل کی حالت ابھی بھی اسی تھی۔ فوجی نے آگاہی دی ٹھہر جاؤ میں ٹھہرا ہی تھا کہ کسی نے زبردستی میرا دست دوسری طرف بکھیر دیا۔ حالانکہ فوجی ابھی دور تھا۔

شیوری کے بزرگ

ایس ایم آئی قادری (کراچی) کا بیان ہے کہ میں بیجاپور (وکن) کا رہنے والا ہوں۔ اگر ٹیکس آفیسر کی حیثیت سے OPT (انتخاب) کر کے پاکستان آیا۔ فی الحال وکالت کرتا ہوں۔ یہ واقعہ 1924ء کا ہے۔ سرحد کا ایک فقیر زمین چار سال

کے واقعہ سے ہماری طرف آیا کرتا تھا۔ جب وہ اپنے خالق الطوائف تجربات بیان کرتا تو ہم لوگ کافی محظوظ ہوتے۔ ایک روز کہنے لگے صاحب! ماضرات دیکھو گے؟

پس وجہ میں کے بعد ہم نے رضا مندی کا اظہار کیا تو کہنے لگے کہ اس کام کیلئے ایک نوجوان کی ضرورت ہوگی جو بیچکا ہو یعنی تر جمہاں لیتا ہو۔ اتفاقاً اس موقع پر ایک مسایہ دوست بھی موجود تھا۔ اس کے یہاں ایک دہشتی لڑکا کام کرتا تھا۔ اسے طلب کر لیا گیا۔ فقیر نے لڑکے کو معمول بتانے پر آمادگی کا اظہار کر دیا اور پانچ روپے کا بدلہ لے لیا کہ لڑکے سے کہا کہ اس دائرے کو چمک بھجائے بغیر گھومتے رہو۔ یہ بھی عرض کر دوں کہ وہ لڑکا بالکل ابلہ، جاہل اور نوازدہ تھا جس کو برابر بات کرنا بھی نہ آتی تھی۔ جب دہشتی لڑکا بھجوا کر ایک دائرے کو گھومتا رہا تو فقیر نے پوچھا۔ کچھ نظر آتا ہے؟

لڑکے نے جواب دیا کہ

ایک بہت کٹاؤدہ چہرہ ہے جس کے چاروں طرف جھاڑ ہیں۔ درمیان میں ایک قبر ہے جس کے قریب کوئی گور سے رنگ کے بزرگ بیٹھے ہوئے کتاب پڑھ رہے ہیں فقیر نے کہا۔ اس سے ہم بڑھو۔ لڑکے نے کہا وہ ہم نہیں جانتے بلکہ ان کا کام شیوری تھا۔ فقیر نے ہم نے نہ شیوری کا نام لیا تھا نہ یہ معلوم تھا کہ شیوری کہاں واقع ہے۔ فقیر نے معمول کو سمجھ دیا کہ ان سے پوچھو۔ مطلب اس سال شیوری کے امتحان میں پاس ہو جائیں گے یا نہیں؟ ان کی حاضری کہاں ہوگی؟ کہاں کہاں ملازمت کریں گے۔

لڑکے نے کہا: وہ بزرگ کہتے ہیں کہ امتحان میں پاس ہو جائیں گے۔ نوکری بیجاپور، حیدرآباد اور سکسٹی میں کریں گے۔ اس کے بعد معمول (دہشتی لڑکے) نے کہا کہ وہ بزرگ واپس چلے گئے اور پانچ فقیر کو واپس کر دیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ماضرات کے دوران لڑکے پر کوئی غیر معمولی حالت طاری نہیں ہوئی اور وہ یہ پتہ چلا کہ معمول نے ان بزرگ سے کس زبان میں شکوہ کیا۔ اردو میں یا اپنی دہشتی زبان میں؟ مجھے ان قضیوں کو نہیں پر کوئی یقین و اطمینان تھا۔ اگرچہ حیدرآباد میں میرے چند اعزاء موجود تھے مگر وہاں شادی کا کوئی امکان نہ تھا۔

ہے انہوں نے مجھے دو نکلے سکھائے۔ پہلا نکلہ گیارہ مرتبہ اور دوسرا نکلہ سات مرتبہ پڑھ کر کسی چھوٹے بچے کے منہ اور دانتوں کے آگے پڑھو گئے پتا چلتا ہے پھر انکے لٹے کے بائیں ہاتھ کا پتا چلتا ہے۔ حاضرات ارواح کی شرط یہ ہے کہ ہاتھ نہ ہوں یعنی آسمان یا ہاتھ صاف ہو۔ جو پتہ ملے ہوئی ہو۔ پتے یعنی معمول کی عمر 13 یا 14 سال سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ بڑے آدمیوں پر یہ عمل کارگر نہیں ہوتا۔ بچے سے کہا جاتا ہے کہ وہ بائیں پر ہاتھ تھیل لگا دیتا ہے۔ نظریں جمادے۔ پھر نظریں جمادیتا ہے اور تلخ و جان اسکرین کی طرح مختلف مناظر مابین پرہیز پرہیز کی نظر کے سامنے سے گزرنے لگتے ہیں۔ پہلے سبز آتے ہیں چھک چھک کی صفائی کرتے ہیں دوسری چھاتے ہیں۔ میرنگ تے ہیں سبز پھر آگ کا نذر اور روشنی دکھ جاتے ہیں۔ پھر کرسی دکھ جاتی ہے اور بادشاہ سلامت پھر خلیفہ لاتے ہیں۔ بادشاہ سلامت سے سوالات کئے جاتے ہیں تو وہ جوابات کا نذر پھر دکھ دیتے ہیں یا کسی واقعے کی جس کے بارے میں سوال کیا گیا ہے پھر دکھ دیتے ہیں۔ مثلاً اگر کسی عابدہ آدمی کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے تو بادشاہ سلامت نے اشارہ کیا اور وہ آدمی نظر آ گیا اور یہ بھی دیکھ لیا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ اسی طرح میں نے کئی بچوں کی فرمائش پر زندہ دیکھا یا رنگ اور کئی دوسرے شعور کی سیر کرائی۔ اس طرح کے معمول بچے کے ذریعے بادشاہ سلامت سے گزارش کی گئی کہ وہ لوگوں کو دکھائے کہ ان کے اندر کون کون سے اشعار و کائنات ان کی جگہ سے نکلے۔ ان کے ہاتھ پر رکھا۔ لیکن ایک بار بادشاہ سلامت سے عرض کی گئی کہ تجھ کو کئی اشعار میں سے کئی سب سے بڑی کان کے بارے میں بے حد کڑے ہیں جن پر کس کا نشان بنا ہوا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ یہ ترک MERCEDEZ BENZ قسم کے ہیں۔ ایک لڑکے نے کہا کہ میرے چچا انگلینڈ میں ہیں میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ لڑکے سے کہا گیا کہ جن پر جتلی لگا ہوا ہے اس پر نظریں جمادو۔ نظریں جمائے کے بعد اسے ”دف نگاہ“ میں چچا بھی نظر آئے گئے اور افغانستان کا وہ مکان بھی جس میں چچا رہتے ہیں۔ جب بادشاہ سلامت سے کہا جاتا ہے (ظاہر ہے بادشاہ سلامت سے ساری گفتگو معمول یا وسیلہ کی معرفت ہوتی ہے) کہ تقاضا واقعہ تفصیل سے دکھائیے تو وہ اسے تفصیل سے دکھاتے جاتے ہیں۔

بہر حال (طابق جہانگیر خرمی لکھتے ہیں کہ) آپ ان تجربات پر تبصرہ ضرور کریں کیا ہدف ہر ایک ہچکے کے بغیر نظر ہمانے سے ہے میں ارواح کا بارے میں حواس EXTRA SENSORY PERCEPTION ایسی ایسی لپ کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیا ایسا ہے کہ ”یکسٹرا“ میں تمام انسانی تاریخ کی رقم محفوظ ہے۔ معمولی بچوں نے یہ بھی بیان کیا کہ انہیں ہر چیز (تاجن) میں ہمیں عیاں نظر آتی ہے جیسا وہ اصل میں ہے۔ ذرا ہر بائیں فرق میں ہوتا۔

طابق جہانگیر خرمی حاضرات ارواح کی جو تفصیل لکھی ہے یعنی مخصوص ملکوں کا دہرائے۔ عامل کی ترغیب پر بہتر ویز، کرسی، دوا، نظم اور بادشاہ سلامت کا نظریہ یا سب وسیلہ یا معمول کے لاشعور کی ایجاد ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دف نگاہ میں جو ایک مستقل کردار ہے۔ باقی سارے مناظر عامل کی ترغیبات سے نظر آتے ہوں البتہ یہ حقیقت ہے کہ ”یکسٹرا“ یعنی ذہن کے اوارانی حصے کے اوارانی حصے میں سب کچھ موجود ہے۔ باقی حال اور مستقل۔ ذہن کے اوارانی حصے کا شعور برتر کہتے ہیں۔ شعور برتر زمان اور مکان کی حدود سے بلند ہے۔ جب معمول کی جگہ اور چیز کو چپکے کے بغیر نگاہ کر سکتا ہے تو رفتہ رفتہ داغ بوبھل اور شعور کی درست پڑ جاتی ہے۔ شعور کی رد اور دھار کے ست پڑتے ہی لاشعور سے شعور برتر کی صلاحیت ابھرتی ہے۔

انصار رحمہ اللہ ہر ایک کو چھوٹا ملے جہلم سے لکھتے ہیں کہ

مرحوم فرما دادا جان مرحوم امین

میرے دادا جان مرحوم مینا نرود خیمیلدار تھے نہایت پرہیزگار، دینی اور باہد شریعت۔ 1939ء میں سعادت جج قصبہ ہوئی تھی مگر بچوں کا تھانہ اور دارمگریدوں کے راج میں افسروں کو جو احیاء حاصل تھے ان کا جو عجب داب تھا اس سے آپ بخوبی واقف ہیں۔ دارمگرید نہایت سادہ اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے تھے۔ 1946ء میں دور راج (خلیفہ باب) ہوئے اور 1947ء میں کچھ رمضان کو ان کا انتقال ہو گیا۔ باری کے زمانے میں انور اس سے پہلے بھی وہ اپنے چچا بارے میں معروف حداثت رکھتے تھے۔ ان کی فوجی (وفات کے بعد مگر والے طرف کے وقت چچا بارے میں چچا جملہ دیتے تھے۔ وفات کے تیسرے روز تراویح کے وقت عجیب واقعہ پیش آیا۔ وہاں کے محکم میں گمراہ والے ایک دوسرے لوگ بیٹھے تھے کہ چاک

چہ دار سے میں جتنا ہوا چراغ بجھ گیا۔ خیال ہوا کہ تیل کی گئی یا ہوا کے گھونکے سے چراغ بجھا ہے۔ ایک ٹھنک دو بارہ چراغ جلانے کے لئے بیڑیا میں چڑھنے لگا تو پیچھے سے آواز آئی کہ دیکھو جتنی تو بھر سے جلنے لگی ہے۔ وہ آوی جلدی سے پلٹا تو دیکھا کہ چراغ کی جتنی دارہ روشن ہے مگر اس روشنی اور بجلی روشنی میں زمین اور آسمان کا فرق تھا۔ یہ نہایت ٹھنکی نورانی روشنی تھی۔ محبوب لائٹ سے شتی جلتی۔ سب لوگوں کی نظریں چہ دار سے مرکوز تھیں۔ تین چار منٹ کے بعد روشنی پھر عائب ہو گئی اور کمرے میں اندھیرا چھا گیا۔ عجیب بات یہ کہ چند منٹ بعد پھر وہی عطشی نورانی روشنی چہ دار سے میں پھیل گئی۔ جب تک قرعہ شمس شہ تر اترتا ہوتا رہی۔ روشنی اور اندھیرے کا یہاں تو کھٹکا کھیل چلا رہا۔ سب لوگ بہت حیران ہوئے۔ اگلے روز مغرب کے بعد پھر چہ دار سے میں حق جلا دی گئی اور پھر وہی دھواں روشنی ہر طرف پھیل گئی۔ جب تک تر اترتا کلسلہ جاری رہا۔ یکے بعد دیگرے چراغ خود بخود دھکتا چلا رہا۔ اگلے روز دوسرے لوگوں کے علاوہ قرعہ شمس کی تر اترتا سے فارغ ہونے والے نماز چوں نے بھی اپنی آنکھوں سے یہ کرشمہ دیکھا۔ امام مسجد نے جو کہ سلیطہ ریش عالم ہیں یہ فیصلہ کیا کہ میں چہ دار سے میں چار کشتوں میں جھانک کر دیکھوں گا کہ جہاں کیا ہے۔ اگلے روز صبح دو بارہ روشنی کی جھٹکتی کے لئے تشریف لائے۔ جو جی روشنی نمودار ہوئی اوپر جانے لگے۔ اس کی چڑچڑاہٹ میں چلنے سے کھڑے ہوئے۔ کچھ منٹ کے بعد بھیجی گئی۔

جب لوگ زیادہ روشنی کے پیچھے نہ گئے تو یہ سلسلہ متوقف ہو گیا۔ ہم سب کو یقین تھا کہ رواد صاحب مرحوم کی روح چہ دار سے میں نماز پڑھنے آتی ہے اور یہ نورانی ہشتی روشنی ان ہی کی ہے۔ میرے چچا جان جو تک سے باہر تھے۔ مگر تشریف لائے۔ رات کو وہ چہ دار سے آگے گھن میں سوئے ہوئے تھے کہ طوفان آ گیا۔ کالے سیاہ بادل گھرائے۔ انہوں نے جلدی جلدی باستر لیٹا اور چہ دار سے میں آگے۔ چچا جان کا بیان ہے کہ میں سے اندر آ کر دیکھا کہ اللہ مرحوم مصطفیٰ پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ چچا جان جہاں ان وہ گئے۔ فوراً خیال آیا کہ اللہ بزرگ راکو انتقال کر گئے ہیں۔ یہ خیال آتے ہی وہ کمرے سے نکل کر بھاگے اور پھولے ہوئے سانس کے ساتھ سب کو یہ واقعہ سنایا

ایک شخص کا گھر چہ دار سے میں تھا (یہ شخص فوت ہو چکا ہے) یہ شخص خلیفہ بیان کرتا ہے کہ میں نے جانی صاحب مرحوم کو مصروف نماز دیکھا ہے۔

خارق العادت

انصار احمد صاحب کے بیانات اور مشاہدات میں یقین نیکہ نکالنا یا انہیں جھٹلانا ہے کار ہے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا سادگی سے بیان کر دیا اور ایک انصار احمد ہی کیا۔ میرے ذمہ وہ خطوط میں تو نہ تھا۔ کتنے ایسے واقعات کا ریکارڈ موجود ہے کہ نہ مانتے جتنی ہے نہ انکار کرتے۔ روح کے ظہور (جسم ہو کر سامنے آ جانے) کے واقعات ہر ملک اور ہر عہد میں پیش آتے رہتے ہیں۔ پہلے ان واقعات اور مشاہدات کو پا تو آنکھیں بند کر کے مان لیا جاتا تھا بلکہ ان میں مزید حاشیہ آرائی کر دی جاتی تھی یا سرے سے وہم اور فریب خیال کچھ خارق العادت سے انکار کر دیا جاتا تھا۔ خارق العادت ان واقعات کو کہتے ہیں جو عام طور پر کچھ میں نہیں آتے اور ہم ان سے آشناء اور باتوں نہیں ہوتے۔ مثلاً یہی انصار احمد صاحب کے رادا جان کا واقعہ لیکن اب اس سلسلے میں اعلیٰ علم کا رویہ بدل گیا ہے۔ اب وہ کسی خارق العادت Super Normal واقعے کی نگاہ میں نہیں کرتے بلکہ علم تحقیق کی روشنی میں ہر واقعے کا جائزہ لیتے ہیں اور اگر کوئی بات ثابت ہو جاتی ہے تو ان کے اندر کھینچنے سے کچھ حاشیہ نہ لگاتے بلکہ حقیقت میں لکھتے ہیں۔ مثلاً ایک زمانے میں جی بی بی (انفال خیال) کشف کئی یا اشراق کے قائم واقعات کو فریب خیال سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھی کہ اب اس کو سانس لہند تک کہتے ہی ادارے ملی بی بی کے دماغی عمل پر مصروف تحقیق ہیں۔ یہی حال روح کے ظہور کا بھی ہے۔ ہمارے روح پر انسانی اکثریت کا ایمان ہے کہ اگر کسی روشنی میں یا ایمان گھر جائے تو یہ ایمان غلط!

عقل کی الجھن

ہم نے ہی اس طرح ہیں کہ صرف ان واقعات کو تسلیم کریں جنہیں تسلیم کرنے میں عقل کو چھٹا لگ نہ لگائی پڑے۔ انسانی عقل چھٹا لگ گئے پر تیار نہیں وہ آہستہ آہستہ قدم بہ قدم انہوں نے زمین

لوگ آ گئے۔ حصار نے دروازہ منقل کھول دیا۔ حسن چنگی سامنے نظر آیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت قبلہ اس کے والد نے حضور کے خاندان کے احوال میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں حضور کا بھی تذکرہ ہے اور میں چاہتا تھا کہ تذکرہ پیش کروں مگر اس وقت موجود تھا مگر ابھی حضور کی خوشنودی اور انساب کا ظہور ہوا۔ ایک کھٹے کے قریب عالم خواب میں حضرت قدس سرہ کے حضور میں حاضر ہوا اور انواع و اقسام کی برکات حاصل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ذاک۔ مجروح کیا کہ والدہ اس بندہ ہو گیا اور ہم لوگ باہر دوسرے گھون میں گئے اور وہاں بھی پھر اسی مقدس آستانے پر پہنچے دیکھا کہ ایک چھوٹا درگاہا ہوا ہے اور حضرت بیٹے کچھ لکھ رہے ہیں۔

مروجہ مزیں دولہا، دولہا اور اپنے روحانی پیشواؤں کو بھی لوگ خواب میں دیکھتے ہیں لیکن اولیاء اللہ کے خواب، بیداری کی کیفیت رکھتے ہیں۔ یہ خواب نہیں مراثی کی سی کیفیت ہوتی ہے۔ مثلاً حضرت شاہ محمد سلیمان قادری کچھ لکھ رہے تھے اور حقیقت ایک جسم کا مرقہ تھا۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سرودی سے عالم خواب (یعنی خواب) میں ان کی ملاقات اور گفتگو شخص خواب نہیں ہے بلکہ بیداری کا اعلیٰ درجہ ہے۔ بزرگان طریقت، کشف، مرقا اور خواب میں مقدس روحوں سے رابطہ پیدا کرتے ہیں۔ تذکرہ پیدا کرتے ہیں۔

اے مالک میرے والدین پر

حضرت غوث علی شاہ قلندر کے حالات میں صاحب تذکرہ نوید نے لکھا ہے 1296ء میں جب رمضان شریف کا چاند نظر آیا تو بعد نماز مغرب جناب وقیلہ نے کترین کو بلا دیا اور فرمایا کہ ہم ایک بات کہتے ہیں تم سن لیں کہ کسے سونو۔ دوسرے کہ ایک باریہ اعظم علی شاد رحمت اللہ علیہ ہم کو اپنے مراد پائی ہے تم میں لائے اور قلندر صاحب (یعنی حضرت باطلی شاہ قلندرؒ کے حوالہ پر چلے گیا۔ آخر چلے میں یہ دیکھا کہ ایک شخص مجھ پر ہجوم، سامانی رنگت، گھنگھرے بال شریف لائے اور فرمایا کہ آتم کو تعظیم کریں۔ سامنے میں ایک اور شخص، صورت سرخ و سفید رنگ سلیدہ ریش، انہاں سبز پہنے، مصباحہ میں لئے ظاہر ہوئے فرمانے لگے کہ

میں اس درجائے سے کچھ نہیں ہونے کا تم کو یہ تعلیم نہیں رکھتا۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت اگر یہ دعا نے صاحب کچھ نہیں کر سکتے تو آپ ہی کچھ ارشاد فرمائیں۔

انہوں نے فرمایا کہ نہ ان سے کچھ ہو سکے گا نہ ہم سے۔ تمہارا معاملہ تو ذات سے ہے۔ جو کچھ ہوگا، ذات (یعنی ذات مطلق) سے ہی ہوگا۔ سب مردوں اور نوجوانوں کو دل سے سناؤ، کسی سے کچھ نہ ہوگا، جس طرح ذات کی طرف متوجہ ہو اسی طرح سے عاشق ذات ہو۔ نہ کسی اور غیر سے محبت نہ کسی سے خواہش، نہ کسی کی رنجش، مگر ان کو جس تعلیم کر سکتا ہے۔ تمہارا اور خدا کا معاملہ ہے۔ تم جانتا اور خدا۔ اس میں ہم لوگوں کو دم مارنے کی طاقت نہیں۔ اگر ہمارے بس کی بات ہوتی تو کہنے کی کیا حاجت تھی؟ اس جو کچھ ہوا ہے 3, 4, 5, 8 میں ہو جائے گا۔

ماتہ کو میں یاد دلایا، مینا ہوں کہ ایک چھارہ جاری کے اندر کسی بزرگ کی قبر ہے۔ جانب شمال و نکات و اہل۔ کچھ ہیں اور ہاں شرقی ایک مہذب ہیں۔ میانہ قد فرہ اندام، سامانی کچھ ہیں اور اہل۔ کچھ دے ہاں درانی کچھ ہیں، کچھ مہذب، کچھ سیاہ، دونوں حضرات مراعات میں اہل و ان۔ میں نے ہاں سلام کیا، جناب وقیلہ نے اشارہ کیا کہ حضرت کی خدمت میں جاؤ۔ صاحب کی طرف گیا۔ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، مولا صاحب چلے آئے حضرت مراعات میں انہیں پہنچا۔ آخر مہذب صاحب نے فرمایا کہ چھا چھاؤ میرے کلب پر غریب ضرب لگائی۔ اس دم آنکھوں میں بجلی کی کوکھ دیا اور میں نے خود ہو گیا، تھوڑی دیر میں ہوش آیا تو کہا جناب امیری تھی نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ اب مولا صاحب کی خدمت میں جاؤ میں ادھر آیا تو جناب وقیلہ نے لاکھ دیا اور میں نے ہوش ہو کر تڑپے لگا۔ ہوش میں آیا تو یہ سوال کیا کہ حضرت میری تسلی نہیں ہوئی۔ فرمایا کہ بس ہمارے گا۔ عرض کیا کہ مر جاؤ، میری مراد یہی ہے۔ آپ نے دوبارہ اقرار فرمایا۔ میں بھرے ہوش ہو گیا۔ یہی دیر بعد ہوش و حواس درست ہوئے تو درخواست کی کہ حضرت امیری تھی نہیں ہوئی فرمایا کہ اب حیرا قلب پھٹ جائے گا بس کر۔

اس کے بعد آٹھ کھلی تو دیکھا کہ عرض غریب عرق ہے اور برین سو سے اموات جاری ہے۔ کلب

کی یہ حالت کہ سنے سے باہر نکلا پڑا ہے۔ جسم کو دیکھتا ہوں تو گویا آئینہ چلی ہے۔ جدھر دیکھتا ہوں بشرق سے مغرب تک کوئی چیز چاہ نظر نہیں۔ تمام روئے زمین میں من و من نگاہ ہے۔ یہ کیفیت مشاہدہ کر کے بار بار دل میں خیال آیا کرتا عالم بیداری میں ہے یا خواب میں؟ بار بار آنکھیں کھولتا ہوں یہ شعر جاری پڑتا تھا کہ

یہ بیدار نیست یا خواب است

کہ جان من بجا نال کا سیاب است

کشف قبور

حضرات اربعہ کی ایک قسم کشف قبور بھی ہے لیکن یہ عمل ہر شخص کے بس کا نہیں۔ کشف قبور کا عامل کسی قبر پر جا کر مراقبہ کرتا ہے۔ یعنی آنکھیں بند کر کے یہ تصور کہ صاحب قبر اس کے سامنے ہے۔ واقعی روح کا تصور ہوتا ہے۔ میں نے کشف قبور کے کئی عامل دیکھے ہیں۔

ایک سندھی بزرگ جو کراچی کے کسی پرائمری اسکول میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ازراہ شفقت میرے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت عبداللہ شاہ عازمی کے حزار مبارک (کلکشن) پر جاتا ہوں تو مجھے حضور کی عظمت حاصل ہوتا ہے۔ ایک روز فرمانے لگے کہ میں نے بھی اپنے ساتھ لے جا کر بار بار دیکھا کہ ان کا۔ چنانچہ ایک روز دل چاہے رکشا میں سوار ہو کر تشریف لائے (یہ جہان آباد تھا) اور مجھے اپنے ساتھ سوار کر کے حزار مبارک پر لے گئے۔ وہاں ہم دونوں در یک سرایتے میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد میں نے یہ معمول بنایا کہ آدمی آئے یا پیہر۔ ہر جمعرات کی صبح کو حزار مبارک پر حاضر ہوا کرتا تھا۔ یہ معمول تین سال تک جاری رہا۔ حضرت سید سلیمان عذوقی کی یہ روایت بھی اُن کے ایک تذکرے میں مفسف علامہ محمد صاحب میں نضر سے گزری کہ حضرت رحمت اللہ علیہ جہد صاحب قدس سرہ کے حزار مبارک پر فاقہ خوانی کیلئے حاضر ہوئے تو انہوں نے بجا ہم ہوش دیکھا کہ کبھی جلی چکی اور جہد صاحب رحمت اللہ علیہ ظاہر ہوئے۔ فرمانے لگے کہ کتبائے سن خواندہ (تم نے میرے غلط پڑے ہیں)۔

سید صاحب نے بے (ہاں) کہا اور بے ہوش ہو گئے۔ میں اس کتاب میں کشف قبور کے تجربات و مشاہدات پر مکتبہ نہیں کروں گا۔ یہ ایک مستقل موضوع ہے جس کی تحقیق کر رہا ہوں۔ اگر علم و تحقیق کی روشنی میں تصدیق شدہ مواد مل گیا تو اس بحث کو بھیڑا جائے گا۔ فی الحال میرے پاس کافی مواد نہیں ہے۔

چند سال ہوئے تجانبے کس ذاتی کیفیت اور جذباتی حالت میں یہ شعر کہا تھا

اک حور سے ہوتی ہے ملاقات سرشام

اک روح ڈرائی ہے مجھے آغوش شب میں

میرا خیال تھا کہ شاید اس قسم کا تجربہ صرف مجھے ہی پیش آتا ہے کہ سرشام کسی حور سے ملاقات ہوتی ہے اور رات کے پہلے بہر کسی روح کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اب یقین ہو گیا کہ اس قسم کا تجربہ میں اور کبھی عالم اربعہ کے شریک حال ہیں۔ زہم یاد خان کے ایک دوست نے "میں نے آغوش شب" (میں نے آغوش شب) کے بارے میں چند واقعات بیان کیے تھے اور میں نے ان میں سے کئی ان کے عزیز کی اہواؤں اور انہیں اس روحانی کرب سے نجات دلانے کی کوشش کروا دی جس کو وہ کئی سال سے سہتا ہیں۔ میں نے زہم یاد خان کے ان دوست کو "تجاربہ اربعہ" (میں نے آغوش شب) کا چاہتے ہیں کہ وہ اس دوست کو بھی تجاربہ اربعہ کی بات کریں۔ میں نے منع کیے ہیں کہ

زندگی کا عذاب

ہدایت کے مطابق پورا واقعہ کہہ کر بھیج رہا ہوں، میری تعریف زیادہ نہیں۔ اگر قرعہ میں کچھ خامیاں ہوں تو معاف کر دیجئے، میں صاحب اکبرہ نہیں سکتا کہ کس وقت مجھے کیا ہو جاتا ہے۔ ایسی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ بعد کو بچتا ہوں۔ آہ میری زندگی میرے لئے عذاب بن گئی ہے۔ خدا کے فضل سے کھاتے پیتے گھر ان کے افراد ہوں۔ کسی چیز کی کمی نہیں ہے۔ خود کاروباری مشغور رکھتا ہوں لیکن ایک جہت انگیز سلسلہ واقعات میں بخش گیا ہوں کہ دن کا بھین بھی حرام ہو گیا ہے

اور رات کا آرام بھی۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جس کی کوئی توجیہ نہیں کی جاسکتی۔ کوئی چیز، کوئی سبب کوئی حقیقت کبھی نہیں آتی۔ چناں والا ایسے ایک پراسرار واقعہ ہے کہ انھوں اور داستانوں میں بھی اس کی مثال نہیں ملتی، بلکہ پیش ملتی ہے۔ اس جتنی جاتی و خانیوں میں اس قسم کے واقعات کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ میرانی کر کے ان انجمنوں سے نہایت دلدادہ تھے۔

مرحوم خالد زاد بہن

بہت بچپن میں میری مہنگی (پ) سے ہو گئی تھی۔ (پ) میری خالد زاد بہن تھیں۔ انتخاب دے کہ میں اس کے ساتھ بچپن میں بھر شرق کیلئے کرتا تھا۔ وقت گزرتا رہا اور ہم صادق آباد سے ترک سکونت کر کے احمد آباد شرقی چلے گئے اور ان لوگوں سے جدا ہو گئی۔ میری خالد خان پھر میں رافق تھیں (پ) ایک چانک و ہیں فوت ہو گئی۔ میں نے (پ) کی وفات کی خبر سن کر غدا شاہد ہے کہ کوئی خاص رنج یا غم نہیں ہوا۔ درحقیقت اس وقت مجھے کسی عزیزِ قریب کی موت کی تکلیف اور غم بھی کیا اندازہ ہی نہ تھا۔ پھر بھی کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ (پ) کی یاد شدت سے آتی اور مجھے وقتی طور پر سخت بے چین کر لیتی۔

اے مملکتِ کل میرے والدین
تمہاری یاد ہو کر رہ گیا ہوں اے

بچپن گزرا، جوانی آئی اور میری نسبت میری ماموں زاد بہن سے ملے پائی (پ) کی موت کو ساہا سال گزرتے تھے اور میں زندگی کی روز افزوں مصیبتوں اور انجمنوں میں ڈھونڈتا چلا جا رہا تھا۔ تاہم یہ بات کہہ دینی ضروری ہے کہ ماموں زاد بہن سے منگنی ہو جانے کے بعد مجھے اپنی مرحومہ سمیتر (پ) کی یاد بکھڑیا دی آنے لگی۔ ایک روز طبیعت خست بھی تھی جس کی مراد بھی کافی تھی۔ میں اپنے کمرے میں سو بیٹھے پڑا تھا۔ کیا مجھے احساس ہوا کہ میرے علاوہ اس کمرے میں کوئی اور بھی موجود ہے۔ آنکھیں کھولیں تو کوئی بھی نہ تھا۔ پھر یہی احساس شدت کے ساتھ ہوا کہ کوئی نادیدہ ہستی کمرے میں داخل ہے۔ اب جو دیکھا تو ایک لڑکی (پ) کی ہم شکل

ملید لباس میں بلباس ساٹنے کھڑی ہے (پ) کو سرے ہوئے اگر چند مدت ہو چکی تھی مگر اس کے چہرے کے غم و غمان ذہن میں تازہ تھے۔ یہ واقعہ آبی کو بے ہوش کر دینے کے لئے کافی ہے۔ خاص کر میں تو اس قسم کے پراسرار واقعات کا مقابلہ ہی نہیں کر سکتا۔ مگر غدا جانے اس وقت مجھ میں اتنی قوت برداشت کہاں سے آئی تھی کہ مرحومہ کی روح میرے سامنے تھی اور میں اسے برابر دیکھے جا رہا تھا۔ دیکھے جا رہا تھا اور خواہ مخواہ جی کہ برابر دیکھے جاؤں۔

جلو بہتہ روق نظر دیکھتے رہے
کیا دیکھتے ہم اُن کو مگر دیکھتے رہے

میں اس منظر کو ہلکا کر نہیں کر سکتا۔ البتہ میرے تاک ضرور کر سکتا ہوں۔ شہیدِ مردی کے بازو میں پیٹے پیٹے ہو گیا۔ تاہم طبیعت میں خاطر میں کوئی نہ آئی کیا ایک (پ) (نظر سے اوچھل ہو گئی اور میں اپنے مقام پر ہلکا ہوا واقعی وق ہو کر رہ گیا۔ اس کے بعد یہ معمول بن گیا کہ (پ) اگلے میں دو تین بار میرے سامنے آتی اور چند لمبے کی درباری کے بعد نظر سے اوچھل ہو جاتی تھیں۔ واقعہ واقعات ہیں۔ کہاں تک جان کر دں میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ یہ سب کچھ وہم ہو سکتا ہے۔ ہر دوسرے تیسرے روز مرحومہ کی روح کا نمودار ہو جاتا اور پھر ایک نظر دوں سے غائب ہو جاتا تاہم اس بار وہ میرے کمرے میں اس طرح قریب نظر آتی تھیں۔ ابھاب چند

قبرستان میں

میں اکثر صادق آباد سے مال بردار ڈک کر جاتا تھا ہوں اور اونچی پر درمل میں آتا ہوں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ میں خان پور آ گیا۔ یہ عرض کر چکا ہوں کہ میری خالد خانہ پور میں رہتی تھی اور وہیں اس کا دفن ہے۔ قبرستان شہر جانے والی سڑک پر واقع ہے۔ درمل سے اکثر آڑ کر خانہ پور چلا جاتا ہوں۔ یا اس طرح کہوں کہ کوئی کشاں کشاں مجھے قبرستان لے جاتی ہے۔ اس قبرستان میں ایک قبر ہے اور وہ قبر میری منزل گاہ ہے۔ قبر کے سر ہانے جا بیٹھا ہوں اور نیچے کیا کیا کرتا رہتا

ہوں۔ اس وقت ہوش و حواس باقی نہیں رہتے۔ ایک عالم بے خودی چھا جاتا ہے۔ جب بے خودی دور ہو جاتی ہے تو قبر کو داغ کر کے خانہ رانچیشن پر آ جاتا ہوں اور ساری رات وہاں گزار کر لوٹ آتا ہوں۔ رہیں صاحب! میں رات کو ایک مرتبہ باہر چارہا تھا۔ میرے پاس کافی نقدی تھی۔ جب خانہ رانچیشن پر گاڑی رکھی تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی ان دیکھا ہاتھ مجھے ریل سے باہر کھینچ رہا ہے۔ میں نے بہت کوشش کی کہ سڑک پر تھم جاؤں مگر وہاں پورے تین گھنٹے میں نے مجھے بے بس کر دیا اور جب یہ دیکھی کہ عالم میں گاڑی سے اتر کر کھدے بغیر وہاں کی طرف چل کر آ رہا ہوں۔ رات کے دس بجے ہوں کہ میں نے اپنے آپ کو قبرستان میں پایا۔ خدا کی قسم میں اپنے پاؤں پر چل کر وہاں نہیں گیا تھا۔ بلکہ کوئی تکمیل لے گیا تھا۔ چاندنی رات تھی اور قبرستان پر سناٹا چھا چکا ہوا تھا۔

عروج ماہ ہے اور مقبروں پر
اب کی چاندنی چمکنی ہوئی ہے

میں نے دیکھا کہ (پ) کو باہر موجود ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اس سے پہلے یہ ہوتا کہ وہ پردہ فیصوت ظاہر ہوتی اور مجھے چپ چاپ چھٹی چھٹی میں بے اختیار (پ) کی طرف کھینچا لے دیتا۔ وہ کچھ گھبراہٹ میں صرف دیکھ کر مسکراتی رہی اور اب ایک صاحب ہوا۔

جان نہیں کر سکتا کہ اس ملاقات کا دل پر کیا اثر پڑا۔ آخر میں قبرستان سے نوت آیا اور رات کے ایک بجے شاہین ایکسپریس سے گھر آ گیا۔ رات کو بہت تھکا ہوا ہو گیا اور یہ سلسلہ کئی دن چلا رہا۔ بخار کے دوران کئی بار مجھے (پ) نظر آیا اب وہ تھک چکا اور ذرا آگے لگی ہے۔ ملاقات کا سلسلہ پانچ مہینے چلا۔ یہاں تک کہ انکڑوں نے جواب دے دیا لیکن ایک جس طرح بخار شروع ہوا تھا اسی طرح اپنا یک آخر کیا اور میں چنگا ہوا ہو گیا۔ رہیں صاحب! اب یہ صورت ہے کہ اگر میں اسے لٹے میں ایک آدھ بار دیکھ نہ لوں تو اس کو چاہتا ہوں۔ دل بہت پر سوز ہو گیا ہے۔ اس کیلئے میں چپ چاپ کروں گا۔ جس کی بھڑکانا ہوں۔ روتے ہوئے کئی مرتبہ (پ) نظر آئی۔ اب

صورت یہ ہے کہ کارہا میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔ اپنے قصورات و خطاات میں ڈوبا رہتا ہوں۔ جسمانی صحت ٹھیک ہے۔ البتہ ذہنی سکون غائب ہو گیا ہے۔ والدہ میری حالت سے سخت پریشان ہیں۔ کئی کام میں جی نہیں لگتا۔ جی چاہتا ہے مگر کیا چاہتا ہے معلوم نہیں ہے۔

ہے مرے عالم افکار پر غاب کوئی شخص
مگر اس شخص کا کیا نام ہے معلوم نہیں

شمیم مرحومہ

چند سال قبل جھنگ سے ایک دوست نے یہ سوال لکھ کر بھیجا تھا کہ

آپ اس پر یقین کرتے ہیں کہ مرنے والے سے دور درو ملاقات ممکن ہے؟ بہت سے حضرات سے میں نے یہ سوال پوچھا ان سب نے مجھے بالکل قرار دیا۔ اور آپ کے دوست (مشہور کالم نویس) ایم ایم عظیم صاحب نے تو بالاعدہ مذاقی آڑا لیا۔ میں نے جھنگ والے دوست کو جواب دیا کہ آپ تمام واقعہ لکھ کر بھیجیں تو کوئی رائے قائم کروں۔ واقعہ انہوں نے اس طرح تحریر کیا کہ میں افکارہ سال قبل لاہور کی ایک لڑکی عیم کو نکوش پڑھا تھا۔ ہم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے اور شادی کے قتل قرار ہو گئے۔ پھر مجھے لاہور سے ترک سکونت کرنا پڑی اور میں جھنگ چلا آ رہا۔ لیکن یہ عیم میرے کسی خاص دوست نہ ہو سکی اور جو یہ نہیں ہے کہ میں نے اس سے ملاقات کی

اور شادی کر لی۔ میں اسے بدقولی اور عہد شکنی پر مشرور قرار دیتا تھا کہ مجھے بھروسہ نہ کرنے کی! اب عیم کا حصول کہاں ممکن تھا۔ وہ بھی لاہور میں نکوش پڑھیوں میں بکڑی جا چکی تھی۔ تاہم مجھے اعتراضات کرنا چاہئے کہ شکست مہدی ایذا دھتھ سے ہوئی تھی۔ حضور عیم کا نہ تھا۔ میرا تھا۔ شادی کے بعد ذاتی آزادی خیر نسبی کہ عیم پر دقت میں جھکا ہو گئی ہے لیکن اتنی محبت کہاں تھی کہ اس کی عیادت کو جاتا بہر حال خوش و خوش دتا خوش وقت گزارنا بہا بہا آپ وہ واقعہ سنئے جو مجھے راجعہ بنائے ہوئے ہے۔ میں ایک اور ذکر سے یہ سوچا ہوا تھا کہ ایک آدھ مکمل گئی۔ دیکھا کہ عیم میرے برابر کھڑی ہے۔ حیران کہ یہاں عیم کہاں؟ میں غرق عالم حیرت میں غرق تھا کہ عیم کا مجھ سے ہوا میں تکمیل ہو گیا۔

حریت حیرت کہ

۔ حالات کا سلسلہ سات آٹھ سینے چٹا رہا۔ کمزوری بڑھتی گئی۔ اس کے بعد دوسرے عارضے رونما ہو گئے۔ شفا شقیہ انفس، بے خوابی، بھوک کا نہ ہونا، ہاتھ پاؤں پر دم چڑھ گیا۔ آخر قریب المرنج ہو گئے۔ ہم سب کو ان کی زندگی سے یاس ہو گئی۔ یہی خدمت میں حاضر تھا۔ مستورات نے سورۃ نبین پڑھتی شروع کی کہ احکام قبلہ والد بزرگوار کو ہوش آ گیا۔ بخار بالکل اتر گیا۔ صحت مند ہو گئے۔ بھوک محسوس ہوئی تو شور بہ مچا دیا گیا۔ رات خیریت سے گزری۔ صبح فرمانے لگے۔ پانی گرم کر آؤ میں غسل صحت کروں گا۔ چنانچہ غسل صحت کیا اور دن بھر چار پانی پر بیٹھے لوگوں سے باتیں کرتے رہے۔ تمام شہر میں خبر لڑائی کہ قبلہ چورچی صاحب المہام الیہ میں پہلی کشتہ جو رحمہ دروازہ سے نکلتے تھے۔ اچانک بند درست ہو گئے۔ پھر کیا تھا۔ اپنے اور غیر کچھ کچھ ہمارے گھر آنے شروع ہو گئے۔ ہر کسی سے مصافحہ کرتے اور حال بتاتے ہم نے مارے خوشی کی کی کرے صدمہ کے طور پر طحال کرائے۔ کئی دیکھیں چاؤ کی خریدیں کیں انطراض جاری خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ہم کھتے تھے کہ مرض دور ہو گیا ہے اور والد بزرگوار شفا یافتہ ہو چکے ہیں۔ معمولی سی کمزوری ہے وہ بھی ریش ہو جائے گی۔ وہ بظاہر اسی تندرستی کی حالت میں باتیں کرتے کرتے لیٹ گئے اور آٹا فانا روح نفس مضری سے پرہیز کر گئی۔

اس واقعے کی نسبت معاملہ کیسے کیا یہ حالت کا فاقہ الموت (موت) پہلے آقا ہو جانا کی کیفیت تھی۔ پھر کائنات ابراہیم ہونا کے کہ موت جاری ہونے سے کل تمام امراض خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔ مرثیہ کا فاقہ محسوس ہونے لگا ہے لیکن یہ حالت اس چراغ کی طرح ہے۔ جو تیل سے شمع ہونے پر بجھ کر بجے اور بجھ کر بجے ہو جاتا ہے۔

بجھ کر بجے چراغ بج جب خاموش ہو جاتا ہے۔

یہ بیان ہے جناب غلام حسین چورچی کا اپنے والد مرحوم کے متعلق۔ کیا وہ بڑا صابن بھی موت سے پہلے اسی طرح کا ایک ناقابل یقین طور پر صحت یاب ہو گئی تھی۔ تجھے علی احمد جان کی نانی مرحومہ کے بیان پر شبہ نہیں لیکن ایسے خلاف اصل واقعے کو تسلیم کرنے کے لئے بڑی مضبوط اور ناقابل تردید شہادتوں کی ضرورت ہے۔ تذکرہ غوثیہ بڑا حد ہاتھ کا حضرت غوث ثانی شاہ قلندر (

غوثی پانی پت) کی ایک حکایت غفر سے گزری۔ تذکرہ غوثیہ کے مصنف لکھتے ہیں کہ

ارشاد ہوا کہ

ہم بج کو بلے تو رات سے ایک ہندو جوگی چار بیٹوں سمیت مراد ہو گئے۔ کہنے لگے رات کو ہمارے ساتھ ظہرہ پانچویں ہم سب ایک مہم شالے میں جاوے۔ انہوں نے بیٹوں سے پوچھا کیا کھانا کھاؤ؟ سب نے اپنی اپنی راجت کے مطابق کھانا بتا دیا۔ وہی کھانا موجود ہو گیا۔ پھر ہم سے پوچھا ہم نے کہا جو آپ کھا سکیں گے۔ وہی کھا سکیں گے۔ کہا میں تو سوگ کی دال اور چٹائی کھاؤ ہوں۔ پانچویں ہم نے بھی ان کے ساتھ وہی کھا دیا۔ بات چیت شروع ہوئی۔ تو کچھ کھانا پیہا ہو گیا۔ کچھ تو کھا کر آیا تو میں نے تو جی در خواست کی۔ کہنے لگے کہ تین روزہ ہمارے ساتھ رہو۔ چوتھے روز ہم توجہ دیں گے۔ پھر ہم ظہرہ لگے۔ انہوں نے تین دن میں روزہ (برت) ادا کھوایا۔ پھر توجہ دی۔ واقعی بڑے بردست آدمی تھے۔ ہم بہت سے لوگوں سے ملے اور ان سے توجہ لی مگر یہ تاثیر کسی کی توجہ میں نہ پائی تھی۔ ان کی توجہ سے ہمارا تھکاب گب کے پھول کی طرح مکمل کر قائم ہو گیا تھا۔

ایک دن ان ظلال روح کا ذکر آیا (انتقال روح) یہ کہ روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو جائے۔ کہنے لگے کہ ہاں ہمارا روح ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہو سکتا ہے۔ کیا تم یہ قنایا دیکھو کہ میں نے کچھ سرور دیکھیں گے۔ کہا تمہارا یہ سرور کون سا ہے اور لاؤ گے وہاں ہم ایک سرور دھڑکا لائے۔ رات کے وقت دوبارہ اسے نکال کر بیٹھ گئے۔ ملے ملے کھانے رکھ لیا اور چراغ گل کر دیا۔ سسکی کے کہ دم کچھ کچھ نکلتے آواز آئی بجلی سی چمکی اور ملے میں جان آ گئی ہم نے اس کو پکڑ لیا اور ملے سے باہر شروع کر دیں۔ وہ ملے تو نہ سکتا تھا البتہ اشاروں میں ٹھکرتا رہا تھا۔ پھر ہم نے کہا کہ اچھا اب اپنے جسم میں آ جائے۔ قنایا نہ کچھ لیا۔ تو وہ اسی چمک دک کے ساتھ اپنے جسم میں آ گئے۔ ہم نے کہا یہ بات نہیں کہیں سکھا دیجئے۔ فرمایا چھ روز میں سکھا دیں گے۔ چنانچہ ہم کو وہ سکھانے کے مطابق انتقال روح کا طریقہ سکھا دیا۔ مگر ہم نے چند روز پہلے کے کچھ دیکھ لیا تو اس میں بڑا عجیب تھا۔

مرچو

بر والدین

للاوقاد وبقیہ دو بار ہوگی آٹھ پانچاگ آٹھ کے بعد اس نے جو کچھ بیان کیا وہ نثری سخن کی رنگ آمیزی ہے۔

میں سکو کے بیان سے کس نتیجے پر پہنچا ہوں؟ اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بے شک سکو پر ظاہری موت طاری ہوگئی تھی لیکن اس کے نفس کا ایک حصہ صحیح و سلامت اور برقرار تھا۔ یعنی وہ ایسی بے خبر، بے سواد، بے کار فیند کے عالم میں غرق تھی جسے صرف موت سے تسخیر کیا جاسکتا ہے۔ آخر فیند موت کی چھوٹی بہن ہی تو ہے۔ اس کا بے ہوشی کے عالم میں سکو نے اپنے علم کے مطابق خواب دیکھنا شروع کیا۔ اس کے لاشعور میں موت اور بعد الموت کے بارے میں جتنے تصورات موجود تھے وہ سب کے سب اجڑائے خواب کی فصل میں ابھرے۔ مثلاً جنت (ایسی خوبصورت جگہ ہے جہاں ہمیشہ سچے کچا ہے) کا تصور، فرشتوں کا تصور، عالم ذور، پھر عرش الہی اور عرش الہی پر خدا کی مسند کے سہارے نشست (فانول والا قوہ)۔

تصور ہی تصور ہے وہ دنیا ہے کہ جتنی ہو

اور پھر مزید لاجل ولاقوہ یہ کہ خدا کے پہلو میں "خدائن" بھی جلوہ گر ہیں۔ یہ سب سکو کے لاشعوری تصورات تھے۔ اب بقیہ آج بھن پیدا ہوگا کہ اس کے بازو پر درخیم بھنگا؟ اس سلسلے میں ہم نویں خود (پہلی نظم) سے مدد لیں گے۔ اگر کسی فیند کے عالم میں معمول تو یہ تریب وادیاں جاتے کہ تہار سے آگے گلاب سے شہسوار کو مارا ہو گیا ہے۔ بشرطیکہ حضور کے کس یا دشمن نے اس تریب کو پوری طرح قبول کر لیا ہو۔ تو اس حصہ پر درختم ضرور دیا جائے گا۔

اعجاز وہ ہے کہ سکو پر گہری نویں فیندی طاری ہوگئی۔ اس سے خبر گیری کی حالت میں اس نے اپنے کو خود مشاہدات بعد الموت (مرنے کے بعد جو کچھ نظر آئے) کی ترغیبات دیں۔ مثلاً فرشتے، خوبصورت مقامات، بوری نور، پھر خدا کے سامنے حاضری اور پھر مزید لطف یہ کہ خدا کے پہلو میں خدائن کی موجودگی۔ اس کا عرش سے پھینکا جائے اور پھر اس کا ہوش میں آئے اور زمین پر گر کر زخمی ہو جائے۔

یہ تمام تر تریبات (بجسٹور) سکو نے خود کو دی اور خود ہی ان ترغیبات پر عمل کیا اور پھر وہ ہوش میں

آگئی۔ اس عالم میں کہ دشمن اس کے بازو پر موجود تھا۔ اگر ہم سکو کے معاملے کی عقلی توجیہ کرنا چاہیں تو یہی یا ایسی قسم کی کوئی وجہ قائم کرنا پڑے گی کہ اس تو کھٹکو عصارت ادراج کے بارے میں عبوری تھی۔ اس سلسلے میں متعدد مصفات نے تجربات و مشاہدات پیش کئے چاہئے ہیں۔ مزید تجربات ملاحظہ ہوں۔

نازنین رحیب (مظفر آباد، آزاد کشمیر) لکھتی ہیں کہ

دھبے میں

ایک اور سلسلے آپ کی رضائی کی ضرورت ہے مسئلہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے ہمارے اکلوتے بھائی (جو بہت دن سے لاہور ہیں) کا سراغ نکالنے کے لئے ایک محل کی مرقد ہرایا لیکن ہر بار ناکامی ہوئی۔

وہ محل اس طرح شروع کرتے ہیں کہ ایک شیشے کا گلاس پانی سے بھرتے ہیں اور اس پر ایک تھل سے بھگیا ہوا کاغذ رکھتے ہیں جس کے دو میدان میں سیاہی کا کول دھبا ہوتا ہے اور آس پاس کچھ لکیریں ہوتی ہیں۔ پھر ایک لڑکے کے کہا جاتا ہے کہ وہ اس دائرے اور دھبے کو چمک بچھکائے البتہ مسئلہ نکلتا ہے۔ اب یہ عرض کر دیں کہ کس لڑکے معمول ملایا جاتا ہے (یعنی اس وقت چمک بچھکا کر پھر اس کے کلام سے کلام کر لیا جاتا ہے) اس سے آپ کو یہ آگے جان چھوڑ کر تریبات کے علاوہ پھر اور بس کا استعمال بھی چھوڑ دیا جاتا ہے۔ یعنی چوبیس گھنٹے کئی دو گوشت اور دس پیاز کے نزدیک بھی نہیں جاسکتا۔ جب معمول (سچے) کو گلاس کے سامنے غماز دیا جاتا ہے تو عامل کچھ بڑھتا شروع کرتا ہے۔ پھر وہ بچے سے سوال و جواب شروع کرتا ہے۔ کچھ بیان کرنا شروع کرتا ہے کہ

مجھے ایک میدان نظر آ رہا ہے (یہ سب کچھ عامل کے جھپٹ پر ہوتا ہے۔ اب عامل صاحب کہتے ہیں کہ دیکھو۔ سچے میدان میں چھڑکاؤ کر رہے ہیں۔ پھر آکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کئی ہاں سچہ چھڑکاؤ کر رہا ہے۔ پھر عامل کے کہنے پر فرائض کو ملایا جاتا ہے اور فرائض کو ختم دیا جاتا ہے کہ وہ فرائض بچھا لے۔ پھر کسی کا نقد و گلدان حاضر کرے۔ معمول کو دھبے میں سب کچھ نظر آتا ہے پھر عامل کی

چیت کرتے ہیں۔ (چاکر کھٹ اور ادوار چارہ ڈاکا کل اس سے ملتا جلتا ہے)۔ الف۔ سالار بیجان کرتے ہیں کہ

چند روز قبل حاضرات ارواح کی محفل میں میز کی حرکت کے ذریعے کسی روح کی آواز کا ظلم ہوا۔ ہمارا قاعدہ یہ ہے کہ پہلے کچھ پڑھتے ہیں (یعنی قرآن مجید کی آیتیں) پھر کہتے ہیں کہ اگر کوئی روح ادھر سے گزری ہو تو میر کو حرکت دے۔ جب یہ خود بخود حرکت کرنے لگی ہے تو چھ مل جاتا ہے کہ کوئی روح آگئی ہے۔ پھر معلوم کرتے ہیں کہ کون ہے۔ ہم یہ اسرار نہیں کرتے کہ احوال فلان اور فلان روح ہی آئے۔ اندیشہ یہ رہتا ہے کہ اس طرح زبردستی بلانے سے روح کوئی تکلیف محسوس نہ کرے۔ ہاں ادھر سے گزرنے والی کوئی روح خود بخود آجائے تو ظاہر ہے کہ وہ بخوشی آئی ہے۔ جب نہیں آئی۔ ہاں تو چند روز ہونے کہ حاضرات ارواح کے محفل میں میری بیوی کی روح نکلی ایک آگئی (میز کی حرکت کے کچھ اشارے مقرر کر لئے جاتے ہیں اور ان اشاروں کے ذریعے سوال و جواب کئے جاتے ہیں) ازہجہ مرحومہ کی روح نے ظاہر کیا تھا کہ روحوں کو بھی بھوار پانی لینے میں کوئی ہرج نہیں۔ اس میں انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ پچھلے دنوں ایک روح آئی۔ اس سے کہا کہ ظان روح کو بلاؤ۔ وقت مقرر کیا گیا۔ مقررہ وقت پر مطلوبہ روح حاضری میں آئی۔ اس کا دوسرا اہل وساطت نے اس کے دوستوں اور رشتہ داروں کی روحوں کو بلا دیا۔ ایک ہر کی حرکت ٹوک جائے تو مجھ پرانا چاہئے کہ روح اپنے اہل و عیال کے ساتھ چلتی ہے۔ کسی طرح یہ پیام ملتا ہے کہ سب اب جانا پاتی ہوں۔

آپ کی معلومات کے لئے عرض کروں کہ ہماری ڈیڑھ می میں ہر جمعرات کو ایسی بھینٹی بھینٹی خوشبو آتی ہے کہ روح تک محک جاتی ہے۔ اکثر روحوں نے بتایا کہ ہم ہمارے ساتھ گھروں میں جاتے رہے ہیں اور ہمارے عزیزوں کے حال سے غافل نہیں رہے۔ یہ بھی بتا دیا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہر روز فلان چڑھ کر اس کا ٹوبہ تمام دوستوں اور رشتہ داروں کی خدمت میں بخش دیتا ہوں۔

مکرہ حاضرات کی فضا اور ماحول کے بارے میں ڈاکٹر غلام بیانی برق ڈاکٹر کرگن کی

حوالے سے لکھتے ہیں۔

1908 میں مجھے نیپال جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں مجھے بتایا گیا کہ ایک عورت جو ساہیہ کو فضا میں نہیں صورتیں نظر آتی تھیں۔ چنانچہ میں چند اور احباب کے ساتھ اس سے ملنے گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ نہیں انسانوں میں ہر وقت گھری رہتی ہے اور اس کے کمرے میں ہمیشہ ان کا جھوم رہتا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہمیں بھی دکھائیے چنانچہ ایک غالی میز کمرے کے وسط میں رکھی گئی۔ جو ساہیہ اس میز پر بیٹھ گئی۔ تھوڑی سی دیر کے بعد میز میں سے ایک گز بلند ہو گئی اور پھر آہستہ آہستہ آگئی۔ اس کے بعد میز پر سوار رکھ دیا گیا جو خود بخود بیٹھنے لگا۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو فضا میں انسان نظر آنے لگے۔ ایک میرے قریب آیا۔ میں نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملا دیا۔ اس کا ہاتھ میری گرفت میں چھلک ہو گیا

حاضرات ارواح کی نقشبت مولو شام کے بعد ہوتی ہیں جن میں دس سے لے کر پندرہ افراد تک شامل ہوتے ہیں۔ روشنی کم کر دی جاتی ہے۔ ساز چھیڑ دیئے جاتے ہیں۔ مولو اسی کے گیت گائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد ارواح کو طلب کرنے والا آدمی ایک کرسی پر بیٹھ کر انھیں سنا لیتا ہے اور اپنی ہر توجہ عالم ارواح پر جماتا ہے۔ مدت رفتہ اس پر بے خودی سی طاری ہو جاتی ہے اس عالم میں کبھی ان کے کھڑے ہونے کا کوئی اشارہ آتا ہے۔ ان کے گیت ہیں۔ اس کی ایک نقشبت میں تھیں جو تحریک کا مستار رہنا اور شہد کتبوں کا معنی لیل میٹر بھی شریک تھا۔ وہ اپنی کتاب The Pathand The Masters میں لکھتا ہے کہ

مکرہ حاضرات ارواح میں نقشبت کے وقت ایک پادری کی روح آئی۔ اس سے حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

آپ کون ہیں؟

میں فلان پادری ہوں۔

آج کل آپ کہاں ہیں؟

میں عالم ارواح کے بہت ترین طبقے میں بیٹھ رہا ہوں۔

کے بعد انہوں نے بتایا کہ میں نے دیکھا اور وضہ ہوئی میرے سامنے ہے اور وضہ مبارک سے گزر کر جو ہوا آتی ہے وہ خوشبو دس سے لہی چھندی ہوتی ہے۔ ش کا بیان ہے کہ اس نے وضہ مبارک کی جالیوں کو چومنے کی کوشش کی اور غصہ میں چند ارجحوں میں کھڑے ہو کر وضہ پیا۔ اس کے بعد غانہ کہہ کا جلوہ نظر آیا۔ دیکھا کہ وہ کچھ اچھی سیست بیت اللہ کا طواف کر رہی ہیں۔

بچے پہلے خوشبو کے وجود سے متکرتے، اب تامل ہو گئے ہیں۔

نذر امام چہ چہ کی اور ان کے بچے حیران ہیں کہ یہ میری خوشبو میں کہاں سے آتی ہیں۔

ہوائے صبح نہ جانے کہاں سے آتی ہے

بچل رہی ہے فضا میں اک ایشی خوشبو

نذر صاحب کی اہلیہ کے ہاں کپڑا حرف "ش" (شیم) ہے اور شیم کے معنی خوشبو کے ہیں۔

شیم گل ایسے سڑکس کو اس آتی ہے

یہ تو لین گل سے ملی کہاں کے لئے ؟

ہاں تو یہ خوشبو کہاں سے آتی ہے؟ آئی ہے اس پر بھی غور کرتے چلیں ہم جتنے معمولی یا غیر معمولی

تجربات سے دوچار ہوتے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واقعہ اور تجربہ وہ جو باہر چٹا آتا ہے

۔ دوسرا واقعہ جو ہمارے اندر چٹا ہے۔ مثال کے طور پر گلاب کا پھول سوگنا ہوں اس کی خوشبو

ناک کے آگے آتی ہے۔ دماغ تک پہنچتی ہے اور اس شاندار خوشبو کے ذریعے دماغ کے دوسرے حصے تک پہنچتی ہے۔

دماغ تک پہنچتا ہے۔ دوسری خوشبو وہ ہے جو دماغ کی بیرونی دہلیز کے بغیر سوگنا لیتا ہے۔ اس

اندرونی خوشبو کے لئے کسی گلاب کے پھول یا مصلیٰ شیشی کی ضرورت نہیں ہے۔

مشام جاں معلول جس کی بو سے بڑھتا ہے

نہیں معلوم اس حیف کہ نسبت کس وطن سے ہے

روایت ہے کہ حضرت یعقوب نے ہوائے حضرت علیہ السلام کی خوشبو سوگنا کی تھی۔ ایک

خوشبو وہ جس کے سرخ شے یا سرگز کا پتہ ہوتا ہے۔ دوسری خوشبو وہ ہے جس کی اصلیت نہیں کھلتی

کہ کدھر سے آئی اور کہاں ملی گئی۔

دل سے یا گستاخ سے آتی ہے

ان کی خوشبو کہاں سے آتی ہے

انسانوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ جو احساسِ غم کے معروضی (بیرونی) تجربوں کو بیرونی

وضاحت اور شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہیں۔ دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو بیرونی تجربوں

سے زیادہ نفس کے اندر درخشاؤں والے واقعات سے دلچسپی رکھتے اور ان میں فرق رہتے ہیں۔

انہیں گلاب کی خوشبو سوگنا کر اتنی خوشبو محسوس ہوتی ہوگی۔ جتنی خوشبو کسی محبوب کی یاد سے محسوس

ہوگی۔ اس قسم کے لوگوں کو نفسیات کی اصطلاح میں واسطہ یا Medium اور معمول محاسن یا

Sensitvi کہتے ہیں۔ نفسیاتی معمول حواس کے اعتبار سے معروضی Objective سے زیادہ

معروضی ہوتا ہے۔ یعنی اُسے باہر کے مقابلے میں اندر سے زیادہ دلچسپی ہوتی ہے۔ کسی شخص کے

معروضی یا معروضی ہونے کا انحصار دماغ کی ساخت پر ہے۔

آف آدی کا دماغ کیسا جو باہر کتنا بڑا گلوب ہے۔

حرم میں معرفت کر دگار پر تھی نزاع

صدائے ابر سے آئی کہ آدی کیا ہے ؟

ایک شخص کی اس طرح کی آسانی دماغ کی طرف اور دماغ میں اس کی طرف سے

دماغ افحاش جزو ان کا ایک ایسا آلہ ہے جہاں اتنا خون خود بہہ کر رہتا ہے۔ ایک ہیذا الکثیر

نیکیل پائٹ ہے جو 62 ہزار میل لمبے رگ جھلیوں میں توانائی کی مقدار میں بے گناہ ہے۔ دماغ

کے کروڑوں دارنگہ شکل اور موصلاط کے ذریعے ہیں۔ دماغ ایک ایسے لمبی فونی نظام کی

حیثیت رکھتا ہے جو ہر سال انسانی اوسط عمر تک کی اور ہر ہنگ کے بغیر کام کر سکتا ہے۔ یہ دور بین کا

کام بھی کرتا ہے اور درویش کا بھی۔ اس کا کام رکھنا رکھنا بھی ہے۔ ہر جزو گنا بھی ہے۔ صرف

بیک فٹن دماغ اور بہت کچھ ہے۔ یہ مرکز حکومت ہے پارلیمنٹ ہے یہ عدالت عالیہ ہے تجارت گاہ

ہے پائیس کا خانہ ہے۔ ٹیلی فون ایکسچینج ہے، عبادت خانہ ہے، خون لیفہ کی نمائش گاہ ہے، آدھ

تیکری ہے، کتب خانہ ہے، جھیر ہے، دروازہ گاہ ہے، سنٹرل فائلنگ سسٹم ہے، کچھوڑ ہے، یہ تو ہوا

مرچو

ایک شخص کی اس طرح کی آسانی دماغ کی طرف اور دماغ میں اس کی طرف سے

ہے۔ اس کے دلدار کی تنہا شدہ ہے شہدے تر ہوئے گئے ہیں۔ جدائی کے زمانے میں جھوک پلاس ختم ہو جاتی ہے۔ کام سے ہی اجاٹ ہو جاتا ہے۔

دوسرا سوال آپ نے یہ کیا تھا کہ میں نے "پ" سے کتنی بار ملاقات ہو جاتی ہے تو جناب امرض یہ ہے کہ میں نے بھی دو بار بھی چار بار مرحوم سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ پچھلی مرتبہ آخری ملاقات چھ دن ہوئی تھی۔ یہ ایک مہینے میں تیسری ملاقات تھی۔ ملاقات کے بعد میری کیفیت عجیب ہو جاتی ہے۔ رنگ سیاہ پڑ جاتا ہے۔ آنکھیں اٹل پڑتی ہیں۔ پیسے میں پڑ جاتا ہوں پھر ایک آدھ دوڑ کے بعد حالت درست ہونے لگتی ہے۔ یہ ہے میری زندگی پر مرحوم کا اثر۔ ویسے میری صحت اب پہلے سے بہتر ہے۔

تیسرا سوال یہ تھا کہ یہ پتھر یوں ہی پلٹے دیا جائے یا ختم کر دیا جائے۔ تو گزارش ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو، مجھے اس پریشان کن صورت حال سے نجات دلا دیجئے۔ میں آج تک "پ" سے ٹھٹھکی نہیں کر سکا۔ اس نے ٹھٹھکی ابھاری۔ "پ" کو کیے کر میری زبان ٹھٹھک ہو جاتی ہے۔ وہ صرف سکرانی دانتی ہے میں اس سے سوال و جواب کرتا نہیں چاہتا۔ نجات پانا چاہتا ہوں۔ کیا آپ میری اس مسئلے میں کوئی مدد کر سکتے ہیں؟ انکس صاحبہ! میں زندگی چاہتا ہوں پر سکون زندگی! میں شرمناک سکون کو بھی چاہتا ہوں۔ یہ وہی وہی ہے جو خدا تعالیٰ نے ہر مخلوق پر عطا فرمائی ہے۔ میں نے دوسرے خط میں اپنے چار حالات لکھے ہیں۔ مثلاً "پ" سے ملاقات کے بعد رنگ سیاہ ہو جاتا۔ آنکھیں اٹل پڑتا، پیسے پینے ہو جاتا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کوہِ گداؤ کے اصحاب مرحوم سے ملاقات کے جھٹکے کو برداشت کرنے کی صلاحیت کھوٹے پلے جا رہے ہیں۔ یہ صورتحال تشویشناک ہے۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ شرمخ کی رنجش کو اکثر کے مشورے سے دھن ب استعمال کریں اور گھوڑی (کرڈاکٹر کا مشورہ ضروری ہے) جب تک اصحابِ معبود نہ ہوں گے۔ لیکن نہیں کرش۔ رنج اس خالقِ نعمات و رحمان کن اور ناقابلِ تہنہ تجربے سے لطف اندوز ہو سکیں۔

دنیا کچھ بھی کہے تھیں کہ قصور کچھ ہی کیوں نہ ہو دیکھنا یہ ہے کہ جس شخص کا یہ بیان ہے اس کا

حال کیا ہے؟ مرضِ قلبی ہو یا خیالی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر مریض اسرار کر رہا ہے کہ میں بارہوں تو میں اس سے قول کو تسلیم کر کے علاج شروع کر دیتا چاہئے۔ تسلیم کر لیجئے کہ شرمخ کی آنکھوں کے سامنے برسوں پہلے کی وفات یا "پ" ظاہر ہوتی ہے۔ یہ بحث ہی فضول ہے کہ وہ فریبِ حواس و فریبِ خیال اور فریبِ تصور میں مبتلا ہیں۔ میرے اور آپ کے جھٹلانے سے شرمخ کی ذہنی حالت بہتر نہیں ہو سکتی۔ مقصد یہ ہے کہ جو جوان اس ذہنی کرب سے نجات پاجائے۔ خیر میں نے شرمخ کی تمام کیفیتوں پر غور کرنے کے بعد انہیں لکھا کہ

تم اس معاملے پر اس طرح غور کرو کہ تمہاری خالہ زاد بہن "پ" جو تم سے بچپن میں منسوب کر دی گئی تھی تم پر بار بار اس لئے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ تم سے کچھ کہتا جانتی ہے۔ شاید کوئی پیغام ہے جو تم تک پہنچانے کے لئے وہ ہے قرعہ ہے۔ ایک بات یاد رکھو کہ میں معلوم ہے اور ہم سب کا عام تجربہ یہ ہے کہ شب میں سوئے وقت ہماری جروانی و ذہنی اور نفسیاتی کیفیت ہوتی ہے سونے کے بعد اسی کیفیت کے خواب نظر آئیں گے۔ مطلب یہ کہ شہدے کے نقل خیالات کی جبروت ہمارے ذہن میں چل رہی ہے۔ شہدے ظاہری ہونے کے بعد خیال کی وہی درخواب میں تبدیل ہو جائے گی۔ یعنی جانتے کا خیال سوئے میں خواب بن جائے گا۔ ذہن اسی ڈگر پر چلا رہے گا جس پر پہلے چل رہا تھا۔ نیند اور موت بڑا واس نہیں ہیں۔ نیند کو چھوٹی موت کہتے ہیں اور موت کو بڑی نیند۔ مرتے وقت انسان کو چھوٹی موت کا لگنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد اس کا انتقال ہوتا ہے۔ اس کا انتقال ہوتا ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔

چہرہ رونا ملا میرے چہرے پر دوا دوا غزو

یعنی بادِ قمار ہے تو بادِ قادی جائے گا اور یہ دقتی کے عالم میں جان دی ہے تو خواب مرگ سے چمکنے کے بعد یہ دقتی ہی اس کا شعاع ہوگی۔ پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ دوسری دنیا ہے کیا؟ دوسری دنیا! عالم مثال اس دنیا سے مختلف نہیں ہے۔ وہ بھی ایک طرح مادی ہی ہے۔ فرق یہ ہے کہ اس کی ساخت لیا و لطیف ہے۔ اس لطیف دنیا میں جب انسان پہنچتا ہے تو اس کی ذہنی و مادی اور نفسیاتی کیفیت میں کوئی بنیادی تبدیلی واقع نہیں ہو جاتی۔ جسم کی موت انسان کو نہیں بدلتی۔ صرف جگہ بدل

مرچو

پر

دیتی ہے۔ یعنی وہ گوشت پست کے بجائے زیادہ لطیف لباس ادا کر لیتا ہے۔ البتہ رہتا وہی ہے جو تھا جیسا تھا۔ موت درحقیقت تبدیل لباس کو کہتے ہیں۔

دیکھ اے لباس تنگ و جود و پیکر کہ ہم
تنگ برنگی سے تنگ پیش ہو گئے !

دوسری دنیا میں بھی آدمی وہی رہتا ہے جو پہلا رہا ہے۔ وہی کرتا ہے جو کرتا رہا ہے۔ اطراف قبر کے اس پار دنیا میں بسنے والی مخلوق میں اس کی ذاتی ساخت 'خواص' 'تفانی' اور آرزوئیں قریب قریب وہی رہتی ہیں جو مرنے والی لباس بدلنے سے قبل اسے بے قرار رکھتی تھیں۔ "پ" کی ذاتی کیفیت یہ ہے کہ وہ اب تک اپنے کوئی - ج - کی بحیثیت سمجھتی ہے اور چونکہ اس کی معنی مرحوم کی موت کے بعد باسوازا بہن سے ہو گئی ہے۔ اس لئے مرحوم کی بے قراری اور جذبات کے اضطراب میں شدت پیدا ہو گئی اس کے بار بار ظاہر ہونے کا سبب بھی یہی ہے۔ جس طرح اکمل انسان اس دنیا میں غیر قدرتی زندگی بسر کرنے پر اصرار کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری دنیا میں بھی "ایب" ڈائل "لوگوں کی کمی نہیں۔" "پ" عالم مثال کی ایب ڈائل لڑکی ہے اور اس معنوی ایب ڈائل لڑکی کا نفسیاتی علاج ضروری ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ

مرچو

اے مالک انفسانی علاج

وفاقت پائی ہوئی نفسانی مریض کا علاج کس طرح ممکن ہے؟ عرض یہ ہے کہ مردوں کا پتہ کس بھی ایسی طرح علاج نہ ہو رہتا ہے جس طرح زندہ کا علاج کے معاملے میں زندہ اور مرد و یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ گوشت پست کے جسم کی تباہی بکھر جانے کے معنی یہ نہیں کہ نفس بھی بکھر گیا۔ "پ" کے معاملے پر اسی انداز سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

مردہ انسانوں سے سوال درجواب کے سلسلے میں آٹھ ایک رانگہ یا خود کا تجربہ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ خود کا تجربہ کا طریقہ ایک مرتبہ عرض کروں۔ گوشت تنہائی میں چائیٹھے۔ آنکھیں بند کر کے ناک کے دونوں سوراخوں سے آہستہ آہستہ۔ آہستہ آہستہ۔ گہرے گہرے سانس اندر کھینچنے اور

اسی آہستگی کے ساتھ باہر نکالنے۔ اس طرح سانس لینے سے آپ کے اعصاب پر ایک خواب میر کیفیت طاری ہو جائے گی۔ یعنی بے خودی اور ذوق جانے کی حالت۔ سانس کا مکمل اگر غالی پینٹ کیا جائے تو اس کے فوائد میں دس گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ ناک کے سوراخوں سے گہرے گہرے سانس لینے اور خارج کرنے کے بعد قلم کو اپنے ہاتھ میں پکڑ لیجئے۔ سادہ کاغذ سامنے ہو۔ یہ تصور کیجئے کہ داہنا ہاتھ بالکل بے جان ہے۔ اس میں قطعاً حس و حرکت اور قطعاً جنش و گردش نہیں ہے۔ اس کے بعد یہ تصور کیجئے کہ "پ" آپ کے قریب ہے جہن میں کہیں ہے کہ اس تصور کے ساتھ ہی قلم از خود آپ کے قصد اور اختیار اور ارادے کے بغیر ہی کاغذ پر پھلے گئے۔ اور کوئی عبارت تحریر ہونے لگے۔

فرض کیجئے کہ ایسا نہیں ہوتا۔ قلم کاغذ پر نہیں چلا۔ ہاتھ جنش میں نہیں آتا۔ اس صورت میں خود بے مقصد سوچنے لگے۔ کچھ ایسے کچھ کاغذ پر قلم چلانا لگے۔ بہت سے حضرات کا تجربہ ہے کہ بعض اوقات فری رائنگ کرتے ہوئے انہیں احساس ہوتا ہے کہ ان کا ہاتھ کسی ناچیز و طاقت کی گرفت میں ہے۔ اور ان کے قلم کو کوئی ناچیز و طاقت حرکت دے رہی ہے اور نہ جانے کیا کھوار ہی ہے۔ شرج رخ خود کا تجربہ کے ذریعے "پ" سے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس کی وصیت کیا ہے؟ وہ کیا کھوارا چاہتی ہے۔ کیا بیٹا ہو رہا چاہتی ہے۔ میں کہیں ہے کہ "پ" اپنے آقا کے کی قوت سے آپ کے قلم کو حرکت میں لائے اور جو کچھ چاہتی ہے وہ آپ کے قلم کے تصور کے فری رائنگ کا طریقہ نفسیاتی علاج کا معمول اور ایک آزمایا ہوا اصول ہے۔ خود کا تجربہ کے ذریعے صرف زندوں کا نفسیاتی علاج ہی ممکن نہیں مردہ نفسیاتی مریضوں کی املاک بھی ممکن ہے۔ جس طرح سے خاک کی جسم رکھنے والے لوگ ذاتی انجمنوں میں جتا ہوتے ہیں۔ اس طرح خالص نفس والے لوگ یعنی ماہمہاد مرد سے بھی طرح طرح کی جذباتی پیچیدگیوں سے دوچار ہو سکتے ہیں۔ "پ" کی نفسیاتی پیچیدگی یہ ہے کہ اس نے اب تک موت کی تبدیلی کو قبول نہیں کیا۔ موت سے انسانی وجود میں صرف اتنی تبدیلی واقع ہوتی ہے کہ وہ جسم سے آزاد ہو کر نفس بخش بن جاتا ہے۔

جان کو سواری اور روح کو سوار کر دیا ہے۔ جان کے سر جانے سے روح کو جانے سے خود کو کھینچنا نہیں چاہتا، صرف یہ ہوتا ہے کہ روح کا ایک حصہ اگر کم ہو جاتا ہے۔ یعنی بیٹا اور مولا اور دم کا بیان بھی یہی ہے۔ یہ اجازت میں روح کی ترقی کی آخری حدود پر پہنچا ہے۔ بس ان کی ترقی اور نشوونما یہیں تک ہے۔ انسانی روح پر روح کل جان کا نکلتا ہے حقیقت مطلق کا پتہ جس طرح ہوتا ہے جس طرح آہٹے میں آفتاب کا کھسکا۔

جہاں تک ”پ“ کا تعلق ہے تو کسی اندرونی کشش کی بنا پر وہ اب تک زمین سے جڑی ہوئی ہے۔ اور بار بار اچھے نتیجے پر ظاہر ہوتی ہے۔ اس قسم کی دروجوں کو ”زمین بستہ دروجیں“ کہا جاتا ہے۔ یعنی دروجیں جو سرے کے بعد عالم مثال کے پہلے طبقے میں بھی داخل نہیں ہوا کرتیں۔ اس کا سبب ان کی ذاتی کمزورتی اور روحانی پختہ نہ ہونے کا بعد بہت سے لوگوں کے ذہنی رشتے دنیا سے برقرار رہے ہیں اور دور ہوتے آتے مضبوط ہوتے ہیں کہ بار بار انہیں عالم والا سے کھینچ کر بقیت میں لے آتے ہیں۔ یہ رشتے محبت کے بھی ہو سکتے ہیں، ذلت کے بھی ہوں گے بھی انتظام کے بھی۔ البتہ بعض افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جو ایسی زندگی میں عالم ارواح کی شہرت و اعتبار کے لیے ہیں۔ یعنی ان کا جسم تو خاکی انسانوں کے درمیان رہتا ہے اور روح عالم مثال کی سیر کرتی رہتی ہے۔

مصر میں ولد محمد بن عبد اللہ بن علی بن ابی طالب کے والدین کے بعد عرض ہے کہ میں کئی سال تک اس کی خبر پر پردہ ہوا ہوں۔ چنانچہ پیش روئی میں مدت 24 سال تک رہے ہیں۔ یہی فتنی زندگی کس طرح گزری۔ اس کا اعجاز و ہر وہ قصہ لگا سکتا ہے جس نے کچھ وقت فوج میں گزارا ہو۔ دل بہت مضبوط ہے۔ خاندان بھر میں سخت دل اور سنگدل مشہور ہوں۔ کھیر کے کھانچ پر لڑا ہوں۔ بڑوں والٹیں دیکھی ہیں۔ خبر 65ء کے جہاد میں چڑھے (سیالکوٹ) کے معرکے میں شریک تھا۔ بے شمار کشتوں سے گزر رہا پندرہ گھنٹہ خونریزی سے مقابلہ بدلتو م سے راجعت راٹھلکا فوراً روک رہے والا ہوں۔ چنانچہ سخت جرات انگیز واقعات نظر سے گزر چکے ہیں لیکن جو واقعہ درج ذیل ہے نہ کچھ خاص تھا نہ اس واقعے کے سلسلے میں آپ کو تکلیف دے رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ میری دفرامیسی گے۔ مولیٰ علیہ السلام کے معافی چاہتا ہوں۔ تعلیم ہندوستان میں اگر بھی نہ کی

قمری جماعت تک پاؤں ہے۔ گھنے کے سلیقے سے واقف نہیں۔ بس چھ چھ حالات ہیں دیکھے کہ
دے دیے ہیں۔

عبد الشکور مرحوم

میرے تئیں بھائی ہیں۔ میں سب سے بڑا ہوں۔ مجھ سے چھوٹے عبدالرشید، اس سے چھوٹے عبدالغفور اور سب سے چھوٹے عبدالغفور ہے۔ یہ دو عبدالغفور کے حقائق ہیں جو اب مرحوم ابو جعفر کے قصہ کو لیا ہے۔ خاص خاص باتیں عرض ہیں۔

آج سے ایک سو پانچ سال پہلے عبدالغفور مرحوم کی عمر تقریباً چار دہائیوں کی تھی۔ وہ روزی کا کام سیکھنے کے لئے صدر چارچا کرتا تھا۔ ہم لوگ خدا داد کا کوئی شیہہ نہیں رہے تھے۔ ایک سال تک عبدالغفور مرحوم کا تھکائی سے کام چارچا کرتا رہا۔ پھر اچانک اس میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہوئی شروع ہوئیں۔ وہ عقرب کی ایک لائن سے آگے میں ڈھٹا اور صدر میں آ کر آتا رہا۔ ایک سال بعد ہی ہونے لگا کہ عبدالغفور اس موڑ پر جہاں گریجنگ کی دیوار کے قریب جٹ لیٹتا لائن سے آنے والی سڑک عقرب کی ایک لائن کے سامنے سے ٹٹتی ہے۔ ہر گھبراہٹ کر آتا اور سوسائٹی کے قبرستان میں چلا جاتا اور وہیں گریز کرتا۔ ہمیں جب اس کا علم ہوا تو ہم نے غصے کی آواز اٹھائی کہ اگر عبدالغفور نے بتایا کہ جب میں قبرستان میں آتا ہوں تو کوئی ٹھیل تو مجھ سے کہتی ہے کہ کھانے سے کھڑے ہو کر آئے ہیں اور سوسائٹی کے قبرستان چلے!

عبداللہ رحمہ اللہ کی کبھی کبھار میرے ساتھ ایک ذرا عرصہ ہے۔ مگر میں کبھی نظر نہ آتا۔ لیکن کبھی کبھار کچھ کس کی بات کو نظر انداز کر دیتے۔ حضرت رحیم امین تو بات کا خاکل نہیں۔ میری ساری عمر جنگوں اور پیڑاؤں میں گزری ہے۔ آج کل کچھ چھٹی پر ہوں۔ فرض اسی طرح تین سال گزرے اور عبداللہ رحمہ اللہ کی حالت میں اور تہہ پٹیاں ہوئیں۔ اب وہ اچانک جنگی جنگی باتیں شروع کر دیتا۔ حضرت علیؓ کا طلیہ لگانے لگتا۔ کبھی کبھار آج میں شیر خدا کے حضور گیا تھا۔ کبھی کبھار کرم حسین کے تھے کبھی کبھار کاوانا۔ اسے ہم جانتے ہیں۔ والد صاحب حافظہ قرآن ہیں۔ ان کو احادیث کرتے ہیں۔

لوگ دیتا کہ یہ لفظ ایسے نہیں دے دیے ہیں (جب کہ مرحوم باگل ان پر دھکا) مگر یہ بات شروع ہوئی کہ وہ رات بھر غائب رہے گا۔ چھوٹا بھائی عبدالغفور بھیچا کہ تو وہ سوسائٹی کے قبرستان کے کونے پر اچانک غائب ہو جاتا۔ بھر پور کوشش کے بعد نظر نہ آتا۔ ایک رات ایسا ہوا کہ پولیس نے اسے قبرستان میں کھڑا اور قہانے میں جا کر بند کر دیا۔ سچ گوشتی نے جا کر پھڑپھڑا کر والد صاحب نے کئی بار اسے کمرے میں بند کر کے ٹالے لگا دیئے۔ صبح دیکھا تو ٹالے کھلے پڑے ہیں اور عبدالغفور غائب ہیں۔ وہ وہ دور اور احترام میں رہتا تھا۔ بروز روز کو مقرر خوشبو لگاتا۔ پھولوں کو ہر وقت ہاتھ میں رکھتا۔ قول میں جاتا تھا اس محرم میں شرکت کرتا۔ سیلاڑوں میں بڑے شوق سے حصہ لیتا۔ عبدالغفور میں کم سن کے باوجود بڑی جرأت پیدا ہو گئی تھی۔ مولا تا۔۔۔ کا دھکا اور ہاتھ مار عبدالغفور اٹھا، ایک لڑکے سے کہہ کر پچھو گیا اور کاغذ کا وہ پرچہ ادا کر کے پاس بھیج دیا۔ پرچہ پر تحریر تھا۔

تائیے! اعدائے مجھ عبدالغفور کو کس مقصد پر قہت پیدا کیا ہے؟

مولا نے یہ چہ پڑ کر کہا کہ جس کا یہ سوال ہے وہ کھڑا ہو جائے یہ کھڑا ہو گیا۔ مولا نے کہا کہ اٹھنے والے انسان کو ہدایت اور انسانی حقوق کی ادائیگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس پر عبدالغفور نے کہا کہ مولا صاحب! اگر میری جگہ کسی مل جلے ہوئے شخص پر کرنا تو کیا فرق پڑتا؟ وہ جب بھی کوئی چٹکنی کرنا چاہتا ہے، بھرتی ہو کر کھڑی ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کے ہاتھوں میں سب سے پیچھے وہ پہنچتا ہے۔ کسی کے ہاتھ کی کوئی چیز نہ کھاتا سچی کمر کا کھانا کھاتا چھوڑ دیا۔ کئی کئی روز اس کی گھرانی کی گئی اور یہی دیکھا گیا کہ وہ قہت سے ہے۔ تاہم اس کا پھر وہ شاش پاش رہتا۔ اس زمانے میں تارے گھر کی یہ حالت تھی کہ روپیہ بڑھ رہا تھا۔ بڑھتا جا رہا تھا۔ بڑھتا جا رہا تھا۔ 6 جون 1969ء کو گوج میں بڑے بستر پر لیٹ گیا کہ مجھے بخار ہے۔ ہاتھ لگا کر دیکھا تو تھار کا دور دور تک پہنچ نہ تھا۔ پڑوسیوں کو بلا کر معافی مانگی کہ اب ہم چند روز کے مہمان ہیں۔ میں فوج سے دو مہینے کی چھٹیوں پر آیا ہوا تھا۔ میں نے عبدالغفور کی یہ حالت دیکھی تو کہا کہ یہ بھانے چھوڑ دو اور کوئی کام کرو۔ دو سال سے اس نے روزی کا کام چھوڑ دیا تھا۔ بیکار پھرنا تھا۔ دار و دار نہ تھا۔

12 جن کو ہم اسے جناح اسپتال لے جانے گئے تو کہنے لگے کہ بھائی جان! ہم تو کل جا رہے ہیں! ادا جتنا زور کھلی جگہ میں پڑھا۔ مجھے قصداً کیا اور میں نے اسے کافی سخت کہا اس لئے کہ وہ بھائی کی طرح بیمار نظر نہ آتا تھا۔ اسپتال میں ڈاکٹروں نے اس کا معائنہ کیا تو باگل ٹیک ٹھاک پٹا اور باگل ٹک کا کارڈ دے دیا۔ ہم عبدالغفور کو واپس لے آئے اور شام کے چار بجے صبح صبح اس کی طبیعت خراب ہوئی۔ لوگوں کے کہنے سے چند ہی دن اور عالموں کو بلایا۔ ان میں حیدر آباد کا لونی کے۔۔۔ صاحب بھی شامل تھے لیکن یہ لوگ جی جی اس کے سامنے آئے۔ گھبرا کر بھاگ کمرے سے بے کوشش کے باوجود دھڑکے۔ عبدالغفور کو بخار تھا اور صرف آنکھوں میں غیب اور مہیب چمک پیدا ہو گئی تھی۔

میت ناک چمک

ایسی چمک میں نے زندگی میں نہیں دیکھی۔ اس عالم میں کوئی مرد اور عورت عبدالغفور کو دیکھ کر آکھ نہیں ملا سکتا تھا۔ اس چمک کو دیکھ کر دل میں خوف کی لہر اٹھتی اور یہ لہر بڑھ کر بڑی میں دوڑ جاتی۔ میں اپنے فونی رسالے میں ضرورت سے زیادہ ڈر لکھا جاتا ہوں لیکن یقین کیجئے کہ میں اپنے چھوٹے بھائی عبدالغفور کی حالت کو دیکھ کر ہلکا ہوا ہوں۔۔۔ امیں

آج بھی حالت یہ ہے کہ اس چمک کا تصور کرتے ہی ہمارے خوف کے در کھٹا دھکا کھڑا ہو جاتا ہے۔ غیر عرض کرنا یہ ہے کہ شام کو سات بجے اس نے بچوں میں چپے تھیمے کے اور 13 جون بروز جمعہ صبح چار بجے اس کا انتقال ہو گیا۔ رئیس صاحب امیں اپنے پیارے بھائی کے لئے کچھ نہ کر سکا۔ اس کا مرض بیماری تھی میں آیا نہ ڈاکٹروں کی۔ جی وصال تو اس کی شکل دیکھ کر ہی فرار ہو گئے تھے۔ غصہ یہ کہ اب لوگ اس کی قبر پر جا کر پھول پڑھا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہاں جا کر جو دعا مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ عبدالغفور کی موت کے بعد سے والد صاحب کو کڑا نہیں۔ وہ اس راز کو جانا چاہتے ہیں جن پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ رئیس صاحب آپ چھ بھائیوں والے اور دو لڑکے والے ہیں میں نہایت لاجت سے گزارش کرتا ہوں کہ جہاں تک آپ کے اقتدار میں ہے اس سلسلے میں آ

تھاس کی دلیل ہے کہ اس کی دنیا کا ہونا ہے بالکل مختلف تھی۔ آنکھوں کی غیر معمولی چمک دمک اس کے روحانی جوش و خروش کی علامت تھی جو اس مرحوم کے لمس میں لوہے لے رہا تھا۔ مجدد الشوری کی تیار کی کسی کی کبھی میں نہیں آئی نہ آ سکتی تھی کیونکہ وہ حقیقت اس کا جسم تیار تھا ہی نہیں ایک نادیہ وقت یا درود تھی جو اس پر سایہ کے ہونے تھی۔ یہی عجیب وقت اسے اپنے ساتھ لے گئی۔ یہی بات ہے کہ اس کی زندگی بھی راز تھی اور موت بھی۔

سکھان : اختر حلیم را

ہر زمان از غیب چائے دگر است

عبدالشوری جسم کے لوگ حضرات اراک کے مستقل وسیلہ یا مہیم ہوتے ہیں۔ روحانی مہلوں میں معمول پر ڈوب جانے کی جو کیفیت طاری ہوتی ہے وہ درحقیقت جذب ہی کا ایک درجہ ہے۔ نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت S.C.T کی تمام مشقیں اگر پابندی کے ساتھ کی جائیں تو ذہن پر جذب و خود دہی کی حالت طاری کر دیتی ہیں اور اسی حالت میں تمام غیر معمولی مشاہدات ہوتے ہیں۔ نصاب تعمیر و تنظیم شخصیت کے ایک طالب علم محبوب (ہوں) لکھتے کہ

آگہ تکلی می گئے اپنے جسم میں رہتی رہ کر گت دوز سے ہونے محسوس ہوتی ہے۔ گاہ باری کر کے کھلے میں کھڑا ہوتا ہوں جس میں غریبوں کے ہاتھوں میں سے کھانا کھاتا ہوں نہ اٹھ سکتا ہوں نہ مل سکتا ہوں مجھے زندہ مگر بے جان لاش۔ تاہم وہ سیکھتا ہوں کہ میں سکا ہوں، سو گھٹ سکا ہوں البتہ بولنے کی طاقت سلب ہو جاتی ہے۔ عالم گھر بشری پاکستان سے جھید صاحب نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی رات کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا دماغ قلم کا پردہ ہے اور اس راز مافی پردہ قلم سے طرح طرح کے مناظر گزر رہے ہیں۔ رات کو کبھی اتفاق سے آگہ کھل جاتی ہے تو وہ تمام نامی جودن میں ہی جھیں۔ مجھے خود بخود دعائی دینے لگتی ہیں میں کوشش کرتا ہوں کہ ان باتوں کو نہ سنوں مگر مجبوراً سنتی پڑتی ہیں۔

کراچی سے انور صاحب (عمر 22 سال) کہتے ہیں کہ رات کو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا سر گھرنے لگا ہے مجھے سمجھو رہا ہے رگ۔ رگ میں بجلی دوڑ رہی ہے کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرا سر گھرنے

جا رہا ہوں وہ بھی بندوق کی گولی کی رفتار سے۔ پھر مجھ پر پڑنے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ دماغ کی جسمی حرکی اعصاب یا دماغی حصہ جو حرکت کرنے والے پھوں کو کنٹرول کرتا ہے۔ کن ہو جاتا ہے اور تا دیر سے کسی اور سے حرکت کی سی کیفیت طاری رہتی ہے۔ اس صورت میں یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ میں جسم کے بندھن سے آزاد ہو گیا ہوں۔ گہری نیند کے علاوہ جب جاگتے ہوئے اعصابی سسٹم کی یہ کیفیت طاری ہوتی ہے تو عجیب و غریب باتا نظر آتے ہیں۔ دیکھتا ہوں کہ چند آدمی مجھے بری طرح پیٹ رہے ہیں یا گھر کے کونوں میں پیچک رہے ہیں۔ اندھیرے میں کبھی کبھی تیز روشنیوں دکھائی دیتی ہیں یا کوئی سایا محسوس ہوا نظر آتا ہے۔

غلام محمد (پشاور) کا بیان ہے کہ بچپن میں ہوتا ہوں تو کانوں میں زبردست گونج پیدا ہوتی ہے۔ دل پر دباؤ پڑتا ہے، منہ جل تک نہیں سکتا (جیسے زندہ لاش) اس وقت مجھے ہوا میں اڑنے کا احساس ہوتا ہے اور یہ کبھی کبھی سرخواب سے نکل کر فرش اور دروازوں سے رگڑا جا رہا ہوں حالانکہ جسم بہتر پر دروازہ ہوتا ہے میں ڈار کے مارے فریاد کر رہا ہوں مگر کوئی نہیں سنتا حالانکہ میں اس حالت میں دوسروں کی باتیں سن لیتی ہوں۔ غلام محمد (پشاور) کی عمر 24 سال ہے۔

صفیر و تیم (دھاکا) ایک طویل خط کے آخر میں لکھتی ہیں کہ دوسری تکلیف مجھے یہ ہے کہ آکھیں بند کرنے لگتی ہوں تو جب غریب بھینس نظر آتی ہیں۔ کبھی آسانی ہے کہ کچھ حیران نما چیزیں۔ کسی ایک کوئی کبھی سے بڑے بڑے خود ادرات ہیں کوئی کبھی آسانی ہے کوئی دینے سے ملتا ہے کسی کے لفظ کا پیرا پیرا ہے جس کی کی ناک مل رہی ہے۔ کوئی گردن کو کھینچ دے یا ہے۔ غرض غریب نہیں کر سکتی کہ مجھے عجیب و غریب لوگ آکھیں بند کرنے کے بعد نظر آتے ہیں۔

ان میں چل بھی محسوس نہیں مثال ہوتی ہیں۔ جب گہرا کر آکھیں کھاتی ہوں تو جب کچھ غائب ہو جاتا ہے۔ اس خالق نے آکھیں بند کرنے کے بعد عجیب و غریب جسم کے چہرے، چٹکیں اور دوسری نظر آنے کا جو تجربہ بیان کیا ہے مسئلہ دوسرا ملک ہے حالت میری بھی رہی ہے۔ جرنی آکھیں بند کرنے کے لیے طرح طرح کے چہرے نظر آتے تھے۔ ان میں اکثر جھلکوتے تھے۔ باری کے زمانے میں آکھیں بچنے لینے کے بعد، بہت قد سیاہ بیٹوں اور

پر تیار ہوں۔"

(آپ الفاظ کو حقیقت پر محمول نہ کریں، محض جوش صاحب کا شاعرانہ مبالغہ سمجھیں) جب جوش صاحب کا یہ مضمون شائع ہوا تو لوگ حیران رہ گئے۔ جوش صاحب مجھ سے شاعری میں کوئی نہیں سال سینئر ہیں۔ ان کے یہ الفاظ اور اعتراف درحقیقت ہمہدھ کی بزرگی، مذہب و نوازی اور صحت افزائی کی دلیل ہیں اور بس۔ اچھا صاحب! وہ شعر سن لیجئے جس نے مجھے یہ حق بشکا کہ شاعر انقلاب کی عمر بھر کی کمائی پر قاضی ہوا جو ان کے شعر عرض ہے۔

شاید اسے عشق بھی نہ سمجھے:

جس کرب میں محل جلا ہے :

آج کی محفل اور آج کی سائنس واقعی جس کرب جس سے یعنی اور جس اضطراب میں مبتلا ہے۔ سائنسدانوں پر بے یقینی کی جو کیفیت طاری ہے۔ اسلم اور ایٹمی برقی پاروں کے پیچھے چرچا سرور کا نکات چھپی ہوئی ہے اس نے ہر باشعور محفل کو گنگ کر دیا ہے۔ انگلستان کا مشہور مفکر، سائنسدان، عالم ریاضیات اور ایٹمی طبیعیات کا ممتاز ترین دانشور سر آرتھر اینگن کہتا ہے کہ میں ایک باشعور استی ہیں اور میرا شعور کا نکات کی محفل میں اٹھ گیا ہے۔ ایک طرف تو میرا شعور اس دنیا کی کہانی کہہ رہا ہے جو میرے پاروں طرف مائل ہے اور دوسری طرف اس کی ساری چیزیں جانی پہچانی ہیں۔ یعنی رنگ، بو، فضا، آواز اور جسم کی دنیا۔ آخر اس کے فطرت سے اس کی اس قدر باتیں کہ اس سے بے چارہ ہو جاتی ہے۔ اس نے دانی یہ دنیا ایک ایسی کا نکات کے اندر داخل ہے جو بلا حدود ہے۔ وقت کا وہی اور دائمی دھارا ہے جو بہتا چلا جا رہا ہے مسلسل تبدیلیاں پیدا کر رہا ہے۔ میں اس دنیا کی کہانی کہہ رہا ہوں مگر اس دنیا پر مجھے اعتبار نہیں رہا۔ اکثر مواقع پر اس دنیا نے محسوس کا مجھوت کھل جاتا ہے۔ یہ بات بالکل صاحب ظاہر ہوئی کہ چیزیں دوسری نہیں، جیسا نظر آتی ہیں۔

مختصر یہ کہ سر آرتھر اینگن کی محفل کرب میں مبتلا ہے۔ اس کرب کو اور لوگ بھی محسوس کر رہے ہیں۔ شاید ان اسلوب کی تہہ میں بھی کئی کرب کا راز ہے۔ راز فہرے درجوں کو جلا جاتا ہے۔

مشہور ادیب و شاعر فضل احمد کریم فضلی نے (جن کی تیار کردہ فلمیں، چراغ جلا رہا اور ایسا بھی

ہوتا ہے) پاکستان میں کسی حد تک مقبولیت حاصل کر چکے ہیں) مجھ سے بیان کیا کہ جب وہ آئی سی ایس کی ٹریننگ کے سلسلے میں لندن میں مقیم تھے۔ تو ایک بار اخبار نے حاضرات ارواح کے کسی میڈیم محمول کے بارے میں لکھ دیا کہ وہ فراخ دین اور عاقل اور عاقل کا سارا دھندا قریب پہنچی ہے۔ میڈیم نے اخبار کے خلاف ازالہ حیثیت عرنی کا مقدمہ دائر کر دیا۔ جو جوان ہندوستان سے آئی سی ایس کی ٹریننگ کے لئے انگلستان جاتے تھے۔ ان کی قانونی ٹریننگ کا ایک جزو بھی تھا کہ وہ مقدمات کی رپورٹنگ کریں۔ چنانچہ فضلی صاحب اس دلچسپ مقدمے کی کارروائی قلم بند کرنے کیلئے رپورٹر کی حیثیت سے امور کے لئے گئے۔ فرماتے تھے کہ حاضرات ارواح کے میڈیم یعنی مدھی اور حاضرات ارواح کا مذاق اڑانے والے مدھی طیبہ یعنی اخبار کے درمیان یہ مقدمہ بے حد حدت لگا رہا ثابت ہوا۔ دعوے کی تردید اور ثابتیادان میں دونوں طرف سے بڑے بڑے گواہ پیش کئے گئے۔ میڈیم کی طرف سے مشہور سائنسدان سرو لیلہ لائی بھی گواہ کی حیثیت سے آئے تھے انہوں نے میڈیم کو شپ کی تصدیق کی اور کہا کہ حاضرات ارواح کا معاملہ قریب پہنچی نہیں اور یہ کہ دونوں سے بات چیت ممکن ہے۔ یہ مقدمہ حاضرات ارواح کے سلسلے میں نیٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جنوں نے اپنے فیصلے سے یہ بھی لکھا تھا کہ ہمارے سامنے جو شہادتیں پیش کی گئی ہیں وہ نظر انداز کر دینے کے قابل نہیں۔ دوسری طرف لوگوں کی توجہ میڈل کرنے کا سب سے زیادہ فائدہ یہ یا محرک وہ ہر امر اور واقعہ ہے ہوتے ہیں جو ہماری ظاہری سب کے کسی آباد یا باہر مکان میں نہیں آتے لگتے ہیں۔

مجھ پر یوں لگتے ہیں کہ

حق باں! اس فوق العادہ مظاہر (سیرت ناول) کا قائل ہوں۔ اس زمانے میں ایک ذاتی تجربہ قائل ذکر ہے کسی زمانے میں ہمارے گھر میں خود بخود کونوں کی بو چھڑا ہوتی تھی اور تلاش و کوشش کے باوجود کوئی پھینکنے والا نظر نہ آتا تھا۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ روح خبیث کی کارستانی ہے۔

ایک اور صاحب لگتے ہیں کہ کچھ دنوں میرے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ میں ٹیکنڈا ایئر کا طالب علم ہوں۔ رات تقریباً ساڑھے نو بجے گھر آیا یا کھانے سے فارغ ہو کر اپنے

کمرے میں سونے کی فرش سے داخل ہوا بجلی جیسا کہ سونے کی کوشش کر رہا تھا کہ چپکے کمرے کے دروازے کی کنڈی کی گھنٹے کی آواز آئی۔ محسوس ہوا کہ کوئی کائنات کے بڈل کے بڈل میں صری طرف پیچک رہا ہے۔ کائنات گرنے کی صاف آواز سنائی دے رہی تھی۔ کمرے کے دروازے کی طرف گیا تو یہاں کاکہ کائناتوں پر چل رہا ہوں۔ حیرت ہے کہ کنڈی کی گئی ہوئی تھی۔ فوراً بجلی چلائی دو کھینک میرا کونٹھ قیمت کے فوٹوں سے بھرا ہوا ہے، جو بڈلوں کی شکل میں فرش پر بکھرے پڑے ہیں۔ حیران ہوا اور اپنی والدہ اور بہنوں کو اس حیرت انگیز معاملے کی اطلاع دینے کے لئے ہائی منزل کی طرف جانے لگا بجلی، دلی جی اور کاکھوں کر دواں روپے کے یہ کئی نوٹ فرش پر بکھرے دکھائی دے رہے تھے۔ کمرے سے نکل کر باہر بیروں پر چڑھتے ہوئے دوبارہ حیرت دیکھا تو کنڈی کی گھنٹے کی آواز آئی اور چشم زدن میں تمام کئی نوٹ غائب ہو گئے۔ اس وقت رات کے سو اسی بجے کا ٹھیک ہوا۔ اس وقت کو کہ مجھے نہ تو خوف محسوس ہوا نہ کوئی گھبراہٹ۔ کیا یہ کسی غیبیہ روح کی کارستانی تھی؟

حاضرات ارواح کی حالت میں ارواح غیبیہ آن دروہوں کو کہتے ہیں جو یقینی سے ترقی نہیں کرتیں اور اپنی کائنات کے سبب زمین سے بندھ کر رہ جاتے ہیں۔ عام طور پر یہی دو ہیں روحانی مجلس کی کاروائیوں میں غفلت کرتے ہیں۔ ان کے ماحولوں کا کل اثر ان پر غیبیہ اثرات ہوتا ہے۔ بہت دروہوں سے ملنا پڑتا ہے۔ البتہ یا بڑے دروہ ارواح رکھتے والے لیکن (میزیم) کا محقق عالم ہانی مقدس ارواح سے قائم ہو جاتا ہے۔

میری عمرانی میں جو لوگ حاضرات ارواح کی مشقیں کرتے ہیں۔ ان میں چند بڑے اچھے معمول ہیں اور ان کی روحی ترقی کا رنگ دکھ ہے۔ مثلاً فر۔ اپنے تازہ خط صورت 28 اکتوبر میں لکھتی ہیں کہ چینیہ کے دوران حضرت بابا عبداللہ شاہ غازی اور چند دوسری مقدس ہستیوں کی موجودگی کا احساس ہوتا ہے۔ رات سراتے ہیں یہ تصور ہوا کہ حضرت بابا عبداللہ شاہ غازی کے حوار پر حاضر ہو کر قاتحہ پڑھ رہی ہوں۔ یہ محضر قدر حقیقی ہوتا ہے کہ بیان نہیں کر سکتی۔ بابا کے یہاں کی روحانی مجلس ارواح میں شرکت کچھ نہیں آتا، یہ کیا امر ہے کہ میں ناقص لیکن ناقص لیکن!

انکے من بظاہر یہ بیواہریت یارب یا غروب؟

ایک 22 اکتوبر کی بات ہے میں قصورانی طور پر بابا کے حوار پر حاضر تھی۔ دیکھا کہ ایک سفید پوش بے حد نورانی شکل و صورت کے بزرگ حوار کے سامنے شریف فرما ہیں ان کے گرد کچھ دوسری بزرگ ہستیاں بھی ہیں میں ان سے کچھ کہنے پر بیٹھ گئی۔ ابھی بیٹھے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ان سفید پوش بزرگ نے جن کا چہرہ بے حد نورانی تھا۔ چوٹی حتم کا ایک ایک تاثر سب میں تقسیم کیا۔ ایک مجھے بھی متاثر فرمایا۔ میں نے اس حوالے لے لکھا لیا۔ مگر وہ لوگ آپس میں مصروف گفتگو ہو گئے۔ کچھ ہی بعد میں اچھے استغراق کی کیفیت ختم ہو گئی لیکن تب ہی بے حد استغراق ختم ہو جانے کے بعد جب میں ہوش میں آئی تو تاشے کی بجلی کی مٹاس میرے من میں جاتی تھی اور یہ لذت دہر تک باقی رہی۔

حیرت یہ ہے کہ حالت استغراق میں کہاں سے جانے والے تاشے کا ذائقہ من میں کس طرح باقی رہا۔ اس کے علاوہ یہ چیز بھی قابل ذکر ہے کہ جب میں بے خودی کی حالت میں بابا عبداللہ شاہ کے حوار پر حاضر ہوتی ہوں تو اچھا کرتی ہوں کہ حضرت مجھے اپنا سر پہنائیں۔ ابھی چند روز ہوئے اس سوال کا یہ جواب مجھے ہوا کہ تمہارا سلسلہ پہلے ہی ہم سے قائم ہے۔ حاضرات کی مجلس مولانا محمد اسحاق صاحب کی ہوتی ہے اور حضرت دوست صاحب کے کونٹھ کے ہاتھوں میں یہ مجلس ختم کر دیتی ہوں۔ مجاہد صاحب کا بھی ذکر کرتے ہیں (فر۔ خود کو ذکر کر کے بڑے اچھے ارواح سے سوال و جواب کرتی ہیں) یہی تحریر کر کیا کہ

دیکھیں کہ کہاں آکل و دہمت ہو شیار اور چکر رہے ہمیں انھوں نے کہ تم نے اپنا سر ایک ظلی کی خیر سب پر صرف اپنا ہی اختیار رکھا۔

صرف سبھی فقرے تحریر کر کے ان کا مطلب آپ کچھ کہتے ہیں

میرے دوست مشہور دہشت زشاہ مرزا الدین مظفر مرحوم نے

حق مظفر کر کے عجب آزار دہا

اپنا تجربہ سنایا۔ فرمائے گئے کہ میں تبا کرے میں بیٹا مشق میں کی مشق کر رہا تھا کہ چاک مجھ پر

مرچو

ڈوب جانے کی کیفیت طاری ہوئی اور اچانک میں نے دیکھا کہ صحت سے اٹکا لٹکا ہوا ہوں اور میرا جسم لرزش پر مشتمل کے سامنے جھینسا ہے۔ میں اس مشاہدے سے ڈر گیا۔ یہ کیفیت کم و بیش مینا کیلنگ کا قائم رہی اور پھر میں اپنے جسم میں موت آیا۔ منور ہوا اس شباب ایڈوکیٹ کراچی سے ایک مرتبہ انجی موضوعات پر گفتگو ہو رہی تھی۔ فرمانے لگے کہ ایک زمانے میں ان کی حساسیت (sensitivity) اتنی تھی کہ ہر گھنٹی کی چاندنی روشنی کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے کی بار بار یہاں کہ چاندنی میں لینے ہیں کہ سبز سے ایک فٹ کے قریب آئے تھے۔ پھر پولیس کے ایک اعلیٰ افسر میری زیر ہدایت سائنس کی مشقیں کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ اگر آپ سائنس کی مشقوں کو پرانایام سے حقیقی فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ تو گوشت ترک کر دیجئے۔ یہ بھرپور سے دو چار روز پہلے کا ذکر کئے گئے کہ اتنی اجازت دیجئے کہ قربانی کا گوشت ذات کر کھالوں بھرنیں پھکوں گا۔ ان صاحب نے بھرپور کے کوفے کہاب اڑا کر گوشت ترک کر دیا۔ کہتے تھے جسم (مشق محض نور اور ترک حیوانات کے سبب) کا تباہ کیا ہو گیا ہے کہ دوسرے فائدہ کی کے عالم میں ایسا ہوا کہ سبز سے باشت بھر بند ہو گیا۔

بلوچستان کا کھبل

حاضرات اربعہ کے کرے میں ایک ایجنٹ سمجھا کہ کہنے میں آتے ہیں۔ مثلاً میز کا خود بخود زہن سے بلند ہو جاتا ہے۔ جان اسباب حرکت کرنا خود بخود ہر طرف پھرنے کی صورت اس معاملہ پر (poltergeist phenomena) کہتے ہیں۔

معدا (رضی اللہ عنہ) شباب (فورٹ ملٹریمن) کا بیان ہے کہ

ہمارے علاقے میں طلباء ایک کھبل کھینچتے ہیں۔ یہ کھبل پانچ آدمیوں کے بغیر نہیں کھینچا جاسکتا۔ ایک آدمی کو سید حامد سے کی طرح لٹا دیا جاتا ہے اس پر چار ڈال دیتے ہیں۔ اس شخص کے دونوں پہلوؤں اور پنڈلیوں کے ساتھ ساتھ ایک ایک آدمی بیٹھ جاتا ہے اور اپنی دودھ انگلیاں اس کے بازوؤں اور پنڈلیوں سے متصل کر دیتے ہیں۔ دائیں پہلو کی طرف بیٹھا ہوا شخص بائیں جانب بیٹھتا ہوا آدمی سے کہتا ہے کہ

جنت کا بادشاہ فوت ہوا۔ اللہ اس کو بخشے۔ اس کا ساتھی جواب دیتا ہے کہ ہاں اللہ اس کو بخشے۔ انطرب سات مرتبہ یہ فقرہ آہستہ آہستہ اس کے درمیان دہرایا جاتا ہے۔ سات مرتبہ یہ فقرہ دہرا کر دہنے پہلو پر بیٹھا ہوا شخص بیٹھ جاتا ہے۔ آٹھوں کے اشارے سے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کرتا ہے کہ اس مرد کو قتل نہیں کروا لٹا نہیں۔ چنانچہ کوئی بوجھ ڈالے بغیر وہ زندہ مرد (جسے معمول قرار دیا گیا ہے) آٹھ جاتا ہے اور ہاتھوں کی بلندی تک اٹھاتا اور نفسیاتی قائم ہو جاتا ہے۔ سب لوگ خاموش ہوتے ہیں۔ جب خاموشی توڑ دی جاتی ہے تو وہ معمولی زور سے زمین کی طرف آ جاتا ہے اور بے قابو ہو جاتا ہے۔ یہ معمول زمین سے اٹھتے وقت اور چپے آتے وقت بالکل عیون دھاس میں ہوتا ہے۔

اس تجربے میں قطعاً ہاتھ نہیں۔ میں خود عامل بھی رہا ہوں اور معمول بھی بن چکا ہوں۔ یہ تو سب کو معلوم ہے کہ آٹھ انگلیوں (چار آدمیوں کی دودھ انگلیاں) سے ایک آدمی کو اتنی ڈالنی سے نہیں اٹھا سکتا۔ عوام میں مشہور ہے کہ معمول (مرد و نما شخص) کو جنن اٹھا لے ہیں۔

یہ عمل صرف انسانوں پر ہی نہیں بعض چیزوں مثلاً گھاس، گھڑ اور دوسری بے جان چیزوں پر بھی کیا جاتا ہے۔ جس طرح بلوچستان کے اس کھیل میں آٹھ انگلیوں کے معمولی سہارے سے زندہ آدمی کی لاش عوامی بلند ہو جاتی ہے۔ اس طرح دوا آمین آدمی کو ایک سے لے کر سات انگلیوں پر رکھ دیں تو اس کا حرکت ہو جاتا ہے۔

اس موضوع پر حال ہی میں کافی حقیقتات کی گئی ہے اور سچا نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہ انسانی ذہن کی طاقت ہے جہاں شاید ہر آدمی ہمارا انداز ہو کر انہیں حرکت میں لے آتی ہے۔

محمد حیدر ملوی (ڈھاکہ) کو قسطا رہیں کہ

میں آپ کی زیر نگرانی شعبہ جی کی مشق کر رہا ہوں۔ دو تین روز ہونے عجیب واقعہ پیش آیا۔ میری نظریں شعبہ کی نو پرکڑی ہوئی تھیں۔ اور میں گرو چٹل سے بے خبر تھا کہ اچانک ایک جھٹکے کے ساتھ شعبہ اپنے مقام سے ہوا میں بلند ہوئی اور دو تین پرکڑی۔ پیچھے کسی ناظرہ طاقت نے فٹے ہاتھوں سے اٹھا کر اچھا لیا۔ میں ڈر گیا۔ شعبہ جی ترک کر دی۔ اس ناظرہ طاقت سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ

اگر انسان کی توجہ یکسو ہو جائے تو ذہنی قوت سے کس چیز سے قفل کرتی ہے اور کتنا جبر تک عمل؟

بے شک انسانوں کی طرح مادی چیزوں پر بھی ذہنی قوت اثر انداز ہوتی ہے۔ باوجود غلطیات کی سائنس میں (اگر یہ کوئی سائنس ہے اس پر جرم منطوقہ (Psychokinesis) P.K. کہتے ہیں اور اس کی ریاضیاتی علامت K مقدر کی گئی ہے۔ دوسری علامت Y ہے جس کا تعلق ٹیلی پتھی، مستقبل بینی اور اس قسم کے دوسرے مظاہر سے ہے۔ ہاں تو توجہ کی قوت نہیں جڑ زدہ معمول یا کسی بے جان شے کو ذہن سے آگاہ کر دیا جاتا ہے بلکہ معمول کے ذہن کی قوت ہے جو انہیوں سے خارج ہو کر جسم کو اٹھا لیتی ہے۔

میں نے ہندوستان میں ایک چوکی کو دیکھا کہ اس نے پانی سے مجھے ہونے لگنے پر نظریں جمادی اور وہ کھڑا کسی کے ہاتھ لگائے بغیر غلامیں بلند ہو گیا اور پھر آہستہ آہستہ پتھر اُڑا آیا۔

ابن بطوطہ کا مشاہدہ

مشہور سیاح ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں ہندوستانی چوکیوں کے بعض حیرت انگیز چشم دیدہ کرشموں کا ذکر کیا ہے۔ لکھتا ہے کہ ایک روز سلطان محمد تغلق نے اپنے ایک مخلص کو طلب کر لیا کہ آج ہمیں ہندوستانی چوکیوں کے بعض کرشمے دکھائیں گے۔ یہ لوگ سن کے پڑے پڑے ہوئے تھے اور ان کے شانوں پر لیے لیے بال لہرا رہے تھے۔ سلطان کے اشارے پر انہوں نے مکمل شروع کیا۔ ایک چوکی کی کھڑکیوں پر خود بخود زمین سے اٹھیں اور فضاء میں معلق ہو گئیں۔ یہ چوکی نے اپنے شاہکار کا مشاہدہ کیا۔ وہ بھی غلامی آہستہ آہستہ بلند ہونے لگا اور کتا بلند ہوا کہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ (اس قصے کی تفصیلات سے گریز کرتا ہوں) انہی بطوطہ لکھتا ہے کہ اس منظر کو دیکھ کر میرے ہوش و حواس غائب ہو گئے اور جب منظر ختم ہوا تو اُس کا حال یہ ہوا۔

ابن بطوطہ کے عہد کے لکھنے والے ایک ایسے چوکی موجود ہیں جن اس قسم کے کرشمے شعبہء نور کا شے دکھاتا دیکھتے ہیں۔ شاید آپ نے بھی ایک آدھ کرشمہ دیکھا ہو۔ میں تو متعدد پاکستانیوں کیوں

کے خارق العادہ مظاہر کا نشانہ بن کر رہ چکا ہوں۔

ان موضوعات پر ڈاکٹر تریسی جاکسن ایم اے۔ آکسن۔ بی۔ ایچ۔ ڈی۔ ڈی۔ ایس۔ سی۔ لندن۔ (ماشرف کزنز کا کالج، بلڈون ٹیچر بورڈ) نے اپنی کتاب (The Imprisoned Splendour) پانچویں عشرت میں خالص علمی اور سائنسی نقطہ نظر سے بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ اس قسم کے مظاہر نامکمل واقعات کیوں اور کس طرح پیش آتے ہیں؟

کتاب کا نام بھی بے حد دل انگیز ہے۔ "پانچویں عشرت" یعنی انسان کی ذات ایک ایسی عقلیت بالائی ہے جو آپ دکل کے زمانہ میں متعین ہے۔ کاش یہ عقلیت پانچویں زمانہ سے آزاد ہو سکتی۔

میں ہوں خود اپنی ہی خاکسرخ جہاں میں مدفون
دُن ہو چھ خرابے میں کوئی سراپا

حضرت جوش ملیح آبادی نے اپنا عجیب و غریب تجربہ نقل کیا۔ ایک زمانے میں جوش صاحب کو پچاس (تخت حاضری و ادراج) کے ذریعے روحوں کو بجا کر ان سے تحریریں سواہی و جواب کرنے کا بے حد شوق تھا۔ انہوں نے اپنے تجربات ایک درجن میں تحریر کیے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس درجن کا نام یہ صاحب ہوا۔ آپ کا حال کی غرض سے لکھے گئے تھے۔ پھر انہی میں سے ایک تو جوش صاحب فرماتے تھے کہ حیدر آباد کی درجن میں خواب عزیز جنگ مرحوم کے مکان پر ماضیات و ادراج کا بلبل ہوا تھا اور میری حرکت کے ذریعے نامہ پانچام کا سلسلہ جاری تھا کہ جوش صاحب نے اتفاقاً تعلیم السلطان روح کا نام لیا کہ اسے بلا لیا جائے۔ یہ ایک خرافہ کا سا ہوا۔ میرا ایک بھنگے کے ساتھ زمین سے بلند ہوئی اور صحت سے جاگرائی۔ میرے کھڑے اڑ گئے۔ تمام ماضی میں خوف سے لرز گئے۔

ظاہر جوش صاحب روحانیت سے محروم واقع ہوئے ہیں۔ کہا کرتے ہیں کہ جسم کی موت کے بعد روح اس طرح فنا ہو جاتی ہے جس طرح لپٹ ٹوٹنے سے بجلی (حالانکہ بجلی کبھی فنا نہیں ہوتی) وہ لپٹ ٹوٹنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے) میں نے جب بھی اُن سے مجالس حضرات و ادراج کے

ہارے میں سوال کیا۔ گول مول غلطوں میں یہ کبہ کھل دیا کہ بھائی یہ سب کھو چڑی کے کرٹے ہیں۔ اس کھو چڑی کے اندر سب کچھ ہے۔

(تجانبے اس فقرے سے اُن کی کیا مراد ہے؟)

مشہور ادیب شاعر ابن اثنا نے بیان فرمایا کہ

دورانوں سے اُن کے دولت خانے پر بھکاری موری ہے اور پتھر پھینکتے والے ہاتھ نظر نہیں آتے۔ میں نے ابن اثنا صاحب کے اس تجربے کا ذکر اپنے مضمون (معلومہ جنگ مورخہ نیم جون 1970ء میں تفصیل کے ساتھ کیا تھا) میں نے ابن اثنا صاحب سے سوال کیا کہ ان کے گھر میں کوئی کسن پچی تو نہیں۔ فرمایا کہ آسب زدگی ہو یا درجوں کے کرٹے ان دونوں مظاہر میں کوئی نہ کوئی لڑکا یا لڑکی ضرور ملوث ہوتا ہے۔ ممتاز مصنف اور باہد اہل فلسفیات کے عالم بیری پرکس نے اپنی ہر معلومات کتاب (POLTERGEIST OVER ENGLAND) حاضرات ارواح اور آسب زدگی کے بہت سے واقعات کا تجربہ اور طبی جانچ پڑتال کر کے ان کی تصدیق کی ہے۔

پراسرار آوازیں، کسی اشی کے پاؤں کی چاپ، دروازے پر انہماں ہاتھوں کی دھک، دیواروں کی آواز، کتب کی آواز، لکھنے والے کے اٹھ جانے یا بیٹن پر دے دینے کے بعد کسی جگہ کا گہرے سے گہرے گونجنا یا آواز، ان کے مظاہر P.K. روپ سے کر گئے ہیں۔

ان مظاہر کی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ بعض کسن یا بالغ ہوتے ہوئے لڑکے لڑکیاں ان خارق العادات (بیزاروں) کرٹوں کے لڑکار یا معمول بن جاتے ہیں۔ بیری پرکس نے جو رپورٹ مرتب کی ہے اس سے پتہ چلا ہے کہ اس قسم کے مظاہر 95 فیصد لڑکیاں اور پانچ فیصد لڑکے لاشعوری طور پر ملوث پائے گئے ہیں۔

تو کیا ان مظاہر کا کوئی تعلق جیسی قوت کے اُبال سے ہے؟ راقم الحروف نے بھی متعدد کیس دیکھے ہیں اور واقعی کسی نہ کسی لڑکی کو اس میں ملوث اور متاثر ضرور پایا ہے۔ بلوفت کے زمانے میں دس گیارہ سال کی عمر سے سولہ سترہ سال کی عمر تک لڑکے اور لڑکیاں بے حد حساس ہو جاتی ہیں۔ یہ وہ

زمانہ ہے کہ ذہن اور جسم میں نئی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ اُن پر اکثر ہسٹریا کے دورے پڑنے لگتے ہیں۔ ان ہسٹریا کے دوروں میں کبھی کوئی بھوت یا روح بھی نمودار ہو جاتی ہے۔ باہد اہل فلسفیات کے عالموں کا خیال یہ ہے کہ آسب زدگی اور حاضرات ارواح کے کرٹوں کا جیسی بیجان سے گہرا تعلق ہے۔ آغاز بلوغ میں جسم کے بعض خدو خدو کا عمل، اتنا تیز ہو جاتا ہے اور اُن سے اتنی طاقت خارج ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ!

بہر حال عرض کرنا یہ ہے کہ ذہن اشیاء اور اشخاص پر اثر انداز ہوتا ہے۔ خواہ وہ زندہ انسانوں کا ذہن ہو یا ان دولتات یا قوتوں کا جو جسم کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں۔

حاضرات ارواح اور آسب زدگی کے تجربات و مشاہدات میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ ارواح و جنات، آسب و فرشتے یہ سب مادہ دنیا کے باقی ہیں۔ کبھی کبھی یہ مادہ دنیا کے معاملات میں بھی مداخلت کرتے ہیں۔ آسب زدگی کے موضوع پر انشاء اللہ بشرط حیات ایک مستقل تصنیف پیش کی جائے گی۔

جناب عبدالحمید الجیلوی دیکھو (کراچی) کر قسط اڑ ہیں کہ۔

اے اہل کل مین و الکین پر رحم فرما خارق العادات آمین

میرے مدت خان بہادر عزیز احمد مرحوم (جن کی وفات کراچی میں ہوئی) ذکر و لکھ کر زندگی بسر کرتے تھے۔ تیس سال کی عمر سے اُن کے دوستاں تھکتا رہے۔ جس روز سے ملازم ہوئے۔ اس روز سے آخر دم تک اپنی خواہش کا تہائی حد ضرورت کر دیا کرتے تھے۔ ہر مسئلے اُن کے پاس عالم بیداری میں دن دن ہاتھ دے دیا اور وہیں آتے۔ کوئی مردہ کتا کہ میری قبر کا کسی مردے کی فرمائش ہوتی کر بھوکا ہوں کھانا کھلاؤ صرف آواز آتی تھی۔ کسی کی شکل نظر نہ آتی تھی۔ جب روح سے مل چھایا جاتا کہ

تمہارا نام کیا ہے؟ کیسے کتا کھائیں؟ کہاں حور ہائیں؟

تو کوئی جواب نہ دیا۔ بہر حال مرحوم خیرات کر کے ایصال ثواب کر دیا کرتے تھے۔ خان بہادر

مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ زمین سے بھڑکی ہوئی روہیں دنیا میں آتی ہیں اور اس قسم کی ضرورتیں محسوس کرتی رہتی ہیں۔ البتہ مرنے کے بعد جو لوگ بلند مدارج پر فائز ہو جاتے ہیں۔ ان کی روہیں نیچے آ کر پانچ نہیں کرتیں۔ مرحوم فرماتے تھے کہ ایک روز عالم تہائی میں کوئی روح آئی اور گرجا دارا واز میں کہنے لگی۔

عزیز احمد! میں بہت بھوکا ہوں کھا نا کھلاؤ اور میرا مزار بناؤ۔

پوچھا۔ حضرت آپ کون ہیں؟

جواب ملا کہ میں شہنشاہ بلین کا سپہ سالار ہوں۔ میں بہت بھوکا ہوں بہت بھوکا ہوں۔

سوال کیا کیا کرتے؟

جواب نہیں ملا۔ خان بہادر صاحب کہتے تھے کہ میں نے مرحوم کا نام اپنی وائری میں لکھ لیا۔ شہنشاہ بلین کے عہد کی تاریخ دیکھی تو واقعی سپہ سالار کا نام وہی تھا جو مر دے کی آواز نے نکالا تھا۔

حرف آخر

ماضیات ادراج کے بارے میں میرے پاس نیکروں خطوط کا ریکارڈ محفوظ ہے۔ بہت سے حضرات نے اپنی تجربات اور بہت سے معلومات دوسروں کے مشاہدات دینا شروع کر کے جیسے جیسے اس سے غور کیا جائے گا۔ (تقریباً ماضیات ادراج کا آغاز ۱۹۵۰ء کا خیال کیا ہے۔) گلاس کو ترک کرتے اور حروف کی نشاندہی کرتے دیکھا ہے۔ ان تمام مشاہدات و معلومات کے باوجود میں ادراج کے شعور اور ان سے مراد (سوال و جواب) کے موضوع پر کوئی حرف آخر کہنے کا قطعی فیصلہ کر دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

عالم فہم بہر حال عالم فہم ہے۔ تاہم وہ دنیا کے سطحوں کی ہماری معلومات سے بعد نا کافی ہیں۔ ہمارے علم اور ادراک کا دور یہ صرف حواس خمسہ ہیں اور حواس خمسہ کی بے کسی سب کے علم میں ہے۔ پھر یہ موضوع (ادراج کا مسئلہ) اتنا ڈرامائی ہے کہ زارما اشارہ پاتے ہی تخیل و تصور کی تمام قوتیں حرکت میں آ جاتی ہیں۔ یہاں حقیقت ہے چارہا نوس کے وہ حلقہ بھیجی ہوئی ہے۔

میری نگرانی میں جو لوگ روہوں کے وسیط یعنی میڈیم کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ میں ان کے 90 فیصد بیانات کو مسترد کر دیتا ہوں اس لئے نہیں کہ وہ دانشمندی سے کام لے رہے ہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اپنے مشاہدات کے بارے میں مجھے کوئی نظارہ پیش دے سکیں۔

وہ اس کے سبب انجلی طرح سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ جب کوئی معمول خود کا تجربے کے ذریعے کسی واقعہ (مثلاً کسی روح) سے رابطہ اور تعلق قائم کرتا ہے اور اس کا حکم خود بخود گردش میں آ کر پچھلے گنا ہے تو خود معمول یا وسیط کے لاشعور کا بہت سا واقعاتی مواد اس تجربے میں شامل ہو جاتا ہے جسے روح کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ ماضیات ادراج کے حقیقی کنندے کا کام یہ ہے کہ وہ روہوں کے وسیط (معمول) کی تجزیوں کا بخور مطالعہ کر کے پہلے یہ طے کرے کہ اس تجربے کا کتنا حصہ وسیط کے لاشعور سے برآ ہوا ہے اور کتنا حصہ روح کے بیان کردہ اشارے پر لکھا گیا ہے۔

میں اس کتاب کے قارئین سے درخواست کروں گا کہ وہ صرف مطالعہ کتاب پر اکتفا نہ کریں۔ خود ماضیات ادراج کا تجربہ کر کے دیکھیں۔ میں اس سلسلے میں ہر امکانی مدد کے لئے تیار ہوں۔ ماضیات ادراج کے عمل کے محدود طریقے ہیں لیکن یہ عمل بھی لمبا قہر و جہنم کیفیت (S.C.T) کے دو سو پتوں کی طرح کسی انسان کی نگرانی میں کرنا چاہیے۔ لیکن ان تمام عملیات میں خطرے کی بجائے سچے ہونے ہیں۔ ان خطرات کا اعزاء صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جو نفس انسانی کی چھب گئیوں اور نفسیات و ماہرہ عملیات کے عملی اصولوں اور نظریات سے واقفیت رکھتے ہوں۔

مرچو

پروگرام

حاضراتِ ارواح

حصہ دوم

رئیس امر وہوی

اے مالِکِ کُل میرے والدین

ویلم پگ پورٹ

اردو بازار کراچی، پاکستان

خارق العادت نفسی مظاہر

حاضراتِ ارواح کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے مشہور برطانوی منظر نویس ای ایم جیروڈ اپنی خیال افروز کتاب "افکارِ حاضریہ" میں لکھتے ہیں کہ نفسی مظاہر کی سب سے اہم شے بیانات کی وہ اہم قسم ہے جو بزرگ خود مردوں کے پاس سے آتے ہیں۔

میں نے مردوں کا لفظ وادین میں اس لئے لکھا ہے تاکہ مدعیانِ روحانیت (اسپرینچل ازم) کے ان دعوؤں کو بھی تسلیم کر لیا جائے جن کی رو سے ان بیانات کو ارسال کرنے پر جو کارندے مامور ہیں۔ (جو ارواح کہلاتے ہیں) وہ ذاتیں ہیں ان الفاظ کی اجازت کی زبان سے روئے زمین پر معمولی مادی اجسام کے اندر آ رہے۔ چوں تو یہ بیانات کلی مختلف طریقوں سے وصول ہوتے ہیں لیکن بالعموم اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک (Medium) جس پر استراق کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ ان بیانات کو درہنہ چلا جاتا ہے۔ اور جیسا کہ متواتر یہ بات بتلائی جاتی ہے۔ اسکی آواز اور اس کا لب و لہجہ درود صاف طور پر پہچان لئے جاتے ہیں۔ کہ وہ کسی خاص مرد کے آواز اور اسی خاص مرد کے لب و لہجہ ہے۔ اس طرح جو بیانات کہلائے جاتے ہیں۔ ان میں سے اکثر تو غلط یا بے محسوسے کا مطلب ہوتا ہے جو کہ حاضرات میں بالعموم ہوتا ہے تاکہ یہ اشتباہ ممکن ہو جائے کہ وہ ارواح اس شخص کی موجودگی ہے یا نہ ہے اور اس سے اپنا تعلق قائم رکھنے کیلئے واسطے (میڈیم) کی خارق العادت قوتوں سے مستفید ہو رہی ہے۔ لیکن بعض اوقات وہ کارندہ جو فی الواقع واسطے پر حاوی بھی ہو۔ اور اسکی وسالت کا کام کرنے میں مصروف بھی۔ تو اس سے اس شخص کی روح نہیں سمجھا جاتا جو ان بیانات کا ارسال کنندہ ہے۔ بلکہ روحوں کی ایک مخصوص صنف ہے۔ جو بطور موکل (Control) کے ہوتی ہے۔ موکل بظاہر چند خصوصیتوں اور صلاحیتوں سے مشغف ہوتا ہے۔ جس کی بدولت وہ اس قائل ہو جاتا ہے کہ اس نے بیانات ارسال کرنے کی خاطر واسطے (معمول یا میڈیم) کے جسم کو کام میں لائے، اس طرح ارواح کی حد تک تو موکل ایک قاصد یا ترجمان ہے۔ اس عالم (مادی دنیا) اور عالمِ ارواح کے مابین اگلیاں اس لفظ

مِرچو

پیر

نگاہ کی رو سے جبر و بیضام جبر ایک عالم سے دوسرے عالم تک ارسال ہو رہا ہو۔ اسے نئی فزوں کے دو ایکٹیفیشن میں سے ہو کر گزارنا پڑتا ہے۔ اس جانب واسطہ ہوتا ہے۔ اس جانب موکل!

پرو فیئر ای ای جوڑی وضاحت یہ ہے کہ عام فہم جس حاضرات ارواح میں درجوں کے بیانات وصول کرنے اور بیانات دینے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ حاضرات کی مجلس کا مرکز ایک واسطہ معمول ہوتا ہے۔ اس شخص پر استغراق کی حالت طاری ہوتی ہے اور جو مبی وہ اس میں آتا ہے۔ عالم ارواح کا ایک موکل۔ معمول کا کنٹرول سنبھال رہا ہے۔ اب آپ معمول سے جو سوالات کرتے ہیں۔ اس کا جواب موکل معمول کی زبان سے ادا کرتا ہے۔ یہی موکل طلب کردہ درجوں کے بیانات معمول کے ذریعہ حاضری تک پہنچاتا ہے۔ تو گو یا درجوں سے بات چیت کرنے کے لئے دو ذراتوں کا وسیلہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ ایک معمول جو استغراق کی حالت میں آپ کے سامنے بیٹھا ہے دوسرا موکل، جو معمول پر مسلط ہے اور پھر وہ روح جو موکل کی وساطت اور معمول کی زبان سے مصروف سوال و جواب ہے۔

موکلوں کی حیثیت

پرو فیئر جوڑی گھٹے ہیں کہ: **اَللّٰهُ مَالِكُ كُلِّ مَرٍ وَالِدِیْنِ** پر راجح ہے۔ ان موکلوں کی حیثیت اور نوعیت بھی جو رسمی سے بہت کجول کی ہے۔ مرکز بخیر لان سے اس موضوع کی قدر سے تفصیل سے چھان بین کی ہے۔ اور وہ انہی وضاحتوں کو پیش کرتے ہیں۔ جو خود موکلوں کی مبیہ کردہ ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موکل یا تو واسطے (معمول) کی بنی لا شعوری ذات (UN Conscious Self) ہے۔ یعنی روح کی ثانوی حیثیت جسے اس نے خاص اس فرض سے جو عقلی بنتا ہو۔ (یعنی پرو چیٹ کیا ہو) تاکہ وہ ان سے جو جزو ارغی کیفیتوں اور مادی جسموں کے تابع ہیں اپنا تبار و خلق قائم کرے یا روح کا ایک خطاب یا جو شخص جو روح کی بجائے اس لئے کار گزار ہوتا ہے کہ وہ خود کسی اور مخلوق میں منہمک ہوتی ہے۔ یا پھر ایک خود کار شخصیت جس کی نوعی نیند یا کالوس (Night Mare) میں از خود پیدا ہو جاتی ہے۔ یا پھر موکل

ایسی رو یا نئی تحقیق ہے۔ جو اس عالم کے اور دوسری دنیا کے مابین افسردہ طبی حیثیت سے ہر کار ہو۔ بہر حال زیر بحث موضوع کا یہی الجھا ہے جس کے پیش نظر ان ارواح کی شخصیتوں کے بارے میں (جن سے کمرہ حاضرات میں ملاقات ہوتی ہے) بعض مواقع پر اس طرح گفتگو ہوتی ہے۔ گو یا کہ وہ روح کے ایسے عارضی مظاہر ہیں جنہیں ایک موکل نے معنوی طور پر نگہ لیا ہو۔ جو ارواح کی شخصیت اور واسطے (میڈیم) کے درمیان عامل رہتا ہے۔ موکل کی حیثیت کا معاملہ جس تاثر کی سے کمر ہوا ہے انکی نوعیت کچھ ایسی ہے کہ یہ تمام کا تمام موضوع اسی تیر کی سے چلا رہا ہے، البتہ آواز کش کے دوطرفے تو بدنام موجود ہیں۔ جن کے حوالے سے یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ روحانیت (روح کا حاضری ہونا) کے دعوے کا کوئی قریب ہے بھی یا نہیں؟ پہلے تو یہ کہ یا ان بیانات کے ذریعہ کوئی ایسی معلومات مبیہ ہوتی ہے۔ جن کے متعلق یہ حضور نہیں ہو سکتا کہ ان پر کسی کز سے ہونے شخص کے ماسوا کوئی اور شخص دسترس رکھتا ہو؟ ہمیں فوراً ہی یہ بات مانتی پڑے گی۔ کہ اس امر کا ثبوت ہم پہنچا کر آ یا ایسی معلومات کی منتقلی عمل میں آ رہی ہے کہ نہیں؟ انتہائی دشوار ہوگا۔ یعنی دشواری یہ ہوگی کہ ہر صورت میں متعلقہ افراد میں سے ہر ایک کی مدد تک اس کا ہر المیہ ہو جائے کہ وہ معلومات نہ تو شعوری طور پر اس کے قبضے میں جسے یا اس کے قبضے میں آسکتی تھیں؟ اور نہ اس کے لا شعوری مخلوق کی اور اگر ان میں اس کا امکان ہو سکتا تھا۔ گو یا کوئی طور پر جان لینا چاہئے کہ زعمہ شخص خود کا مرد ہو یا عورت؟ ان معلومات کی ترسیل کے لئے اپنے مابین بیعت کی کوئی حسین انتظامات کر لئے بلکہ یہ کہا بہتر ہوگا کہ اپنی موت کے بعد بھی بلا کے مظاہرے کی خاطر اپنے جیتے کی کوئی "زمرہ" بلاست "مقرر کرے تو صرف ایسی صورت میں ہی یہ کہا جاسکے گا کہ لازماً موت میں سے چند ایک کی تکمیل ہوئی ہے۔

شہادت کی کوتاہی

حاضرات ارواح کی نوعیت و حقیقت پر پرو فیئر جوڈ کا مباحثہ جاری ہے۔ لکھتے ہیں کہ چنانچہ کل ایک صورتوں میں ایسا ہوا بھی ہے۔ مثلاً ایف ڈبلیو۔ ایچ اور ڈاکٹر اے ڈبلیو

مرچو

ویرال (Verrall) جو روحانیت پر یقین رکھتے تھے کہا جاتا ہے کہ اپنی زندگی میں ان دونوں نے اس کا اہتمام کیا تھا۔ کیونکہ ان کے پاس نامداد احباب و ائمہ کا بیان ہے کہ وہ لوگ ان دونوں کے مرچنے کے بعد بھی ان سے ہم کلام ہوتے رہے ہیں لیکن جہاں تک میں واقف ہوں ان بیانات کے ذریعے جو جو غور و طور پر گزروے ہوئے اشخاص کی طرف سے آتے ہیں۔ کسی وقت بھی مظلوم فراموش نہیں ہوا یعنی یہ ثبوت کہ ان بیانات کی مہیا کردہ معلومات انکی ہوں۔ جن سے مسلسل طور پر صرف اس شخص کے باخبر اور واقف ہونے کا امکان ہو۔ جس نے اپنی وفات سے قبل ہی یہ انتقال کر لئے ہوں۔ اور اگرچہ کچھ ایک موصوتوں میں اس نوعیت کا ثبوت کا اوجا کیا جا چکا ہے لیکن جب بھی ایسا ادعا کیا گیا تو غیر جانبدار اشخاص نے جب اس شہادت میں جرح و تعدیل سے کام لیا۔ جس پر وہ ثبوت مبنی تھا تو ان کے نزدیک ایسا ثبوت کچھ یطیمان بخش قرار نہ پایا۔ یہ بات سمجھے اس دوسرے سوال پر کھڑا کرتی ہے۔ جس کو اس وقت اٹھانا میرے خیال میں مناسب ہوگا۔ جب کہ جانے روح کے دعوے کا قرینہ (Spirit Hypothesis) مد نظر ہو۔ یعنی ان بیانات کی عام نوعیت کا سوال جو ارواح کے یہاں سے وصول ہوتے ہیں۔ اور جن کی عانت یہ بتائی جاتی ہے کہ وہ ان حالات کو بیان کرتے ہیں جن میں ارواح کا وجود پایا جاتا ہے۔ ان بیانات میں (۲) عام چیزیں پائی جاتی ہیں۔ اولاً تو ان میں سے مظلوم یا ارموز مولیٰ ہاتھ پائی ہوئی ہے یا ناکارہ ہے۔ سب سے پہلے تو اس کے وجود کا مسئلہ (مذہب) کے ہم نشینوں کی عام تہذیب و ثقافت نیز انہیں ان کے خیالات اور نقطہ ہائے نظر کے محرکات اور دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ دوسرے (مذہب) اور اس کے ہم نشینوں کا سماجی و فنی اور ثقافتی پس منظر رکھنے والے اشخاص تو اگر اپنے خیال سے کام لیں۔ تو سب بیانات الگ الگ کی پرواز و تخیل سے عبارت ہوں گے۔ نیز یہ کہ وہ کسی ایسی شے سے متاثر ہوں گے جسے ان متعلقہ اشخاص کے جو بقیہ حیات ہوں۔ اور وہ تخیل سے سوا یا الگ کچھ جانے۔ عالم برزخ۔ (Summer Land) کے قصوں کا چرچا تو ایک حد تک بہت ہی عام اور معمولی بات ہے یعنی وہ عالم جہاں گزروے ہوئے لوگوں کی روئیں اپنا وقت گزارتی ہیں۔ جہذا اگر وہ وہاں جن جن قسم کے درموز و سحر کی

دیکھوں گے دیکھنے اور جن سے ہم وابستہ رہے ہیں۔ وہی ان ارواح کی صورت اور چوٹی ہر دور کے ذمہ دار ہیں۔ تو پھر بڑے ہی سانسف کے ساتھ ہیں یہ تجویز افذ کرنا بڑے گا کہ وہ دوسری دنیا ایک ایسی جگہ ہے جس میں روح انسانی کم سے کم اپنی عقلی و فنی حد تک تو حسرت ناک طریقہ پر اتر سے اتر ہوئی چلی جاتی ہے۔ پھر یہ تجویز بھی افذ ہو سکے گا کہ بھوت (Ghost) اگر صاحب نفس یا ذی روح بھی ہوتے ہیں تب بھی ان میں دماغ تو بہر حال نہیں ہوتا۔ تاہم ان بیانات کے مطابق انھیں اور چرچ ہونے پر بہت زیادہ زور دینا چاہئے کیونکہ "مازس" نے اپنی تعریف میں ایک جگہ ایسی بات کہی ہے جو دل میں اتر جاتی ہے چنانچہ نفسی تعلقات کے وہ مسئلے جن کا اتنا بچہ کچھ بھی نہیں معلوم! موصوف ان کا کھنکھانے والوں کا موازنہ کوئیس اور اس کے ہم سطر ملاحظوں سے کرتے ہیں۔ جنہیں امریکہ سے لوئین تعارف وہاں کے سمندری نباتات کے خوش نما ماحول۔ نیز یہی ہوتی ہمتیروں اور بحرہ سارگسو (Sargasso Sea) کے دوسرے ماحول و خاشاک کے ذریعہ حاصل ہوا تھا۔ مازس کا کہنا ہے کہ اگر عالم فب کے متعلق ہمارے لوئین متعلق صریحاً حقیقہ و چرچ دکھائی دیا۔ تو کیا ہمیں اس کے سبب اپنی تلاش و جستجو سے باز رہنا چاہیے۔ کیونکہ کوئیس کے لئے بھی یہی چارہ کار تھا کہ وہ امریکہ کا قافی ساحل سے آدھے راستے پر چھوڑ کر اپنے گھر چلا جاتا جس اس مقام پر کرایہ پر آئے مگر وہ راستہ بحث ہے۔ جو صرف یہ جاننے والی ہے کہ ذریعہ اپنے وجود کا عنوان کر رہا تھا۔

پروفیسر جڈ نے حضرت ارواح کے بعض پیلوڈوں پر جو گفتگو کی ہے اس کو سمجھنا اور سلجھنا ضروری ہے آپ مکالمہ ارواح کا عام طریقہ معمول (مذہب) اور موکل! امول مظلوم روح سے آپ کا جواب حاصل کر کے اسے معمول کی زبان سے ادا کر دیتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ موکل کون ہے۔ پروفیسر جڈ نے سوال کیا ہے کہ کیا یہ معمول کا لاشعوری حصہ ذات ہے جو حضرت ارواح کی تجاس میں موکل کا روپ دھار لیتا ہے۔ درحقیقت اس سوال کا کوئی جواب فاضل مصنف نے نہیں دیا پھر یہ کہ جانے روح کے انبات کے لئے جو شواہد پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ناکافی اور ایک حد تک ناطمینان بخش ہیں پھر یہ بھی کہ معمول اور موکل کے ذریعہ سوالات کے جو جوابات ملتے

اثرات کو چشم خورد کیا ہے۔ بڑی کیری تو سہرا ہاں ان کا باعث میں اور اس لئے ان کی کوئی اور سی تاویل ہوگی جس سے اس عقیدے کی اصل بنیاد ہے کہ چھٹکے معمول کی ہو کر سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے ہی اقسام سے اس پر غمران کی جاتی ہے۔ ایک تو اس کی قومیت کچھ مانی ہوئی ہے۔ دوسرے میرے علم میں ہے کہ کثیف مواقع پر وہاں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن میں شہید باغی شامل تھے۔ لہذا اگر ان کا مظاہرہ پیش پیش میں کسی قسم کی بڑی گرمی کو قبول ہو تو اس کا پتہ چلائے گا ان لوگوں کیلئے زیادہ ترین قیاس ہو سکتا تھا۔ بدست اس کے میں یہ کام انجام دیتا۔

اجسام پروں مایہ

ان مطالعہ کی ایک نیک توضیح کیا ہو سکتی ہے؟ میں نہیں جانتا، باہر اجماع یہ وضاحت پیش کی جاتی ہے کہ وہ درمیانہ Ectoplasm کے ذریعے معرضِ تعرض و زور میں آتے ہیں یہ وہ ایسے کے حلقہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ معمول کے جسم کی قوام ہوتا ہے۔ جس کو عارضِ خوب پر اس طرح ساقط المادہ کو کیا جاتا ہے کہ وہ ایک طرح کا پلچٹا سا جرم اختیار کر لیتا ہے جس میں مختلف شکل و صورت کے سامان میں داخل جانے کی صلاحیت ہوتی ہے جس نے بذاتِ خود یہ دیکھا ہے۔ کہ جس جگہ جمہور میں کیا جاتا ہے۔ وہ ایک بے شکل اور سیال بن گیا۔ جہاں یہ سہ ماہی سفر آتا اور معمول کی ناک اور کان اس سے نکل کر ایک پتہ سارے کرے میں داخل جاتا ہے۔ جس طرح کوسیدہ لکڑی کے ٹکڑے میں دوں مواقع پر جب کہ میں نے چشمِ خود اسے دیکھا تو معمول پر اتنی کڑی گھرائی نہیں رکھی تھی۔ جتنی دوسرے مادے مطالعہ کے وقت رکھی جاتی تھی تحقیقاتِ شمسی کی کونسل کا نظریہ یہ ہے کہ اس ہر دوں مایہ کا پتہ، نیز زمین سے دھماکے جی کر سیال، معمول کے جسم سے نکل کر سارے کرہٴ حاضرارت میں ہر طرف پھیل جاتی ہیں۔ اور یہ کہ انہیں روحانی کارنامے سے بیحدوں کو حرکت دینے، مہجوروں کو تپانے اور بے جان چیزوں کو اٹھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ آج یا یہاں ہوتا ہے یا نہیں میں نہیں جانتا۔ کیونکہ ان شاذ و نادر موقعوں پر جب کہ بیان کر رہا ہوں یہ۔ یہ صرف حسی (کہانی) ہے نہ عقلی (حقیق) میں ہر بار پتہ اور روشنی جانتے اور اس کا صحیح کرنے کی اجازت نہیں دی

جانتی۔ اس بناء پر کہ معمول کے جسم کا نازک قوام جو بڑاں مایہ حالت میں ہو۔ اور جس کا شیرازہ مگر چکا ہے۔ عام اور معمولی روشنی کے سامنے لایا جائے۔ تو معمول کے شدید طور پر روشنی ہو جانے کا امکان رہتا ہے۔

ارواحِ سفلی کے کرتوت

[illegible]

پروفیسری اہلی بیوہ کے ساتھ حاضرات ارواح کے عمل کا احساس حاضرات کی روداد اور کروہ حاضرات کے مظاہر پر بحث کی ہے۔ وہ قاضی ہیں اور مشکل اور کمی بیان پر فوراً تصدیق نہیں کرتے بلکہ معائنہ کا کام بھی اسی انداز پر کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کا انداز بیان کمزور حاضرات کے کتاب کو مستحضر رکھتا ہے۔ تاہم ان کی محنت شہم ان کی توجہ سے کامر ہے۔ اور حقیقت والہ ہے۔ کہ فی الحال ان مظاہر کی عقلی شرح اور سستی تو توجہ دینا چاہی نہیں۔

تحقیقات روحانی

یہ مضمون خیر حسن گو کی پوری گونج سارا دانش (پانچم جلد) میں کراچی کے محل ادب نے بے ذوق حلق سے سنا ہے۔ بھوں کو کہ پوری فاضل غلام ادب دوست، عالم اور مفکر ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ انہیں نہ دعائیت سے بھی غیر معمولی دلچسپی ہے۔ چنانچہ رواج کے منسوب پر (مفسر صاحب (مرزا حسن) لکھنؤ میں جملہ دعا نمازیں کی ادارت میں شائع ہوا تھا) لکھتے ہیں

کہ:

آج کل یورپ و امریکہ میں باضابطہ انجنیئرس قائم ہیں جو عرصہ سے روحانیت کے متعلق تحقیقات کر رہی ہیں۔ ان انجنیئرس میں سر رابرٹ ہیکلڈ، سر آرثر کونڈ، ڈائل اور سر لیلور لان بھی گراماں پایا۔ انجنیئرس شامل ہیں۔ ان لوگوں نے ناقابل تردید مشاہدات کی بناء پر یہ کہلے قائم کیا ہے کہ مرنے کے بعد انسانی روح نہ صرف زندہ رہتی ہے۔ بلکہ اس کی پوری خیریت (خفیت) باقی رہتی ہے۔ اور عالم برزخ کی زندگی اس زندگی سے بہت حد تک یکساں ملتی ہے۔ مرنے کے بعد جہاں کیا حال ہوگا؟ یہ متوقف ہے اس پر کہ جہاں اس دنیا میں کیا حال رہا ہے۔ انگریزی ادبیات کا مطالعہ کرنے والے آسکر وائیٹلڈ کے نام سے خوب آشنا ہوں گے۔ وہ شاعر تھا، شاعر، شاعر تھا، شاعر تھا۔ اس کے ادبی کلمات انگریزی زبان میں ذہانت و پاکیزگی کے بہترین نمونے ہیں۔ لیکن اس کی ذاتی زندگی سراسر ہمدردان (گمراہی وسیلہ کار) تھی۔ وہ نہایت تکلیف کشم کی نفسانیت کا ظلم تھا اس کی تمام عمر بے نتیجہوں میں بسر ہوئی۔ حال ہی میں ایک عورت نے "آسکر وائیٹلڈ کے روحانی مراسلات" کے عنوان سے ایک کتاب شائع کی ہے اس کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسکر وائیٹلڈ عالم برزخ میں بھی اسی طرح سکون و اطمینان سے عرصہ سے جس طرح اس دنیا میں تھا۔ وہی رنگ بند ہوتی ہے۔ یعنی نفسانی حالت اس کو روح کی حالت تک پہنچا دیتی ہے۔ گویا جگہ کی تبدیلی دراصل یہ ضرورت ہوتی ہے کہ اگر آپ زندگی میں نا آسودہ رہتے ہو تو مرنے کے بعد بھی نا آسودہ رہیں گے۔ جس کتاب (روحانی مراسلات) کا میں نے حوالہ دیا ہے۔ اس کے ایک ایک حرف سے لگنے والی کی صدا کی وضاحت کی جاتی ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اسے سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ وائیٹلڈ کے جتنے مراسلات اس میں درج ہیں۔ وہ سب وائیٹلڈ کے خاص انداز میں ہیں۔ حالانکہ راقم نے اس سے پہلے آسکر وائیٹلڈ کی لکھی ہوئی ایک سطحی نہیں پڑھی تھی۔ روح اور روحانیت کے خلاف ایک پھر لپک رہی تھی کی جاتی ہے کہ روح ہم کو نظر تو آتی نہیں۔ ہم زندوں کے ساتھ اس کے تعلقات کس طرح تسلیم کر لیں۔ اس بارے میں مجھے صرف اتنا بتا دیتا ہے کہ آپ نہ جانے کتنی ایسی چیزوں کے وجود اور ان کے اثرات کو مانتے ہیں جو غیر مرئی ہیں۔ (کمالی نہیں دیتی) روحوں کو

آپ بے شک نہیں دیکھتے لیکن آپ کیسوں کو ب دیکھتے ہیں۔ یا برقی روکن آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ حالانکہ برقی رو آپ کی ضروری کیا کرتا ہے۔ کہنے والے کہیں گے کہ مرنے کے کم ان آلات کو دیکھتے ہیں جن میں برقی رو پیدا ہوتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ ان آلات کو دیکھتے ہیں جنکے ذریعہ وہیں اپنا کام کرتی ہیں۔ مثلاً باقی تھکے اور دیگر آلات حاضرات ایسے مسائل میں صرف اس دلیل سے کام چلتا ہے جو مولانا رام نے خدا کے وجود کو ثابت کرنے میں پیش کی ہے۔

دست پناہ و تم ہی عالم گزر

اسپ ۱۹۲۵ء آ د ۱۹۲۵ء

(باقی نظر نہیں آتا۔ مگر حکم چل رہا ہے گھوڑا کرم اکر دم ہے اور سوار کا پتہ نہیں) روحانیت (جہاں روح کا مقصد ہے) کوئی نئی چیز نہیں بلکہ ہر نسل۔ ہر عہد میں حیات بعد المات پر یقین رکھتی چلی آئی ہے اور اس حد تک کہ زندوں اور مردوں میں سلام پیام کا امکان بھی تسلیم کیا گیا ہے۔ ایسی نفسیاتی توجیہ جو کچھ بھی ہو۔ مگر یہ ایک تاریخی حقیقت کہ عہد جاہلیت میں اس یقین کا محرک "خطب" تھا۔ اس وقت کے جاہل اور غیر متدین لوگ جب مرد سے کو خواب میں دیکھتے تھے تو جانا بولوں و چرا کچھ لیتے تھے کہ مرنے والا کہیں نہ کہیں اب بھی موجود ہے۔ اور ہم سے اس حالت میں آ کر ہم کو کام ہوتا ہے۔ یہاں اس بات کو کھلی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ کفار اور جاہل کے اس دور میں یہی انداز اور یہی رسوم و رواج تھیں اور پھر ادنیٰ کچھ جانتا تھا۔ روحانیت کے بارے میں سمر (سمر) کا کہنا تھا اور سو فیصد رنگ کے نام تاریخی شہرت رکھتے ہیں۔ سمر دانا کا ایک ڈاکٹر تھا۔ اس کے مجالیات تھی کہ اس کا مایا بی عیب ہوئی کہ دور دور سے لوگ اس کی کھینچنے کی غرض سے آئے تھے اور دیکھتے ہی دیکھتے سمر کی کافقہ لقت میں آ گیا۔ سو فیصد رنگ سائش میں مرکز ار نے کے بعد روحانیت کا قائل ہونا پڑا کیونکہ اس کو روحانی مشاہدات اور الہامات کا ذوق تھا۔ تجربے ہوئے لگ تھا۔ اور وہ علاج جذب و ودھان میں بڑے بڑے اہل علم و فضلہ، مسلمانین اور دھرمالیان وین مثلاً کالون و لٹیر، سرمدی، موہنی اور حنا وغیرہ کو کچھ لیا کرتا۔ اور ان سے مراٹے بھی حاصل کر لیا کرتا تھا۔ اس وقت تک نفس تحت اشعور یا شعور Subliminal Self کے لوگ واقف نہ تھے اس لئے

مجھے سمجھے تھے کہ روئیں براہ راست ہم سے مخاطب ہوتی ہیں۔ ان لوگوں کے بعد اور بھی خاموشیاں
 زوہدیت گزر رہی ہیں۔ جن کی کاوشیں لائق ستائش ہیں۔ یہ انہیں کی حقیقت کا نتیجہ تھا کہ آخر کار
 پروفیسر بنگلہ پروفیسر برٹ اور ایف ڈی ایل پانڈے نے ان کی ضرورت محسوس کی کہ ان شہادت
 روحانی کی تحقیق کے لئے ایک باقاعدہ انجمن قائم کی۔ اس انجمن کا نام: ”روحانی حقیقت کی
 انجمن“ (S.P.R.) رکھا گیا۔ اور ٹیلی ویشن یا ٹی وی کے ذریعہ (قشور ریڈنگ) عوام، خود نگاری، خود
 مقالہ (خود نگاری) قیام دانی اور اس قسم کے اور بھی دستکروں مظاہر روحانی کی نقل و حرکت حقیقت کا
 اظہار کیا۔ اس کے بعد دیگر کے بعد دیگر سے برکس، ولیم ہنریس، ڈیوڈ لائیو، ڈیوڈ جیمس، ڈیوڈ لائیو، ڈیوڈ لائیو
 روئے ہیں اور اس انجمن کی کارروائیاں ۲۵ جلدوں میں (تصنف صدی گئی) شائع ہو چکی ہیں۔ یہ
 انجمن سائنس کے جدید اصولوں کے مطابق کام کرتی ہے اور تعلقات و تواتر کو طبعی رشتوں میں دیتی
 ہے۔ اس کے مشہور ترین تجربات وہ ہیں جو مشہور معمول (میڈیم) سسز پیر کے ذریعہ حاصل ہوتے ہیں۔
 سسز پیر پر ایک عجیب خودی ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور اس حالت میں وہ خود بخود لکھنا پڑھنا شروع
 کر دیتی ہے اور یہ دیکھ کر کہ اس کو اکثر ایسی باتوں کا علم ہو جاتا ہے جس کی خبر اس کو کسی طرح ہو ہی نہیں
 سکتی۔ ماننا پڑتا ہے کہ کوئی نہ کوئی فوق العادہ قوت ضرور ہے اپنا معمول بدلنے سے یہ فی الحال اتنا
 کہہ دینا کافی ہے کہ آج کل کے سائنس دانوں کی نظر میں اس بات کو ماننے پر مجبور ہیں کہ عالم ادراج
 سے مکالمے کا دوسرا اے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے میں نہ
 جانے کتنی شدید ہدایاں اور فیریں کاربایاں بھی کام کرتی ہیں۔ لیکن محض ان ہدایوں کو فائقین سے تو انکار
 نہیں ہو سکتا۔

خود نویس

آج کل جس مسئلے پر سب سے زیادہ توجہ دیا جاتا ہے وہ خود نویس اور خود نگاری کا مسئلہ ہے۔
 خود نویس کی صورت یہ ہے کہ معمول پر ایک کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ اور وہ خود بخود کچھ لکھنے یا
 بولنے لگ جاتا ہے مگر یہ کسی مرنے والے کے لکھنات ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بتادنا ضروری ہے

کہ ہر شخص معمول بن کر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ خاص خاص لوگوں میں اس قسم کی توجہائی کی
 صلاحیت ہوتی ہے۔ اور وہی اس کام کو کرتے ہیں۔ قیام دانی روحانیت کا ایک زبردست
 موضوع ہے۔ بعض انسانوں میں غیر شعاری کا ملک ہوتا ہے۔ یعنی وہ دوسروں کے دل کی بات سمجھ جاتے
 لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں ایک فوق العادہ قوت اور اس کے تسلیم کا ضروری ہے اور نہ اشتہادات
 کی توجہ نہیں لگنی۔ (پروفیسر بنگلہ کو کچھ پوری لکھتے ہیں)

آئینی واقعات

آخر میں بھوت پرعت اور جن کے مسئلے کے بھی روحانیت ہیں کا ایک مسئلہ لکھتا ہوں۔ اور ان
 کی توجہ دہن پر بھی انہیں نظر ثانی سے ہوتی ہے۔ جن سے روحانیت کے مسائل حل ہوتے
 ہیں۔ میں اس جگہ خود کو اور دوا کا دانیوں سے کام لینا نہیں چاہتا۔ مجھے اس سے بحث نہیں کہ
 بھوت پرعت کے اصلی مسئلہ کیا ہیں؟ ”جن“ کا لفظ قرآن میں کیا مفہوم رکھتا ہے؟ ان الفاظ کے
 خواہی معنی ہوں۔ جو وہاں سے بھوت کے ہیں یا کچھ اور جن اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ایک دنیا
 ایسی ضرور ہے جسے ہم اپنے ظاہری حواس سے نہیں سمجھ سکتے۔ اب جب دیکھتا ہے کہ ان نفس اور روحانی
 مظاہر کی توجہ دہنی سکتی ہے؟ ”جن“ میں یہاں ان ظہرات سے بحث کرنا نہیں چاہتا۔ جو ہم
 جاہلیت میں انسان کے ذہنی مسائل کو حل کرنے کیلئے نہیں لگتے تھے۔ مجھے صرف یہ دیکھتا ہے کہ
 موجودہ سائنس اور تعلیمات کی بناء پر ان مباحث کے مسئلے میں کیا کہا جاسکتا ہے آج کا دنیا نے
 نفسیات کی سلسلہ حقیقت ہے کہ انسان کا نفس اور حواس پر مشتمل ہے۔ ایک تو شعوری ہے دوسرا غیر
 شعوری یا تحت اشعوری! ہم کو اپنی شعوری کیفیت کا علم تو رہتا ہے لیکن ان کیفیات کا احساس تک
 نہیں ہے۔ جو ہمارے شعوری مسائل کے نیچے پڑی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ ہماری شعوری زندگی کا
 دار و مدار انہی کیفیات غیر شعوریہ (وہ کیفیتیں جو شعور میں آتی ہیں) پر ہے۔ نفس (انسانی) ایک سمور
 کی مانند ہے۔ اور انہی شعوریہ (شعوری کیفیتیں جن سے ہم واقف ہیں) مشابہ ہیں۔ مختلف
 جزیروں ہے! ہم ان جزیروں کے صرف ان حصوں کو محسوس کرتے ہیں جو سب سے آدہ ہیں۔ لیکن

ہم ان کو اس کا طعم حلق نہیں کہ رخ آب کے چھپان جزیروں کی بنیاد کتنی گہری ہے۔ جو ظاہر ہیں لکھنوں سے پوشیدہ ہیں۔ بعض لوگ صرف اس لئے "نفس فیرشاعر" (اشعور) کے منکر ہیں کہ وہ اسکو محسوس نہیں کرتے لیکن جاننے والے جانتے ہیں۔ کہ یہ کوئی حلق نہیں ہم توانائی کو نہیں دیکھتے مگر اسکا وجود طبیعات میں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ ہم اثير (Ether) کو مانتے ہیں برق پادیں (ایلیکٹران) کے چلن ہیں کیونکہ ان کو تسلیم کئے بغیر عالم مادت کے کھانے کتنے مظاہر کچھ میں آنے سے روہ جاتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نفس فیرشاعر (اشعور) کے وجود سے انکار کیا جائے۔ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسکی بناء کا مابانی کیا تھا ان واقعات تو جیسے ہو سکتی ہے جن کو اب تک دنیا بھرتا و خوارق اور تہ جانتے کیا گیا ادبیات و اتفاقات کچھ ناقص رہا!

نفس غیر شاعر

نفس غیر شاعر۔ نفس کے اس حصے کو کہتے ہیں جس کا ہمیں شعور حاصل نہیں۔ تاہم وہ برابر شعور پر اثر انداز ہوتا رہتا ہے۔ پر دینر مجنوں کو دکھ پوری کیا جانے کہ اس نفس فیرشاعر (اشعور) کو صرف ان حرکتات (ذہن پر جو توشیح چھپ گئے ہیں) کا دفتر نہ سمجھا جائے۔ جن کا احساس کوئی حسی نہیں۔ بلکہ وہ حقیقت ہے اسکی تو تہ کا انکشاف (خزانہ) کھینچا جائے۔ جو نفس شاعر (نفس انسانی) کا وہ حصہ جن کا ہمیں شعور حاصل ہے (کے حصے میں نہیں آتیں)۔ ہمارا نفس فیرشاعر ایسے کرشمے دکھا سکتا ہے۔ جنہیں ہمارا شعور خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن نفس فیرشاعر ہے۔ جو ہرگز کسی غیر مادہ بنیت اور پائی کی دایہ انگشتی شاعر کی شعرت، دلی کی ولایت و ولایت اور نیکی کی نبوت کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ بحوت پرست، ابرار، جنات، طاعن اور اس قسم کے دیگر مظاہر جو ہمارے حیلہ شعور اور دائرہ عمل کے باہر ہیں۔ اس نفس فیرشاعر کے توسط سے مشاہدہ میں آتے ہیں۔ اس لئے ہمیں یا تو قوت ہات کچھ کرنا ل دیا جاتا ہے یا فرق انضر سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا رواج اسباب و علل میں کوئی چیز نظام انضر سے ملکہ نہیں ہے۔ (یعنی ہر واقعہ قوانین انضر سے تحت تصور میں آتا ہے۔ گویا ہمیں ان قوانین کا طعم نہ

ہو۔) ہر چیز کا محسوس یا غیر محسوس ہوتا ہے۔ جن روحانی تجربات کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ان کے لئے ہر شخص یکساں موزوں نہیں ہوتا۔ بالخصوص جن لوگوں میں عقل و استدلال کا مادہ ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے۔ وہ ان مشاہدات سے بہرہ ور نہیں ہوتے عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ ضعیف الامصاب لوگوں خاص کر عورتوں میں ان مظاہر و حوادث کو محسوس کرنے کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے اسکی معنی یہ نہیں کہ ایسے لوگوں میں ایمان لانے کی قابلیت زیادہ ہوتی ہے بلکہ درحقیقت ان کا نفس الاشاعر (اشعور) نفس شاعر (شعور) کے مقابلے میں زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور یہ لوگ فرق اشعور و افعات کا تجربہ آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ اس کی ضرورت نہیں کہ "روحانیت" عاضرات ابرار (جن میں جتنے مشاہدات و تجربات ہو چکے ہیں ان میں سے بعض کو کٹافٹیشن کیا جائے۔ کیونکہ منکر جب انکار پر عمل کرتا ہے تو پھر کوئی ثبوت دلیل و آتی ہو یا خیالی اسکے لئے بیکار ہو جاتی ہے میں مثالی چیز کرتا ہواؤں کا اور میرے مخالف ان کو شعبدہ بازی یا تھم کی صفائی اور نظر بند کی کہہ کر دور کرتے چلے جائیں گے۔ مجھے تسلیم ہے کہ آج کل روحانیت میں اس قسم کی فریب کاریاں کمزور سے دور ہیں۔ لیکن یہاں دکھا کر جو فریادوں میں ایسے لوگوں کی بھی کی نہیں۔ جو واقعی گمبختوں نے والے ہو اس سے پہلے اشارہ دیتا جا چکا ہے کہ ان اچانک کتنے حقائق ایسے ہیں جو ادنیٰ لوگوں کے دائرہ ادراک سے باہر ہیں۔ اور جن کو اگر محسوس کیا جائے تو صرف قوت خاص خستہ یا حس و استدلال سے نہیں بلکہ ذوق و وجدان سے آج کل مادیت کا مغرور دنیا میں رفتہ رفتہ کم زور پڑتا جا رہا ہے۔ اور اب بحیثیت اس تنبیہ پر پہنچنے اور رفتی رہے ہیں کہ حواس (دو بائج حواس جن کی مدد سے ہم دیکھتے، سننے، چمکتے، سونگتے ہیں) کا کافی ہیں اور ان سے کتب حقیقت ممکن نہیں یہ حقیقت کو کتنا محسوس کرنے یا سمجھنے کی صلاحیت یہ نہیں کہتے ہمارے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کہ ہمارے روزمرہ کے محسوسات اور معقولات (یعنی جو کچھ ہم محسوس کرتے ہیں۔ اور جو کچھ سمجھتے ہیں۔) کوئی حقیقت بھی رکھتے ہیں؟ اگر کوئی شکلت (حک پند) ان کو اس لئے اب فلاسفہ کہتے ہیں کہ حقیقت جانی نہیں جاسکتی۔ صرف محسوس کی جاسکتی ہے۔ اور اس کو محسوس کرنے کے لئے اسکی قوتوں کو فروغ دینے کی ضرورت ہے جو ہمارے اندر دہی پڑی ہیں۔ البتہ کبھی کبھی

شاعر کے شعر، مہذب کے بڑھتی ہوئی کثافت و کلمات اور نئی کے الہامات میں ظاہر ہوتی ہیں۔ فرانس کے مشہور فلسفی برگساں نے نہایت واضح طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ انسان کے عقل و حواس اس لئے بنائے گئے ہیں کہ وہ ہستی کے اسرار کو سمجھ سکیں۔ اس کا کام کو انجام دینے کیلئے وہ جان کی ضرورت ہے یہ وجدان یا غموم ہمارے نفس "غیر شاعر" کے اندر بھول و غفلت پڑا رہتا ہے زندگی کی حقیقتوں کو سمجھنے کے لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنے اس وجدان (لا شعوری قوت) کو ابھاریں اور اس کو اپنے نت نئے کرشمے و کمانے کا موقع دیں پھر بقول شیخہ دیکھو وہ آگے سے کہ نہ دیکھا ہو خواہ میں، میں شعور کی شمع کو بجھنے کے لئے نہیں دوں گی کبھی بجھا دینا چاہئے پھر عالم نور سے صرف استغنی کی آیت سنائی دے گی۔ بلکہ وہاں کے تمام جلوے آنکھوں سے مٹانے روشن ہو جائیں گے۔ مگر ہاں پہلی شرط یہ کہ

دور نظر اور زنگ خود پاک کن
بہر افسان نور را انداز کن

(پہلے تم اپنے دل کے رنگ کو صاف کرلو۔ پھر اس نور کا انداز کر سکتے ہو) جب تک انسان کی آنکھوں پر محض وہوش کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اس قوت تک اس کو حقیقت کی صرف بیرونی سطح نظر آسکتی ہے جس کو اصلی صورت کا محاذ کہہ سکتے ہیں۔

مرچو

اے مالک کل میرت والدین پر رخصت
روحانی مرا اسکات

ماضرات اور ادراج کی گفتگو میں آپ سبز پائیر کا نام سن چکے ہیں جو بوسن (امریکہ) کی رہنے والی تھی اور خود کو نیکی (یا آئو نیگ راسنگ) کے ذریعے روحوں سے پیغامات وصول کرتی تھیں۔ ان کی خود کو نیکی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ استغراق کی حالت میں لکھتی پائی لکھتی تھیں۔ وہ بد استغراق کی حالت سے باہر آتی تو اسے شدید تکلیف ہوتی۔ اس کا بیان تھا کہ یہ دنیا۔ اس دنیا کے متقابل میں (یعنی استغراق کی حالت میں جو دنیا نظر آتی ہے) بھدی۔ بد رنگ اور بے مزہ نظر آتی ہے یہاں کی چیزیں وہاں (عالم برزخ) کی چیزوں کی نسبت مکروہ اور بد صورت لگتی تھیں حال چہرہ کا

ہے ایک دفعہ اس نے ہوش میں آنے کے بعد کہا کہ مجھے تم لوگوں کی ضرورت نہیں۔ مجھے وہی دنیا زیادہ مرغوب ہے تہا زری صورت دیکھ کر مجھے بھی آتی ہے۔ مختصر یہ کہ تم لوگ بھدے اور بد قرار ہو میں کبھی گوارہ نہیں کر سکتی کسی صورت بھی تم مجھی ہو۔ کیا تم لوگ زندہ ہو؟ اس دنیا (عالم برزخ) میں جو لوگ ہیں۔ وہ تم سے کہیں زیادہ زندہ نظر آتے ہیں۔ سبز پائیر کا یہ بیان بھی ہے کہ جب میں اس دنیا سے قطع تعلق کر کے (بحالت استغراق دوسری دنیا میں پہنچتی ہوں تو وہاں کے لوگ مجھ سے بھلا کم ہونے کے لئے مجھ پر غصہ کرتے ہیں اور جب کبھی سوچتے پاتے ہیں۔ مجھے کوئی پیغام ضرور دے دیتے ہیں۔ ڈاکٹر پاچسن (Dr. Hadgson) نے جب سبز پائیر کا امتحان لیا اور اس کی تحریروں (مراسلات) کی تحقیق کی تو وہ درجہ مشکک (مشی) اور سکرٹھے لیکن کئی سال کی تحقیق اور تحقیق کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ یقیناً یہ روحانی مراسلے حوثنی لوگوں نے لکھوائے ہیں۔ اور وہ لوگ مرنے کے بعد زندہ ہیں۔ ڈاکٹر پاچسن کوئی عام آدمی نہ تھے۔ جو خوش اعتقاد ہی میں چلنا ہو کر پڑھتی تھیں "کو" ہوتی" سمجھ لیتا ہے وہ بلند پایا فلک زندگی کا تحقیق اور علم دوست بزرگ تھے۔ یہ پروفیسر مائرس نے سبز پائیر کے مراسلات کو جانچا اور وہ بھی اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ کسی طرح حقیقی بر فریب ہو معنی میں ہو سکتے کیونکہ یہ خودی کے عالم میں سبز پائیر جو کچھ بتاتی ہے یا لکھتی ہیں وہ حقیقی ہے اس لئے کہ بعد اس کے ملاحظہ اس کا علم تھا کہ سبز پائیر کے بار میں یہ رائے صرف ڈاکٹر پاچسن اور پروفیسر مائرس ہی کی پیش ہے۔ جن علماء نے اس کا مطالعہ اور اسکے مراسلات کا مطالعہ کیا ہے وہ سب اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ واقعی مرنے والوں کے پیغامات ہیں جو انہوں نے سبز پائیر کے قلم سے لکھوائے سبز پائیر کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے معمولوں کی طرح عوامی ترغیبات سے ہمیشہ اثر قبول نہیں کرتی تھی تو اس سے بھی تو یہی فائدہ ملتا رہتا ہے اور جو ان کی عوامی ترغیب کا رد نہیں ہوتی۔ زیادہ سے زیادہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سبز پائیر میں اثر اپنے بری کی صلاحیت موجود ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قصہ اور ارادے کے بغیر اس پر بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ پروفیسر مائرس لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سبز پائیر سے تدریجی کن فرمائش کی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ اس طرح سبز پائیر کے اور دوسرے وجود کے متعلق کچھ معلوم

کیا جائے جس کے ذریعہ دوسرے دلوں سے ہم کام ہوتی ہے۔ سزیا پھر کچھ بھی بگڑنے لگی تو اس کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ بہر حال اس نے جو بیانیہ تقریریں جادو میں گرا سے کچھ نظر نہ آیا۔ البتہ دوسرے روز صبح جاگنے کے بعد سزیا پھر کو تختہ روحانی نکلان اور ہنسائی گھن کا احساس ہوا۔ اسکو ایسا محسوس ہوا کہ تھا کہ جیسے کسی نے رات میں اسے سمجھا کر دیا تھا۔ سزیا پھر پر جب سے خودی طاری ہوتی ہے تو وہ اپنے کو ٹوٹ "Phinuil" کہتی ہے یہ اس کے ٹوٹکل (کنٹرول) کا نام ہے جو بحالت اشتراق اس پر مسلط ہوجاتا ہے جب دوسری بار سزیا پھر اس کیفیت سے دوچار ہوتی تو "ٹوٹ" کہنا کہ وہ ایک بیکار پہلے بھی آیا تھا۔ مگر کوئی اسکی طرف توجہ نہ ہوا۔ یہ بلور بنی کے دانے کی طرف اشارہ تھا۔ بلور بنی نے خودی دیر کے لئے سزیا پھر کی دوسری شخصیت کو اجاگر دیا تھا۔ سزیا پھر جب "الحکم کے ذریعہ" خواب کی حالت طاری کی جاتی ہے تو وہ دیر پائیں ہوتی۔ ایک مرتبہ تو ایسا ہوا کہ خودی کی کیفیت بمشکل ایک منٹ قائم رہی اور "ٹوٹ" اس سے زیادہ نہ کہہ سکا کہ میں بصر نہیں سکتا۔ ٹوٹ کے بارے میں اسکا جان لینا ضروری ہے۔ کہ وہ اپنے کو ایک روح بتاتا ہے جو سزیا پھر اور عالم ارواح کا درمیان پیغام رسانی کے فرائض انجام دیتی ہے۔ اس کی بھی جان ہے کہ وہ سزیا پھر میں طویل کرنے کے پرمٹ بعد تک تو روحانی کے بیانات کو یاد رکھتا ہے۔ پھر بھول جاتا ہے۔ انڈیو فیروز نے اس اور چند دیگر لوگوں کی زندگی کے سرائے میں اسکی کئی باتیں یادداشت کی ہیں۔ ہاٹ کا پتہ چلا کہ سزیا پھر نے دلوں سے ذرا دور رشتہ داروں سے تو اس کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر کے نہیں بتائی۔ لیکن سزیا پھر ایک خلاف کوئی شہادت نہیں ملی۔ سزیا پھر نے کہیں ان لوگوں کے ذہنی حالات جاننے کی بھی کوشش نہیں کی جن سے وہ بھی واقف تھی۔ اور جو حاضرات اس کی مجال میں شریک ہوتے تھے انکو پھر حسن اکثر بلا اطلاع اس کے پاس لوگوں کو لے آتے (جن سے وہ قطعاً واقف نہ تھے) ان لوگوں نے سزیا پھر کی زبان سے ایسے روحانی پیغام سنے ہیں جن کے حقائق انہیں یقین ہے کہ یہ پیغام صرف مرحوم رشتہ دار یا دوست ہی دے سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ سزیا پھر کی دیانت شک و شبہ سے بالاتر ہے اس مشہور و روحانی ماحول کا انگلستان سے

تعارف: S.P.A

The Society for Psychical Research (London) نے کرایا۔ جو اس قسم کی تحقیقات کے سبب عالمگیر شہرت رکھتی ہے۔ امریکہ کے علمائے نفسیات پہلے سے ہی سزیا پھر کو جانتے تھے۔ پہلی مرتبہ پر ویسٹر جس نے ۱۸۹۵ء میں سزیا پھر کا مطالعہ شروع کیا۔ چند ہی نشستوں میں پر ویسٹر جس کے شکوک و شبہات رفع ہو گئے۔ خود پر ویسٹر جس کا بیان ہے کہ سزیا پھر سے میری پہلی ملاقات ۱۸۹۵ء کے موسم خزاں میں ہوئی اس سے قبل میری خوشداس

(Mrs Gibbens) نے تھامس (حاضرات ارواح) کے اشتیاق میں سزیا پھر سے مل چکی تھیں سزیا پھر نے میری سسرال کے بعض دوستی افراد کے نام اور حالات بتائے جن کا کسی غیر کو علم ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ ان کا اتفاق میری سالی (Miss G.) کو پیش آیا۔ میری سالی اپنے ساتھ ایک خط لے گئی تھی۔ جو اطلاعی زبان میں تھا۔ سزیا پھر نے خط کو اپنی پیشانی سے لگا کر خط لکھنے والے کے بہت سے عجیب حالات بیان کر دیے یہ بالکل عجیب و غریب بات تھی۔ کچھ دن بعد میں خود اپنی بیوی کے ساتھ سزیا پھر سے ملے گیا اور اسی شخص کا دور رسر لیا گیا۔ سزیا پھر نے اس کا طیارہ اور اس کے حالات اپنی وضاحت سے بتائے کہ میں تسلیم کرتے تھے یہ سب کچھ وہ ہم نے خودی کی حالت میں کیا تھی کہ پر ویسٹر جس نے اپنے رشتہ داروں پر یہ نہیں ظاہر ہونے والا کہ وہ سزیا پھر سے کس درجہ متاثر ہیں؟ ان واقعات کی دوسری تادیبیں کرنے کی کوئی بھی امر ایک مجلس سی (تحقیق عالی) کی رول میں پائی رہی۔ چنانچہ پھر کچھ دن بعد پر ویسٹر جس پھر سزیا پھر کے پاس گئے تاکہ ایک مرتبہ پھر ذاتی گفتگو اور تحقیق کر سکیں۔ ان کی بیوی کے علاوہ اور کوئی ان کے ہمراہ نہ تھا۔ انہوں نے سزیا پھر کو یہ نہیں بتایا کہ اس سے قبل ان کے کچھ رشتہ دار ان کے پاس آچکے ہیں۔ اور نہ یہ بتایا کہ سزیا پھر کون ہیں۔ سزیا پھر نے راجوں کے نام بتائے شروع لگے یہ نام وہ پہلے بھی پر ویسٹر کے رشتہ داروں کو بتا چکی تھیں۔ روحانی معمول نے سزیا جس کے باپ یعنی پر ویسٹر جس کے خسر کا نام پہلے نبلن Neblin اور پھر Giblin بتایا۔ حالانکہ اصل نام Gibbens تھا۔ پچھلے سال پر ویسٹر جس کا ایک لڑکا جس کا نام Herman تھا فوت ہو گیا تھا

مرچو

ایک مالک کل مرچو والدین پر

سزا پھر اسے اس لئے کا نام برین Hermin تیا۔ ناموں کے تلفظ کی غلطی کے باوصف روحانی معمولات سے مرنے والوں کی زندگی کی جو تعلیمات بیان کیں۔ وہ سو فیصد صحیح ہیں۔ (پروفیسر جنس لکھتے ہیں کہ) اس کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ یا تو سزا پھر پروفیسر معمولی قوتوں کی مالک ہیں یا وہ میری بیوی کے رشتہ داروں کے حالات کسی نہ کسی ذریعہ سے جانتی ہیں۔ بعد کو کئی اور امتحان لئے گئے اور اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خاتون پروفیسر معمولی قوتوں کی حامل ہے۔ پروفیسر جنس نے کئی مرتبہ کوشش کی کہ وہ سزا پھر پر عمومی خیمہ طاری ہوگی۔ اس سلسلے میں پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ استغراق ہوئی۔ اور سزا پھر پر عمومی خیمہ طاری ہوگی۔ اس سلسلے میں پروفیسر صاحب کا بیان ہے کہ استغراق کی وہ کیفیت جس کے ذریعہ اس سزا پھر مرنے والوں سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ عمومی خیمہ سے جدا کوئی کیفیت ہے۔ قدرتی ہے خودی طاری ہونے پر وہ جسم حرکت و اضطراب میں جاتی ہے مگر عمومی خیمہ میں معمول پر مکمل سکوت غالب آ جاتا ہے۔

ایک روح سے مراسلت

پروفیسر جنس نے سزا پھر کے کچھ مراسلات بھی نقل کئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ دلچسپ وہ ہیں جو ڈاکٹر ہنسن کی روح سے لکھے گئے۔ یا اس کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنسن کا انتقال ۱۹۰۶ء میں ہوا۔ وہ ایک عظیم الشان روح تھی۔ اس کی مراسلت کے بعد دوسری روحوں کے متعلق سزا پھر کو جلد قیام پانے لے آؤں گا کہ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۶ء کو سزا پھر نے ڈاکٹر ہنسن کا ایک پیغام وصول کیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ ”حضرات ارواح“ کی محفل میں نیلی میسوں کرتی کہ ڈاکٹر ہنسن کی روح اس کے گرد منتظر رہی ہے۔ اوّل اوّل جو مکمل ڈاکٹر ہنسن کا پیغام سزا پھر کے پاس لکھا گیا وہ اپنا نام (Rector) رکھتا تھا۔ لیکن کبھی دن بعد ڈاکٹر ہنسن کی روح برآمد راست ہاتھ کر گئی۔ اب ذرا خود نویس (آزاد نگاری یا فری رائٹنگ) کے ذریعہ مکالمہ ارواح یا ماسٹریسی کا طریقہ دیکھئے۔ اس محفل میں جیوڈا پت بھی حاضر ہیں۔ رکڑ نے سزا پھر کو پیغام لکھا ہوا شروع کیا۔ لیکن وہ سزا پھر کے ہاتھ سے پھسل گری

اور کئی مدت تک ان پر لکھی طاری رہی۔

میں تجھ بھٹ پ نے پوچھا۔ کیا ہوا؟

(سزا پھر کے ہاتھ نے پھسل) B لکھا۔ اور پھسل کو اتار دیا کہ اس کی ٹوک ٹوک گئی۔ اس کے بعد لکھا۔ ”پھسن“

میں پ نے کہا تا تم پر اپنی رحمت نازل کرے۔

ہاتھ نے لکھا۔ میں سوچ رہا ہوں!

میں پ نے کیا ہے ہمارے دوست ہیں (ڈاکٹر ہنسن کی طرف اشارہ)

ہاتھ نے ہاں لکھنے کی بجائے ہاتھ میں باغ مرتبہ کا ٹکڑا کو کھینچا۔ رکڑ نے لکھا ہوا کہ

ذرا صبر کرو۔ وہی ہے۔ ہاں وہی تھا۔ اس کا کام لکھنے کا اس لئے وہ یہاں نہ ٹھہر سکا ذرا انتظار

کرتی رہو۔ سب

کہہ رہا تھا۔

میں پ نے بڑی دلچسپ خبر ہے!

رکڑ۔ ہر بات بہتری ہوتی ہے۔ دیکھو وہ اپنے ہاتھ میں ایک انگوٹھی لئے ہوئے ہے۔ کیا تم

سے اس کی خبر ہے؟

میں پ نے جنس میں نہیں رہی۔ ان سے کہو کہ وہ اس انگوٹھی کے بازے میں کچھ بتائیں۔

رکڑ۔ تم اس کا مطلب سمجھتی ہو؟

میں پ نے۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ ان کے پاس ایک خوبصورت انگوٹھی تھی۔

رکڑ، مار کر دے!

(”سب کے بعد حرف“ B) لکھا گیا اور جب میں پ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ تو کوئی

جواب نہ دیا۔ پھر B اور ایل A کے بعد دیکرے لکھے گئے۔ ان کی وضاحت بعد کو ہوئی۔

پہلا پیغام ای ڈی قدر تھا۔ انگوٹھی کا واقعی ایک قصہ تھا۔ جو S.P.R. (محکم تحقیقات روحانی) کی

رواداری یا نیوس میں جلد میں رتب سے میں پ کے ساتھ دوسری نشست ۲۸ جنوری ۱۹۰۶ء کو

مرچو

پر رکڑ نے فرمایا

امین

ہوئی۔ آؤ اگرچہ پسن کی روح آئی اور رکھوا دی گئی۔ میں پسن ہوں۔ (پاس انگریز پسن) میں نے
تہجدی آواز سنی۔ تم بس چپ ہو۔ سزا پیکر (معمول) ہے جس میں جہاں قاتل ہوں۔ میں خوش
ہوں۔ یہاں آنا بہت دشوار ہے۔ اب مجھے عظیم ہوا کہ (مجلس حاضران ارواح میں) ماہرا مستقر
کم کیوں آتے ہیں۔
میں فہم نہیں سکتا۔ میں آج نہیں بھر سکتا۔

۳۳ جنوری (۱۹۷۰ء) کو سرنیس اور پروفیسر جسٹس حاضرات میں نیٹھے۔ اس مرتبہ جسٹس کی روح نے آزاد نگار کی بجائے معمول (سزائے موت) کی آواز سے کام لیا۔ اور اپنے وجود کو پورا ثبوت دیا۔

کیوں کیا یہ جلی (جیس) ہیں۔ کیا سرجس اور جلی ہیں خدا تم پر اپنا مثل نازل کرے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے۔ (جبکہ اگر کہ) میں گویا کہ میں نے کبرے میں کھڑا ہوں۔۔۔ (جبکہ) مجھے راستہ مل گیا اور میں یہاں پہنچ گیا۔ اور ظہر وہاں میں خیریت سے ہوں۔ مجھے انہیں نہیں دیکھ سکا کہ میں نے ان سے میرا سلام کہو اور کہو کہ یہاں مجھ کو کچھ معلوم ہوا ہے۔ میں اسے ظاہر کرنے میں کوئی وقت صرف کرنا اشت نہیں کروں گا۔ سنئے ہو؟ مجھ میں اب زیادہ تاب نہیں ہے۔ لیکن ذرا صبر سے کام لو میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔۔۔ (میں نے ایک شخص کو کہا) میں یہاں ہوں کہ سر آئیور لائی (میں نے اسے دیکھا) دوسرا شخص (سب کچھ جان میں۔ میں کہاں باختر سے خطاب میں تھو اور کہاں گا۔

(پھر تھوڑی دیر کے بعد نور آتی ہے۔ اور کہتی جا کہو کہی ہے کہ کئی یا کبھی ہے؟ تم کیا کہو رہے ہو۔ آج کل تم کچھ سیر و طواف کرتے ہو یا نہیں؟ آؤ آج چائے (ڈاکٹر حسن اکرم و فیصلہ جنس کے ساتھ پیکرہ Chocorwallہ) چمیل میں تیرا کرتے تھے۔ اچھا تو آؤ روش برابر کیا کرو مگر کلوت کے ساتھ نہیں، شاید میں کلوت کے ساتھ تیرا کرتا تھا۔ یہ واقعہ تھا.....

اسکے بعد جی بی ایلر مجلس عاشرات میں مسز ایچ پیر کے ساتھ تھیں۔ ہنسن کی روٹ نے ڈار سے پُرا نہ تھے یہاں کہے۔ جن سے اُن لوگوں کی یاد آ رہی تھی۔ جب ہنسن اور جی بی ایلر ساتھ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر ہنسن (کی روٹ) نے کہا کہ مجھے دو بچوں ملے ہیں۔ جنہیں تمہاری ماں

تھماری سبز پردہ کا تھی۔ مجھے وہ ابھی طرح یاد ہیں کتھے بٹلے گئے تھے وہ؟ میں اس کو اب تک دیکھ رہا ہوں۔ دار لگتے ہیں کہ جب میں لوگوں کی دعوت کرتی تو ان پھلوں کو کھڑے سے سبز پر تھیر دیا کرتی۔ جو میرے مکان کے قریب بکلا کرتے تھے۔ اس کا مکان بہت کم ہے۔ کہ احسن نے اُن کی زندگی میں اس لفظ کی کا ذکر سنا ہے کہ اس کو اور پرچہ ہے کیوں کہ اس میں ہم سب تھی۔ اس لئے یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ سنا ہے، جن کی آواز دواؤں کو احسن استعمال کر رہے تھے قیامت آیا کہا ہوگا۔ دار نے چہ چہا نہیں یاد ہے کہ تم جان راج کے ساتھ جھلی کے کنارے لے گئے تھے۔ کہاں گئے تھے تو میں نے بھولے ہے اس کا نام بتا دیا۔ احسن۔ جان راج؟ اس کا نام جان راج ہے مگر انہیں تم نے مجھے اس کا نام بتا دیا۔ کیوں بتا دیا۔ مجھے خود یاد آ جاتا مگر لوگ کشتی میں سوار ہو کر ایک جزیرے میں گئے تھے۔ وہاں جس کے وقت ہمیں اپنی چٹیاں رکھنے میں جلدت پیش آئی تھی۔ وہیں صابن تک باہر ہے۔ جس ایک یاد ہے۔ یہ کون سی چٹیاں مشکل سے تھیں۔ اور پھر وہ سب کی سب ضائع ہو گئیں۔ ان سے پوچھو۔ انہیں یاد ہے۔ ڈاکہ بجان ہے کہ بہ احسن نے کچا کیا، بیکو ہوا تھا۔ وہ جان راج کے کنارہ کسی کے ساتھ جانے کو تیار نہ تھا۔ یہ بھی واقعہ ہے کہ وہ لوگ ایک جزیرے سے ہمارے تھے۔ کچے ادھر ادھر کا میں کرنے کے بعد بہ احسن نے پھر کہا۔

تم کو یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ میری کمرے کے دروازے پر ایک شخص آیا تھا جس کے پاس ایک ستارہ تھا۔ پہلے اس نے بہت دلچسپ گفتگو کی تھی۔ پھر نے اس سے سنا کہ وہ کھانا دیا کہ ایک مختصر سا آدمی تھا اور وہ مجھے بخوبی یاد ہے۔ صورت یہ ہے کہ دروازہ کی زنجیر کے بارے میں میری یادیں اب بے فکر نہیں اور یہ رچا ہو گئی ہیں کہیں سے کچھ یاد ہے کہیں سے کچھ لیکن اس شخص کو میں بھول گیا ہوں۔ روحانیات اور ستر کے متعلق اس سے کہیں دلچسپ گفتگو ہوئی تھی؟ مجھے راجس (Rayce) نامی ایک شخص بھی یاد آ رہا ہے۔ جو تم سے ملے آیا تھا۔ (خود اس نے اس کی تصدیق کی)

مسز ہائپر کے روحانی مراسمات آپ نے پڑھے۔ اس سلسلے میں دو کتبہ پائے گئے ہیں۔ ایک کا
جان یہ ہے کہ آزاد نگاری کے ذریعہ یا معمول کی زبان سے روحوں کے جو بیانات ملتے ہیں۔ وہ

درحقیقت مرنے والوں ہی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ لیکن علمائے تقدیسات کے دوسرے کہنے کا خیال ہے کہ یہ سب ”قلب خروانی“ یا قحاش ریغ تک (دوسرے کے دلی خیالات پر چڑھ لینا) کا نتیجہ ہے ایسی معمول جملہ جس کے ذریعے لوگوں کے قلب کی تکلیف اور ان کے دلی خیالات پر چڑھ لینا ہے اور انہیں مردوں کے پیچھاڑ کے نام سے حاضرین کو نسا دیتا ہے۔ اس نظریے کو بالکل بے بنیاد نہیں کہا جاسکتا۔ ممکن ہے کہ مردوں کے فرض کردہ بیانات اور پیچھاڑ کا ساتھ بعد حصہ ”قلب خروانی“ (دل کا حال پر چڑھ لینا) کا نتیجہ ہو۔ بات بعض پیچھاڑ ایسے ہوتے ہیں۔ جن کی نوعیت بالکل مختلف ہوتی ہے۔ اور بعض معلومات اسکی ہوتی ہیں۔ جو مرنے والے کے ساتھ دُش ہو جاتی ہیں۔ ان معلومات کے بارے میں جو پیچھاڑ ہوگا۔ (بشرطیکہ اس کی تصدیق ہو جائے۔) اسے بلاشبہ مشرقی ہی کی طرف سے تصور کیا جائے ایک افکار و افکار یافتہ شخص نے معمول کے توسط سے اپنی ہی کو یہ پیچھاڑ دیا کہ میرا اتار دینا یہ خیر کا وقت میں فلاں چنگ کے اندر جمع ہے اس رقم کو نکال کر رازخیر میں صرف کر دو۔ اس پیچھاڑ میں خیر کا وقت نہر بھی بتا دیا گیا تھا۔ یہی کو ہرگز شوہر کے راز کا علم نہ تھا تحقیق کرنے پر پیچھاڑ کی تصدیق ہو گئی۔ اس پیچھاڑ کو کمالی حقیقت قلب خروانی سے نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بعد کسی کے شعور میں قائم یا شعور سے امر نے دلوں سے مراسلات کرنے کا ایک طریقہ ہے چنانچہ فی سبب بعض اشخاص (مذکورہ بالا شخص کو سمجھنا چاہئے) میں کہتے ہیں کہ

پلانیچٹ کے متعلق تجربہ

پلانیچٹ کا نام اکثر لوگوں نے سنا ہوگا۔ اور بہت سے لوگوں کو دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہوگا۔ یہ پان کی مجلس کی ایک چوٹی چٹنی ہوتی ہے۔ جس کے چھل کی طرف دوپٹے لگے ہوتے ہیں۔ اور آگے کو یا ٹوک پر نوراغ میں چل لگائی جاتی ہے۔ دو دھلی پٹا ایک ایک بچہ، اجداد علیوں کے سرے لگے ہے! اس میں رکھ دیتے ہیں۔ اور دروحوں کو طلب کرتے ہیں۔ چٹنی چلتی ہے اور جراثیم نکلتی ہے۔ پلانیچٹ سے میرے مخالف کی اچھا بے اچھا ہوتی ہے۔ اور مذہب پر فخر ہوتی ہوئی مرتبہ پلانیچٹ منگو اناصل تفریح کا ایک سلسلہ تھا۔ لیکن چند جراثیم کے بعد اس نے اپنا انہیں تو ظلمان

ضرور پیدا کر دیا۔ میرا سنا ہے کہ کوئی صاحب ملاؤ جی میں جتنا نہ ہوں۔ نہ مجھے پہلے اس کا اعتقاد تھا نہ اب ہے۔ مجھے جو جراثیم حاصل ہوئے۔ جنہیں اس کا بیان ان مقصود ہے کہ بہر حال سوچنے کے لئے کافی مواد مل سکتا ہے۔ ممکن تھا کچھ غور و خوض کے بعد پلانیچٹ کا راز کچھ میں آ جاتا۔ یہاں مجھے یہ بھی بتا دیا جائے۔ کہ پلانیچٹ کے ذریعے جن دروحوں سے رابطہ پیدا ہوتا ہے۔ (تو وہ کچھ زیادہ قوی کاش کے سامنے نہیں لیتیں اور بہت کم ”مطلب کی بات“ ان سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بعض اوقات ایسے حیرت انگیز اور غیر متوقع جراثیم موصول ہوتے ہیں کہ خود بخود ایک غلط پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ یہ روح کا پیچھاڑ نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ ہوا ہے کہ جب پہلے چھل پلانیچٹ پر عمل شروع کیا گیا اور نام لے لے کر دروحوں کو طلب کیا گیا۔ تو کچھ ایسی گزلیاں اور اطمینان بخش کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے کہ روح اپنا نام نکھوادی اور ایک آدھ سوال کا جواب برکت دیتے۔ یا کافہ پر ادھر سے ادھر دوڑتی پھرتی۔ چھٹی جاتی، پھول بتاتی مشوش الفاظ لکھتی اور بار بار رخصت کر دیتے کہ تھکاف کرتی۔ مثلاً ”جائے دو“ اسوقت نہیں، پھر بلا مجھے کام ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چھل مرتبہ واضح جراثیم اس وقت سے آنے شروع ہوئے جب یہ شرط لگائی گئی کہ کوئی معبود ایک ہفتہ روح آئے۔ چٹنی کے پلٹے پر چھل چھل کیا کہ آپ کون ہیں؟ جواب لکھا گیا ”میرا گھڑا“ کیا گھڑا ہزاروں؟ جواب ملا۔ جی ہاں! عرض کیا کیا گھڑا؟ یہ سوالات کئے جاتے تو آپ جواب دیں گی؟ اثبات میں جواب ملا۔ چند ادھر ادھر کے سوالات کے بعد جب ہم ان کی روح کو رخصت کرنے والے تھے تو دیکھا کہ پلانیچٹ خود بخود چلنے لگی۔ دیکھا تو لکھا تھا کہ اب میری بھی ایک بات سننے کا کیا فرمایا ہے۔ کیا بات ہے؟ تو لکھا۔ ”پہلے (اور اسکے بعد ذلیل کھینچا) میرے بچوں کے واسطے دعا کیجئے۔ انہوں نے باپ کے ساتھ چٹنی کی۔ (دوسرا ذلیل کھینچا) میرے نام پر کچھ دیتے۔“ جواب ہوا کہ کیا بات بھڑ۔ جواب لکھا کہ میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ اسکے بعد پچھل چھل کیا کہ آپ جانا جانتی ہیں۔ جواب ملا دروہ تہمت ہو گئی ہے۔ اب اگر کچھ اور پوچھا ہوتا اہانت دیتے۔ مگر تاڑل کو رخصت کرنے کے بعد کی دوسری نیچ روح کو آنے کی زحمت دی گئی۔ اس دفعہ شہنشاہ پار کی روح آئی۔ بلکہ مزار محل اور پار کی روح۔ یہی دونوں

مرچو
پر

بہت جلدی سے جواب لکھا۔ نہیں!

یہ ہے بیان جناب فیضی امیری کا! مگر یہ بیان کسی خاص نتیجے تک ہماری رہنمائی نہیں کرتا۔ میں کہیں ذکر کر چکا ہوں کہ ایک زمانے میں شاعر اعجاز حضرت جوش ملیح آبادی نے بھی پناہ چاہ کر اپنا تھکے مشق بنایا تھا۔ اور وہ اس آلے کے ذریعہ روحوں سے سوال کیا کرتے تھے۔ انہوں نے متعدد جواب دیے۔ واقعات مجھ سے بیان کئے۔ مرزا غالب کی ادوار سے سوال کیا گیا۔ کہ شراب نوشی کے بارے میں جناب کی کیا رائے ہے۔ مرزا صاحب نے جواب دیا کہ اہل عرف کے لئے حلال اور کرم عرفوں کے لئے حرام ہے۔ غرض مرزا غالب نے ایک فارسی شعر میں یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

چاند رہاں نہ حرام است کہ غالب

در ہے غروی اندازہ کھار عباد

اس رند پر بیان حرام ہے جو بے خودی میں ٹپکتے گئے جوش صاحب نے اور بہت سے مرثیہ دانوں سے گلگولی۔ کہتے تھے کہ وہ حاضرات ارواح کی زوداد ایک ہنجر پر لٹک لیا کرتے تھے اور یہ بڑا خیمہ دفتر میں گیا تھا ایک روز راجہ صاحب محمود آباد کی نظر اس دفتر پر پڑ گئی۔ وہ اپنے ساتھ لے گئے۔ اب معلوم نہیں کہ وہ ارواح کیا کہیں گے۔ کس کے پاس ہے؟

روحانی صحیفہ

ظفر قریشی دہلوی رقم طراز ہیں کہ

یہ کہنا کہ عالم ارواح سے ایک ایسی جنتیل (ڈرامہ) وصول ہوئی ہے جیسے ایک شخص نے اپنی موت کے تیس سال کے بعد لکھا تھا یہ نہ صرف مایہ الازرا جنت ہوگی۔ بلکہ بعض مصنفوں اس بحث کو مضحکہ خیز بھی سمجھا جائے گا۔ یہ جنتیل انگریزی زبان کے مشہور ادیب جنتیل ٹکاراؤ سکروہیلڈ کے دماغ کی پیداوار ہے۔ جسے خود مصنف نے غیر معمولی کارنامہ قرار دیا ہے۔ لوگ اسے کسی طرح منجھوا کر اسے نہ سمجھیں۔ البتہ یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ یہ ایک مزید جنتوت ہے اس بات کا کہ ہم

ادوار سے بیانات اور مراسلات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ جس مرثیہ کے بعد نہ صرف زندہ ذاتی ہیں بلکہ اپنی انفرادیت بھی قائم رکھتی ہیں۔ اور سکروہیلڈ کے بہت سے مراسلے یا تو آزاد نگاری کے ذریعہ وصول ہوئے ہیں یا روحانی تختے Oulia Bord کے ذریعہ اور یا خود بھی پناہ چاہ کر کی طرح مل کر رہے۔ اور یا خود نگاری کا ایک ہوتے رہتے۔ جسکی لسانی ڈھائی فٹ ہوتی ہے۔ اس پر حروف چھپی گئے ہوتے ہیں۔ اس تختے پر ایک اور چھوٹا تختہ ہوتا ہے۔ جسکی شکل دل کے مشابہ ہوتی ہے۔ اس میں مومن نام لکھیں اور دھڑھل ہوتی ہیں۔ جسکی روحانی ٹانگہ بطور اشارہ کندہ کام کرتی ہے۔ جسوقت مطلوبہ الفاظ اس تک پہنچیں (نگاری کے پتے ہوتے دل) پر آہستہ سے ہاتھ رکھتے ہیں۔ تو اشارہ کرنے والی ٹانگی نگاری حرکت کرتا شروع کرتی ہے۔ اور ہر ہر مطلوبہ حرف پر ٹپک کرے کرتی جاتی ہے۔ تاکہ دوسرا آدمی اسے دیکھ کر الفاظ بتاتا اور روح کرتا رہے۔ جو مراسلات خود نگاری اور روحانی تختے کے توسط سے وصول ہوتے وہ کتابی صورت میں مسزوی اور مسز اصمچہ معمول نے عرب کے شائع کر دیے ہیں۔ اور انکو سکروہیلڈ کے روحانی مراسلات کے نام سے فروخت ہو رہے ہیں۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مسز ڈی اور مسز اصمچہ (روحانی معمول) ایک حاضرات ارواح کی ایک نشست کر رہے تھے۔ اور ان کے ایک مرد دوست کا بیٹا ہم صہیل ہوتا تھا۔ ایک نیک بیٹا مسوونج بل گیا۔ گواہی کسی دوسری طاقت نے دی۔ بیٹ کی اس وقت کے حضرات پر مسز اصمچہ نے اس کو دیکھا کہ کون کون ہوا اس کے جواب میں ذلیل کا بیٹا وصول ہوا۔ دنیا میں یہ منادی کرنے کے لئے اور سکروہیلڈ مردہ نہیں۔ زندہ ہے۔ ذلیل کا بیٹا ہم بھڑس شافت بھگتا ہوں۔ لوگ حسن کی ادوی کی آواز سن سکتے ہیں جو پناہ پر نگاری ہوئی آواز دے رہی ہے۔ یا اپنی نرم خواسی سے شخم کی مورتیوں کو پناہ کر رہی ہے۔ اس دنیا میں ارضی حسن کی یادگار کیلئے شافتا درد پیدا کر رہی ہے۔ دنیا میں کسی لالے کی مرقی کسی گھونگے کی مہنی کنارے اور کسی لہر کا نفس ایسا درد تھا۔ جو میرے لئے کوئی بیٹا حیات نہ رکھتا ہو۔ کسی راز کا انکشاف یا کسی خلیل کو پس نہ کرتا ہو۔ تو یہ لوگ جام خیال کی چھت نی کرست اور گمن ہو گئے۔ مگر مجھے تو شراب حیات کے ارقونی جڑوں کی ضرورت تھی (ذخیرہ وغیرہ)

غرض تمام مراسلات میں اسکر و ایبلز کا مخصوص طرزِ نمایاں نظر آیا ہے عکس سے زیادہ خوب
انجینریات ہے یہ کہ ان مراسلات کا اعلانیہ اسکر و ایبلز کے خط سے ملتا جلتا ہے۔ ان نکتوں میں
اسکر و ایبلز کی فنی زندگی کے بہت سے ایسے واقعات کی جانب ملاحظہ کرنا کہ وہ آئیں گے جن کا علم
اسکر و ایبلز کے سوائے اور کسی کو نہ تھا۔ معمول سے تو فرشتوں کو بھی اس کی خبر نہ تھی۔

کیا یہ مراسلات اسکر و ایبلز کے ہیں۔ یا ان کی کوئی اور تفسیر بھی ہو سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ
مراسلے (ایضاً) معمول کے اشعور کی تخلیق جس سے متعلق ماہرین کا بیان ہے کہ ہم جو
کچھ دیکھتے سمجھتے جانتے ہیں وہ درحقیقت ایک ناقابلِ تفسیر کی صورت میں محفوظ رہتا ہے۔ اور
اگر حالات سازگار ہوں تو ضرورت کے وقت حافظہ کی وسعت سے (ذہان کی) سطح پر (وہ محفوظ
کردہ یادداشتیں) ابھرتی ہیں۔

مسماحہ کا بیان ہے کہ ہم میں سے کسی نے بھی اسکر و ایبلز کی تحریر نہیں پڑھیں۔ نہ ہمیں
انکی زندگی سے کوئی دلچسپی تھی۔ پھر نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے دانشور نے یہ مراسلات خود تحریر
کر دیئے۔ ہم نے بھی اسکر و ایبلز کی تحریر نہیں دیکھی تو پھر نہیں سمجھ سکتے۔ کہ اس کے اعلیٰ کی نقل
کس طرح ممکن ہے؟ اور اگر ہم نے (غرض کیے بھی تحریر) دیکھی تھی تو نقل تو ایک دو سطروں تک
نہیں ہوتی ہے۔ اس کے سلسلے میں ایک اور غور کرنے کی ضرورت ہے کہ ہمارے یہ نقل کس کی ہوتی ہیں
نہیں۔ یہ مشورہ (بجز معمولی قلیل) اس قدر طویل اسکر و ایبلز دار ہے۔ جس کی ایک ہی طرف سے دریا
کی جھلک ہر جگہ نظر آتی ہے۔ اس کا طرزِ انتشار دی ہے۔ جو اسکر و ایبلز سے مخصوص ہے۔ خود
اسکر و ایبلز نے اپنا ایک پیغام S.P.R. مجلس تحقیقات روحانی کے نام سے مسز ڈاکوٹا کے
سامنے دیا تھا۔ پیغام درج ذیل ہے۔

کیا آپ لوگوں کو میری شخصیت پر شبہ ہے؟ ہاں مجھے خود بھی اکتاہٹ ہو جاتا ہے۔ بلکہ میں زندگی
میں بھی شبہ کرنے لگتا تھا مجھے مجلس تحقیقات روحانی سے بہت دلچسپی ہے۔ وہ قابلِ تحریف کام
کر رہی ہے۔ کیونکہ وہ ایک نئی سے ہر چیز کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتی ہے۔ عرصہ سے میری فنانس
جی کڈر و وک کوئی ایسک سوسائٹی بنائیں جو روحان سے سلام و پیام کا سلسلہ جاری کرے۔ چنانچہ

یہ قائم ہو گئی ہے۔ اس میں کوئی رکن ساتھ برس سے کم ہر کثرت شامل کیا جائے چنانچہ اس رعایت سے
اس انجمن کا نام "عمر رسیدہ تارک سائینس کی انجمن" رکھا جائے۔ جہاں پہلا فرض یہ ہے کہ اس عالم
ہست کی حقیقت معلوم کریں۔ اور سب سے پہلے مسز ڈاکوٹا کی ہستی کی انکشاف اگر فیصلہ ہو جائے کہ
وہ امر واقعہ ہیں تو ہمیں بہت حذر و تدبیر ساتھ حالات کے کٹھن رو مان ثابت کر دینا چاہئے۔

اسکر و ایبلز کے علاوہ اور کوئی ایسا حراجہ رنگ نہیں ہے جس کا سبب جب لوگ غیر معمولی قلیل کو
دیکھتے ہیں تو سوال کرتے ہیں کہ کیا اس میں بھی اسکر و ایبلز کی تحریر کی خصوصیات، ہائیکری خیال،
عجیب حیرات اور مزاح کی چاشنی موجود ہے یا نہیں، یقیناً ہے۔ ماہروں نے اس قلیل کو دیکھا
ہے۔ اور وہ قلیل اراے ہیں کہ ایسی قشیتاں اسکر و ایبلز ہی لکھ سکتا ہے۔ غیر معمولی قلیل کے لئے
الفاظ کا ثبوت بہم نہیں پہنچایا جاسکتا ہے۔ کیوں کہ وہ تمام کی تمام اوپر چاروں کے ذریعے وصول ہوتی
ہے۔ جس وقت اسکر و ایبلز سے قشیت لکھوانے کو کہا گیا۔ تو اس نے مضامین کا اظہار کر دیا۔
نتیجہ یہ ضرور کہا کہ اوپر چاروں کے ذریعے قشیت لکھوانا مشکل ہے۔ مگر وہ کوشش کریں گے۔

شروع شروع میں اسکر و ایبلز نے انیسویں صدی کے طرز پر عبارت لکھوانا شروع کی۔ اس پر
مسماحہ نے اعتراض کیا۔ اور کہا کہ اب یہ طرز تحریر متروک ہے اس لئے وہ اپنی اصل غرض
پر قرار نہیں۔ اسکو اوقات وہ قشیت لکھوانے سے انہی قش روئی اور طرز عبارت لکھوانے لگتا
کہ وہ ضرور لکھ سکتا ہے۔ جبکہ یہ قشیت لکھنے کی اس وقت تک کسی کو معلوم نہ تھا کہ قشیت کو
کس طرح قلم کیا جائے گا؟ اس کا معلوم بالکل بہم اور تیسویں صدیوں تک نہیں ملتا تھا۔ جب ہم
کس نے اسے صاف کر کے قریب وارہاں نہ کیا۔ حضرات قائم کرے۔ اظہار اس کیا۔ تو اس نے
ایک مہم مسلسل قشیت کی شکل اختیار کر لی۔ غیر معمولی قشیت میں میں ایک ہیں مگر اول کا عنوان
ہے۔ "تھارڈ" دوسرا ایک ہے ای کا نشانہ میں اس کا ہوتا ہے۔ اسی ایک کا تیسرا عنوان "تھیرڈ"
میں قشیت کیا جاتا ہے۔ تیسرا ایک دوسری ڈیٹا میں ہوتا ہے۔ اور سبکی ایک ساری قشیت کی جان اور
اپنی طرز کا عجیب و غریب ایک ہے۔ خود اسکر و ایبلز اس کی تشکیل نہ سمجھا دیتا تو کوئی تھیرڈ اسے
قشیت کرنے کی صلاحیت نہ دیتا تھا۔ اس ایک کا عنوان ہے "سزک ایک آرام گاہ" مصنف نے

جو دایات دی ہیں۔ وہ درج ذیل ہیں۔ اسٹیج پر صرف اُوٹنے اُوٹنے سنسن نظر آئیں۔ چھت پر تمام شاہینوں کی نظر نہ چڑے۔ مکلی ہوا کا سحر ہو۔ ایک مصنوعی آسمان کا ٹکڑا بھی پلٹھ پر سے دکھایا جائے۔ اس وجہ سے دیکھار میں بھی نہیں ہوتا چاہئے۔ صرف لیے لیے ستون ہوں۔ سبرے رنگ کی مصنوعی روشنی ڈال کر شام کا سحر ابھارا جائے۔ گویا آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ اور اسکی (شرعی مائل) کرنیں پڑ رہی ہیں۔ اسٹیج پر کہیں کہیں خوب افرازا ہونا ضروری ہے تاکہ گہکات تھکے نظر نہ آئیں۔

روحیں زور دلایں میں ملیں ہوں۔ یہ زور دینا شوخ نہ ہو۔ بلکہ شہد کی طرح سنہری زرد ہو۔ ان کے کپڑوں سے درخشاں و پائیز کی ظاہر ہونا چاہئے۔ نیز دکھرواٹھ۔ (مرد و عورت) کی بھی قیصر ہو سکے۔ ایک کونے پر تھوڑا سا سیاہی والا چائے کمر اسٹیج کا بلیک ہیر روشنی سے جھلکا رہا ہو۔ ایک شرور ہوئے وقت جیسے جیسے مگر بلند آہنگ سر تھکے چاہیں۔ الجھت افلاطن نہ ہوں۔ صرف راگ کے سر سنائی دیں۔ مسافر یعنی روحیں اپنی موجودہ سستی (یعنی عالم ادراغ میں آنے پر) خوف زدہ ہونے کی بجائے کسی قدر حجب نظر آئیں۔ خوف و دہشت کا سحر پیش نہ کیا جائے جس وقت پر وہ اٹھے تو چند روحیں آپس میں باتیں کرتی دکھائی دیں۔ اس ایکٹ کے تمام کردار تاریک سامنے چہرہ خود کو سکرو امیٹھ کے لچکے میں۔ "مسافر روحیں" جھیل کا افتتاح کو عام روش کے مطابق شادی اور کیسا کی جھیلوں پر نہیں ہوتا بلکہ مسافر ہاتھ جوئی خوشی دکھا کر مانی پر جھیل غم جو جاتی ہے۔

مرچو

کریں یا نہ کریں۔ شے کی نظر سے دیکھیں یا نہ دیکھیں۔ مگر میں یہ بیان دینا چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا میں بھی ایسا ہی ہوں۔ ایسا ہی دماغ رکھتا ہوں۔ جیسا کہ آپ لوگوں کی دنیا میں رکھتا تھا۔ حال ہی میں آپ نے مجھ سے ایک جھیل گھسوائی ہے۔ میں اس کا منوں ہو کر مجھے اس عالم میں بھی ہمیں نہ لینے دیا۔ پھر اس قدر دانی کا شکر یہ! میں خود اس جھیل سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ میری رنگ قرافت اب تک پہنچی رہتی ہے جس وقت اس جھیل کو اسٹیج پر لایا جائے گا۔ اور شب اڈل ہوگی تو میری روح اسے دیکھنے کے لئے ضرور آئے گی۔ تاہم میں کو میری آہ کی خبر ہو یا نہ ہو لیکن میں ان کے درمیان ضرور موجود ہوں گا۔ جس وقت جھیل جھیل کی چادری ہوگی۔ تو میں لوگوں کے باہمی گفت و شنید اور کھنگنی ضرور سنوں۔ کیونکہ جھیل کی شب اڈل میں کھنگنی کا روزانہ ہر طرف سے مکمل جاتا ہے۔ چنانچہ جب میری روح کی تعریف یا کٹہ چینی کی جائے گی۔ تو مجھے مسرت ہوگی۔ میرے حلقین کہیں کے کہیں میں اس عالم میں آکر اپنا ادنیٰ مذاق بچا لڑایا ہے۔ اب میرے مذاق شد و مد سے تلاوت کریں گے۔ غرض میں دعوت دیتا ہوں۔ کہ لوگ میری جھیل دیکھنے آئیں۔

کس قدر حیرت ناک

حاصل یہ ہے کہ یہ سب کیا ہے؟ کیا یہ محض ایک ہوس ہے؟ کیا یہ محض نانی جھیل کی دہرہ طرازی ہے؟ کیا حاضریہ ادراغ کے تمام مدعیان مسلسل ڈوٹ بولے چلے چارہ ہیں کیا بڑاوں سال سے دروغ بانی کا کیا فرماندہ برابر مل رہا ہے خیر ہم تسلیم کئے جیتے ہیں آج سے ایک سو سال تک ہم روح کے کشوں کے بارے میں جو کچھ کہا جاتا تھا وہ صرف وہم و فریب خیال کا نتیجہ تھا۔ ہم قدیم کا انسان سا سنگٹ خطہ نظر سے بے بہرہ تھا۔ اور وہ ہر سامنے کو حقیقت اور ہر چھٹا دے کو صداقت تسلیم کر لیتا تھا۔ مگر یہ تو حقی اور حقیقت پسندی کا زمانہ ہے۔ عہد قدیم کے بہت سے اوہام باطل ہو چکے ہیں۔ کائنات کے بارے میں ہمارا خطہ نظر سو فیصد تبدیل ہو چکا ہے۔ آج ہم ماڈرن اور توانائی کے مظار کو جیتی جاہک یعنی کے ساتھ کچھ کہتے ہیں اور فطرت کی عظیم نشان

اے مالک کل میرے والدین پر رحم فرما

۱۹۳۵ء کو نصف شب کے قریب ایک نشست کے دوران مسز اسمتھ نے او سکرو امیٹھ سے درخواست کی کہ وہ جھیل کے بارے میں کوئی بیٹام گھسوائیں۔ چنانچہ مصطفیٰ (اوسکرو امیٹھ) نے حسب اہل بیٹام گھسوا لیا۔ جس میں مسز اسمتھ کا شریہ ادا کیا گیا۔ عزیز خاتون اہم تھیں ہو کہ ان لوگوں کے لئے جو میری ادنیٰ مصروفیات سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ کوئی بیٹام گھسواؤں۔ مجھے مرے ہوئے عرصہ ہو گیا ہے۔ اس وقت ہم تاریکی میں ہیں۔ تمام مجرموں میں موت کو سب سے بڑا مجرم مانا گیا ہے کیونکہ لوگ سب سے زیادہ شک و شبہ کے ساتھ ادا کو دیکھتے ہیں۔ آپ مجھ پر احماد

قوتوں کا استعمال جس پادری اور خود امدادی کے ساتھ کر رہے ہیں۔ باطنی میں اسکا خواب بھی نہ دیکھا جاسکتا تھا۔ تو پھر مجھ جیہ میں اس قسم کے خارق العادات (سپر ناطل) مظاہر کی تحقیق کے جو سر سامان ہو رہے ہیں۔ اور نئی تہنیتی، مستحکم بنی اور بڑھتے روح کے بارے میں سائنسی آلات کی مدد سے جو جوت ہم کھینچنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسکی تاویل و تفسیر کس طرح کی جاسکتی گی۔ یہ تمام سوالات غیر معمولی طور پر اہم ہیں اور ضروری ہے کہ ہم بھی ان مسائل کا مطالعہ، ادبام و تفکر کو ہر طرف رکھ کر حقیقت پسندی کے ساتھ کریں۔ مجھ سے بہت سے لوگوں نے حاضرات ارواح کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی خط و کتابت کی ہے۔ عبدالغفار عبدالستار (نور منزل کراچی) لکھتے ہیں کہ

ثانی کی روح

محس صاحب! میری ذہنی قوتیں کی غم میں چار سال قبل انتقال کر گئیں۔ میں انہیں بچپن سے دیکھتا آ رہا تھا۔ میری نہ تانی اور تانی کے درمیان (حالانکہ وہ نکلی اپنی تانی تھی۔) ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہا تھا۔ جھگڑے کی وجہ چھوٹی مولیٰ خرید کر لیا جاتا تھا ہوا کرتی تھی۔ میری پرانی۔ میری تانی، بڑی خالہ اور چھوٹے ماموں کو پسند نہیں کرتی تھی۔ انہیں کوئی خالہ ہوئے ماموں سے بے محبت کرتی تھی۔ (۱۳۳۰ھ تک) (تفصیل) کا ذکر ہے کہ میری تانی چھوٹی خالہ، بڑی خالہ، ماما اور بڑے ماموں تیسری منزل پر واقع اپنے گھر میں سو رہے تھے۔ میرا چھوٹا ماموں اپنی بیوی اور بیٹی سمیت چھت پر گئیں سو رہا تھا۔ واضح ہو کہ یہ چھت پہلے میری پرانی کی رہائش گاہ تھی جہاں وہ تنہا رہتی تھیں۔ اور یہاں بڑے ماموں اور چھوٹی خالہ کو وہ نہ دے دیتی تھیں۔ خیرات کو ان لوگوں نے کافی شرفیل سنا۔ جیسے کوئی ہماری سامان (اچھر سے اچھر پھینک رہا ہو۔) میری تانی نے بڑے ماموں کو رات کے ڈھائی بجے کے قریب چھت پر بیٹھا کہہ دیکھتے کیا بات ہے کہیں کے باہر جو بڑا وہ ہے۔ اس پر کہوئی چھت نہیں ہے ماموں جانے لے اور پھر جا کر دیکھا کہیں کوئی بات نظر نہ آئی۔ انہوں نے چھوٹے ماموں کو آواز دی۔ وہ جاگ رہے تھے۔ چھوٹے ماموں نے دروازہ کھولے بغیر بتایا

کہ کوئی بات نہیں۔ بلیاں لڑ رہی تھیں۔ یہ سارا شور وغل انہیں کی وجہ سے تھا چھوٹے ماموں کا بیان ہے کہ جب بڑے ماموں ملے گئے تو انہوں نے دروازہ کھولا۔ دیکھا کہ دروازہ کے سامنے پر تانی مرحومہ کھڑی ہیں سفید لباس میں ٹیوش اپ دیکھ کر چھوٹے ماموں کے ہوش اڑ گئے۔ انہوں نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ اور تقریباً دس منٹ تک ان پر عجیب اور بے ہوشی اور بے خودی کی کیفیت طاری رہی۔ اسی عالم پر خودی میں انہیں اپنے تیری کی زیارت ہوئی۔ پھر صاحب نے کہا تمہارا تانی۔ تمہاری پر تانی کی روح ہے۔ دس منٹ بعد جب چھوٹے ماموں نے بے خوف ہو کر دروازہ کھولا۔ تو مرحومہ دستور سوجھیں۔ ان کے بیان کے مطابق آدھے چہرے کے علاوہ تمام جسم کھن میں ڈھکا ہوا تھا چہرہ خطرناک نظر آتا تھا۔ کھن چاکر سے بوسیدہ ہو چکا تھا۔ انہوں نے ماموں کو کوسے دیتے ہوئے کہا کہ تونے زندگی میں کبھی میرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کیا۔ اور اب موت کے بعد قبر پر بھی نہیں آتا۔ (واضح رہے کہ چھوٹے ماموں کبھی نہ کبھی پر تانی کو ڈانٹ بھی دیتے تھے) اس کے بعد انہوں نے کہا کہ تیرے کپڑے قبر پر رکھ کر کسی سختی کو چھینا۔ اور میری رقم میں سے تم ایک پیسہ دست لینا (واضح رہے کہ یہ اس دور (۲) ہزار روپے کی رقم کی طرف اشارہ ہے جو پر تانی مرحومہ جیسے کی اقتدا کے سلسلے میں ادا کرتی تھیں۔) اس کے بعد انہوں نے میری والدہ کو کھجھت کی کہ چھتے یا نہیں تسلیم کر لیں اس طرح تقریباً بیس منٹ تک پر تانی مرحومہ میرے چھوٹے ماموں کی خدمت ہوئی تھی۔ آخر میں مرحومہ نے کہا بیٹا میں نے کہیں ڈانٹا ہے۔ یا ڈھکڑا ہے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اب چھوٹے ماموں میں طاقت باقی تھی۔ وہ دروازے سے باہر نکلے اور پکارا کر گر رہے۔

عبدالغفار کا یہ بیان قاطع طور پر اس واقعے کی توجیہ کس طرح کی جائے گی۔ حاضرات ارواح کے درجہ دانوں کا بیان ہے کہ بعض روغن اپنے ہماری اور بعض سے جذبات کے سب عالم بالاس بلند ہونے کی صلاحیتیں شائع کرتی ہیں۔ وہ زمین سے چھٹی ذہنی ہیں اور طرح طرح سے اپنا مشاہدہ کرتی ہیں۔ انہیں مرنے کے بعد بھی معاملات دنیا سے آنکھیں دیکھتی رہتی ہے۔ جتنی عالم حیات میں تھی۔ کسی کو خبر نہ کہ مال کی پاداشتی ہے۔ کوئی پس ماندہ اس کے فم میں جھکا ہوتا

مرچو

مرچو

ہے۔ کسی کے لئے حرصِ حصار اور انتظام کے جذبات پائیدار نہیں ہوتے ہیں۔ عہدِ انقار نے اپنی پرتابی کے سلسلے میں جو واقعات بیان کئے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ مرحومہ کے تعلقات اپنی بیٹی (عہدِ انقار کی بیٹی) اور نواسوں کے ساتھ بہتر نہ تھے آپس میں لڑائیاں رہتی تھیں جب نہیں کہ پرتابی کی روح پر ان تمام حوادث کا داؤد ہو۔ اور وہ مسلسل اپنے اعز سے مخاطب ہونے کی کوشش کرتی رہی ہوں یہ نہیں بدست روگیں اپنے لئے بھی چاہی لاتی ہیں اور دوسرے کو بھی عذاب میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

سیاہ سرنگ

محمد امجد سبزواری (۱۱۷۳ھ - ۱۲۵۱ھ) آپ کی ناکالونی کرچی میں ۱۱۷۳ھ میں ایک معلومات افزہ مکتوب میں لکھتے ہیں کہ

امریکہ کے مشہور رسالے، نیوز ویک کی اشاعت ۱۲ جولائی ۱۹۶۶ء میں آپ کے پسندیدہ موضوعات میں سے "حیات بعد اموات" کے موضوع پر ایک مضمون چھپا ہے۔ اس کا باب دلہاب پیش خدمت ہے

ہسپتال کے ڈاکٹریں جو حادثے کے وقت میں آتے ہیں ان میں سے ایک سرخوش کو مہر قرار دے دیا گیا اور پھر کمر کھائی جا کچھ وقت کے بعد جب وہیں امدادی جہازات دو کارڈز نامہ ہوا۔ مگر اس نے موت اور حیات ہدیہ کے درمیان دو تھلے کی جو تفصیل بیان کی۔ وہ عجیب بھی ہے۔ اور سبق آموز بھی۔ ان سرخوشی آفٹے والوں کے حیات کا ذکر و مشرق کہ ہے کہ کوئیں ایک طویل سیاح سرنگ سے گزر رہا تھا۔ ہم نے عجیب قسم کا شور مچا اور وہ ہم نے اپنے کو جسم سے باہر پڑا۔ اور ڈاکٹروں کی ان کوششوں کو حیرت سے دیکھا جو وہ ہماری جان بچانے کے لئے کر رہے تھے۔ جو کچھ کہیا۔ وہ ہم نے دیکھا البتہ ہم کسی سے مخاطب نہ ہو سکتے تھے۔ مخاطب ہوتے تو کوئی حجب نہ ہوتا۔ صورت یہ ہوتی ہے (مگر کہنے والوں کے بیان کے مطابق) کہ ہم اپنے عزیزان اور دوسروں کی موجودگی کو محسوس کرتے ہیں۔ پھر بتدریج ایک بہیم نورانی سیولے میں تبدیل ہو جاتے ہیں پھر ہمیں اپنی

مجھلی زندگی کی جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں اور وہ ہیں اپنی زندگی کا سہارہ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے (میں یہ پوری تفصیلات عاملِ ادب مرحومہ میں نقل کر چکا ہوں) مرحومہ یا مریض اس نورانی جسم میں رہتا جاتا ہے۔ لیکن مجبوراً اسے اپنے طبعی جسم میں ڈھکیا دیا جاتا ہے۔ اور وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ ایک عرصہ تک ان کو کفرِ قریح خیال سے تعبیر کیا جاتا رہا۔ مگر اب حدودِ دافعی معالجین اور ماہرِ نفسیات سمجھ کر اسے اس معرکہ سمجھانے کی کوشش میں مصروف ہیں ڈاکٹر ایلیزہ کوہلر اس جو امرضی دافعی کے ماہر ہیں۔ مرنے والوں (اور بھرتی جانے والوں) کے تکنیکوں کی بات سن کر۔ حیات بعد اموات کی قائل ہو گئی ہیں۔ جب کہ دوسرے علمائے نفسیات کا خیال ہے کہ ڈاکٹر کوہلر اس نے مریضوں (جو بظاہر مر گئے تھے) کے حیات کو غیر معمولی اہمیت دینی ہے۔ تاہم ان کے حیات سے نفسیات دانوں کے دلچسپی (حیات بعد اموات کے موضوع سے) بڑھ گئی ہے کوہلر اس نے مرنے والوں کا یہ احساس کر دیا کہ اپنے جسم سے الگ ہو گئے ہیں اس سلسلے میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ جب کہ ان کا محض شمع ہو گیا حرکتِ قلب بند ہو گئی ہے۔ دماغ کی رگ مصل ہو گئیں۔ پھر وہ ان واقعات کو جہان کے گرد و پیش پیش آ رہے ہیں۔ اسی صحت سے کس طرح بیان کر سکتے ہیں؟ ایک مرحومہ کی کس طرح پستانکا ہے کہ اسی درمیان میں کون لوگ اس کے کتے میں داخل ہوئے۔ کون کون اس کے جسم پر حملہ کیا اور ان کے کتے نے کتے کے نظریات پر تبادلہٴ خیال کیا۔ ڈاکٹر ایلیزہ کوہلر اس کا اصرار ہے کہ اگرچہ ہر مریض کا بیان ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ تاہم چند باتیں ہر بیان میں مشترک ہوتی ہیں۔ مثلاً سکونِ دافعی کا احساس اپنی کمالی شخصیت کا بیان اور اپنے مرحومہ اطوارِ احباب کی طرف سے جنینیت و مہار کا یادِ سلسلہ اسی لئے مرنے والے ان کوششوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ جو انہیں مرنے کیلئے کی جاتی ہیں۔ ان کیلئے موت میں سکون اور امید دونوں کا احساس پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی دوبارہ مرنے سے خوفزدہ نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹر کوہلر اس ہوں یا برعکاس کے مشہور مجلسِ تحقیقات نفسی (S.P.R.) کے راکسین! سب کے سب جھپٹے ایک سو برس سے حیات بعد اموات کے مسئلے اور دینی مظلہ برکی تحقیقات میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں دو اور دو چار کی طرح کسی بات پر اور کسی کی بات پر یقین کرنا مشکل ہے۔

مرچو

الحق مالک کل پر والدين

ہزاروں سال سے انسانی ذہن کیا کیوں اور کیسے میں الجھا ہوا ہے۔ اور ابھی ہزاروں سال تک یہ کھنٹی نہ سلے گی۔ میں یہ بات پہلے بھی لکھی تھی مگر گھٹ چکا ہوں۔ اور اب بھر اس کھنٹی پر زور دینا چاہتا ہوں کہ خارق العادہ مظاہر (مختار روحوں سے مکالمہ) کے خلاف انسانی ذہن پر ایک نہ زور طبعی مزاحمت پائی جاتی ہے۔

طبعی مزاحمت

سوال یہ ہے کہ طبعی مزاحمت کیوں ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ انسان کی تمام تر زندگی کا انحصار اس کے حواسِ خمسہ کی کارکردگی پر ہے وہ عادی ہے کہ جب تک کسی چیز کو آنکھ نہ دیکھے کسی آواز کو کان سے نہ سنے۔ کسی شے کو نہ چمکے کسی چیز کو نہ سونگھے۔ اور کسی جسم کو نہ چھوئے وہ اس کے وجود کا اقرار نہیں کر سکتا دنیا کا تمام کاروبار اسی اصول پر چل رہا ہے۔ قابل اعتبار وہ ہے جسے آپکے حواسِ خمسہ اعتبار کے قابل قرار دیں۔ انسانی حوصلہ صرف انہی حقائق کو قبول کرتی ہے (قبول کر سکتی ہے) کیونکہ اسکے اپنے علم کا نظام ہی ہے (جو جو دور محسوس ہو یا قوی مطلق اور یا ضعیفی و لیبوں سے چپکے وجود کا اثبات کیا جائے مطلق اور یا ضعیفی و شعور کے اعلیٰ ترین مظاہر کی حیثیت دیکھتے ہیں گاڑی کے پہلے اور آگ کی چٹائی لگانا یا کھانے پینے کی چیزوں اور اشیاء کو ہر ایک ایک اصول کارآمد بناتے ہوئے ہیں جن کی صدیقین مطلق اور یا ضعیفی و شعور کی ہے انسان کی تمام سائنسی آلاتی تکنیکی اور فنی ترقیوں کا انحصار صرف مطلق مفرقی کبریٰ اور یا ضعیفی و بار موصول کے ذریعے ہوا ہے۔ کیسٹری کے اصول حرکت اور ماسے کے قوانین۔ روشنی اور بجلی کے ضابطے یہ سب کے سب عقل مطلق کی کارگزاری ہیں اور ہم عادی ہیں کہ ان تمام چیزوں کو قبول کر لیں جن تک عقل ہماری رہنمائی کرتی ہے۔ کیونکہ ہم ہزاروں سال کے انسانی تجربات کے بعد ہمیں ان کی عملی افادیت کا ثبوت مل گیا ہے۔ انسان جن اشیاء کا عادی ہو جاتا ہے ان کا ترک بہت مشکل سے ممکن ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری نگاہوں کے سامنے ایک انسان مر جاتا ہے۔ اور پھر اس کا جسم معدوم ہو جاتا ہے۔ جس کے معدوم ہو جانے کے بعد یہ تصور کہ وہ شخص کسی اور دنیا میں زندہ ہے۔

انسانی عادات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ہماری عادات ہے کہ ہم کسی شے یا شخص کا تصور اسکے جسم کیساتھ کریں۔ جسم کے بغیر وجود کا یقین خلاف عادت ہوگا۔ خارق العادہ مظاہر وہ ہوتے ہیں۔ جن کی ہمیں عادت نہیں ہوتی۔ مثلاً آنکھوں کے بغیر دیکھنا، کانوں کے بغیر سنا، ناک کے بغیر سونگھنا، جسم کے بغیر چھونا، اور زبان کے بغیر چمکنا! اب سائنس دانوں کی توجہ خارق العادہ امور کی تحقیق کی طرف مبذول ہوئی ہے اب تک حاضرات ارواح کے جتنے تجربے ہوئے ہیں۔ ان سے کوئی کامیاب بات معلوم نہیں ہوئی۔ اگرچہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا ہے اور دنیا کا شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جہاں جگائے روح کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے متعدد تجربے نہ کئے گئے ہوں۔ کرباب ہمیں ہمیں کسی روح نے نہیں اٹھایا کہ خود "روح" کی حقیقت کیا ہے؟ اس مسئلے میں (حقیقی یا نام نہاد) روحوں سے جو سوال و جواب کئے گئے۔ وہ مستحکم نخر اور ناقابل ذکر تھے۔ اس موقع پر قرآن مجید کی وہ آیت یاد آتی ہے۔ کہ تم سے روح کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے کہ وہ کدو کی روغن میرے سبب کے حکم سے ہے اور یہ کہ "ہمیں روح کے بارے میں بہت کم علم پایا گیا ہے" تاہم ان تجربات کی افادیت سے انکار ممکن نہیں کچھ اور جنیں تو کم سے کم ان حقیقتات سے نص انسان کے بارے میں حجت ناک معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ اور برابر اس مسئلے میں نمایاں اور

حاضرات ارواح کے مختلف طریقے ہیں ان میں سے بعض پر کلنگوگی جابگی ہے۔ مثلاً چلا چٹھ، آزاد نگاری اور پادروختہ ارواح اسکے علاوہ بھی کچھ اور طریقے ہیں۔ جن کے ذریعے چادیدہ

محمد کریم رحمہ اللہ

محمد کریم رحمہ اللہ

حاضرات ارواح کے مختلف طریقے ہیں ان میں سے بعض پر کلنگوگی جابگی ہے۔ مثلاً چلا چٹھ، آزاد نگاری اور پادروختہ ارواح اسکے علاوہ بھی کچھ اور طریقے ہیں۔ جن کے ذریعے چادیدہ

ہستیوں سے پہلے پیدا کیا جاتا رہا ہے۔

چند عملیات

عطا مائدہ غلامی رستم یار عثمان سے لکھتے ہیں

اس وقت میرے پاس ماہرہ حضرت ابروہ کے تین بچا چل رہے ہیں ایک تعویذ لکھتا ہوں۔ دو تعویذ سات سالہ لڑکی یا لڑکے کے دائیں انگوٹھے پر لپٹ جاتا ہے۔ انگوٹھے کے ناخن پر سیاہی مل دی جاتی ہے۔ سوکھ جانے پر سرسوں کا تیل لگا دیا جاتا ہے۔ (جس سے اس میں چمک پیدا ہو جاتی ہے) معمول انگوٹھے کو دیکھنا رہتا ہے۔ سوکل حاضر ہوتا ہے۔ (یعنی معمول کا اصل سر یا ہاتھ کے اشارے سے جواب دیتا ہے۔ یا اگر روٹی معمول خواندہ ہے۔ تو وہ جواب (جو فرض کیا جاتا ہے کہ عالم ابروہ سے سوکل کے ذریعے موصول ہوا ہے) لکھ کر دے دیتا ہے۔ کہ واقعہ یہ ہے۔ اگر کسی کے یہاں سونپنی کی چوری ہے۔ تو بال سرود اور چور سے متعلق بتا دیتا ہے۔ ایک دفعہ کسی بالغ لڑکی کے تعویذ پانچ ماہ اس لڑکی سے کہا گیا کہ سوکل سے کہو کہ ملاں بزرگ کی زیارت کرادے۔ لڑکی (بحالت استغراق) کہتی ہے کہ وہ بزرگ میرے ساتھ ہی اپنے رشتہ کو موجود ہیں لڑکی کو جاہلیت کی کئی کتابیں لکھ کر ملاں لڑکی کے چہرے پر لپٹ کر دے گا۔ آپ کے لئے بہت بڑے پیر ہیں جو ہر اور بزرگوں کی تحریف آوری کی استغناء کی گئی۔ معمول نے جواب دیا کہ وہ دونوں بزرگ محکوموں پر سوار تشریف لارے ہیں۔ ان سے بھی دو عمارتیں گئی ہیں سوئیں پر ایک تاجر ہریمو آسانی سے کہہ دیا کہ یہ سب فرار اور فریب ہے نہ کوئی روح ہے نہ وہ عاقبت۔ لڑکی خوشی خند میں ہے۔ اور ملاں کی ترقیب سے سارے جوابات دے رہی ہے۔ اور اس کیونکہ تعویذ میں میں ہوا کرتا ہے۔ ایک مرتبہ لڑکی نے (استغراق کی حالت میں) کہا کہ میدان کر بلا میرے چکر نہیں ہے۔ اور ملاں اور ملاں ماہرہ لکھ کر گزرتے ہیں۔ عطا مائدہ غلامی نے اور چند عملیات کی ترکیب بیان کی ہے۔ جو برصغیر کے دیہات کا معمول ہیں۔ درحقیقت کسی چند ماہرہ (مثلاً بورا آئینہ شمس چاند سورج) پر نظر جمانے سے آدمی پر بہت جلد تعویذ کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور اس تعویذ کی کیفیت میں

معمول کہ جو کچھ بیان کرتا ہے۔ وہ بڑے انت خود عظیم ہوش رکھنا کا ایک باب ہوتا ہے۔ اسروہ میں اشتقاق الرحم کی سرینس جلدوں کو چاروں کے سامنے ٹھایا جاتا تھا۔ اور میرا نہیں (اصولک بھانیں۔ ہسٹریا کی سرینس بہت جلدوں کی معمول کی حیثیت اختیار کر گئی اور اس علم میں ابروہ) (نہ جانے وہ اسکے ذہن کی اختراع ہوئی تھی۔ یا واقعی کچھ تھا) سے اس کا رابطہ قائم ہو جاتا تھا۔ میرا اشتقاق (شمن روڈ بھمن پورہ اور) میں آپ کی خدمت میں ایک اہم سراسلہ پیش کر رہا ہوں۔ امید کہ آپ اپنی قیمتی رائے سے مطلع فرمائیں گے۔ آج کل پورے پنجاب میں اس واقعے کا چرچہ ہے۔ اور کئی کئی رائے زنی ہو رہی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ۱۸ مارچ کو بندر روڈ (دریائے راوی کے قریب) پر ایک جہان لڑکی کی لاش پائی گئی (یہ ایک کھاتے پیتے گھر کے لئے تعلیم یافتہ لڑکی فرزانہ سہوٹی تھی۔ جس کا ذکر تفصیل سے اخبارات میں آیا ہے) والدین نے لڑکی کی لاش کو شناخت کر لیا۔ پولیس نے والدین کے بیان کی روشنی میں فرزانہ سہوٹی کے دوست جاوید بٹ کو بھی شامل تفتیش کر لیا۔ مزید انکشاف ہوئے۔ معلوم ہوا کہ فرزانہ اور جاوید کے درمیان آٹھ سالہ تعلقات تھے۔ سات مہینے پہلے فرزانہ لیاقت میڈیکل کالج خیر آباد میں تعلیم حاصل کرنے کے زمانے گھر سے روانہ ہوئی۔ مگر وہ حقیقت وہ لڑکی ہے جو فرزانہ اور جاوید کے درمیان بڑے بڑے تعلقات تھے۔ والدین کو جب یہ خبر ہوئی کہ فرزانہ قرآن حافظہ درصہ وصلوہ کی پابندی نہیں کیا ہاں ہمدرد عبادت چوری کی بھی عادی تھی۔ لطف یہ کہ راتوں میں معروف عبادت بھی دیکھی جاتی تھی۔ دو سنے گواہوں نے بیان کیا کہ فرزانہ اور جاوید کی ملاقات دو سے (غریبانی) کے تین روز قبل ہوئی تھی۔ پتہ چلا کہ وہ امیدہ تھی۔ پولیس اس نتیجے پر پہنچی کہ فرزانہ نے ماہی سے بچنے کے لئے خوشبوئی کر لی ہے وہ بیٹھے بعد جاوید بٹ نے پولیس کے سامنے استغراق کر لیا کہ اس نے فرزانہ کو گھٹکھونٹ کر ہلاک کیا ہے۔ جاوید نے کہا کہ فرزانہ سے شادی کے لئے ٹھک کر تھی۔ اور چونکہ میں اس سے چھٹکارہ پا چکا تھا۔ اس لئے میں نے جاوید کو کہا کہ ۱۸ مارچ کو میں اسے اسکول پر بٹھا کر لے گیا۔ اور ایک (سلسلہ چنگ) بڑی بیدردی سے اس کا گلا دیا۔ جب فرزانہ مرد مرچ گئی۔ تو کئی آنکھوں میں انتقام کے شعلے

چمک رہے تھے۔ آخر اس کام اگل گیا۔ اب جاوید کے بیان کا سب سے زیادہ مستثنیٰ خیر قصہ شروع ہوتا ہے۔ جاوید نے کہا کہ میں اعتراض قبل اپنے خبر سے مجبور ہو کر کردہ ہوں۔ شاید میں کبھی اس راز کا انکشاف نہ کرتا۔ مگر اب میں دل کے انھوں مجبور ہوں۔ ہوا ہے کہ رات کو میں اپنے کمرے میں بیٹھا فراز احمد مرحوم کے قصہ رشن فریق تھا اب ایک میں نے دیکھا کہ وہ مرحوم سیاہ کپڑے پہنے کمرے میں داخل ہو رہی ہے۔ میں حیران رہ گیا۔ فرزند نے کہا کہ جاوید! میں ہمیشہ تمہاری ہوں۔ اور تمہاری ہی رہوں گی۔ میں جاوید! افسانہ راجا عالم! میں انتھار کر رہی ہوں۔ یہ کہا اور نظر سے اوجھل ہو گئی۔ یہ ہے مجھ اشتیاق کا بیان! اس نے اس واقعہ کی بذات خود تصدیق نہیں کی۔ نہیں کہہ سکتا کہ اس واقعہ میں افسانہ کی سرحدیں کہاں ختم ہوتی ہیں۔ اور حقیقت کا آقا تو کہاں سے ہوتا ہے۔ جہاں مجھے محسوس ہے۔ یہ واقعہ اس طرح اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ چونکہ ہمارے یہاں اس قسم کے واقعات کی علمی تحقیق کا اتفاق ہے۔ نہ امکان۔ اس لئے ایسے حیرتاک واقعات پر قبل از وقت تبصرہ کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔

پوچ اور پچ کر شے

کیا یہ بالکل سچ ہے کہ اگر وہ روز ہو کر شے مرزد ہوتے ہیں۔ وہ روز ہو کر پوچ، پوچ اور پچ ہوتے ہیں۔ واقعی یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم عام عام شے کو جس سے اعلیٰ کارکردگی کی امید تھی۔ مگر حاضرات کے تقاضوں سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ جو شہدہ بازی اور آواز و رسائی کے کسی طریقہ کار اور کسی "بزنس" سے واقف نہیں ہوتے۔ محض ان کے اندرون سندھ سے نکلتے ہیں کہ

آج سے تقریباً چار سال پہلے۔ جیسی نامی جب اسکول سے گھر پہنچا تو ایک ناگاہک اور ایک بازو میں بے پناہ درد سے بیٹھا اٹھاس کی آنکھوں سے پانی بہنے لگا۔ آتے ہی بے سندھ چار پائی پر گر پڑا۔ ڈاکڑوں کو دکھایا۔ بحران کی تحقیق سے کمل نہ ہوئی۔ جب علاج معالجہ کے ادا ہوئے کی حالت خراب ہوئے گی۔ تو لوگوں نے مشورہ دیا کہ کسی عامل کو دکھایا جائے۔ جب ہم نے کسی عامل

سے رجوع کرنے کی غلطی تو کی جانے لگا۔ اپنے باپ سے خطاب ہو کر کہنے لگا کہ بابا! آج دس برسے پاس بیٹھا کہہ رہا ہے کہ اپنے باپ سے کہہ دو کہ تم نے اگر میرے معاملے میں کسی بھی قسم کی ناگاہ آڑانے کی کوشش کی تو درد کا عذاب میں جھکا کروں گا۔ یہی نہیں بلکہ جہیں دیا لے لے کر دوں گا۔ تو کم صرف دینی بات کی چھینا پٹ کیا کر۔ (داخل رہے کہ دینی بات کا مندرجہ ہمارے مگر یہی ہے) اب آج دس (کوئی آواز اور روح جو بچے پر مسلط ہو گئی تھی) اویسے جھکنے والے پر اتر آواں مگر والوں کو نہی طرح تک کرنا شروع کر دیا۔ شلا گھر کی متعدد چیزیں کم ہونے لگیں۔ حتیٰ کہ تجزیہ تک میں سے نفوذی رسوا اور زرات تک کم ہونے لگے۔ مختصر یہ کہ اس طبیعت نے ہمارا نامک میں دم کر دیا۔ آخر کار ہم نے کونے کر گھر کے ایک درویش مہدلواد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے کچھ دیکھتے بغیر تمام حالات من و عن بیان کر دیئے۔ حالات بیان کرنے کے بعد۔ درویش نے کچھ "درد" شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پوچ سے پوچھا کہ آج دس کہاں ہے۔ بچے نے فوراً جواب دیا کہ دروازے کے پاس کھڑا ہے۔ پھر انہوں نے کچھ اور پڑا کہ پوچکا اور بچے سے پوچھا کہ بیٹے! اب کیا دیکھ رہے ہو؟ بچے نے کہا کہ آج دس کو چاروں طرف سے آگ نے گھیر لیا ہے۔ اور وہ دھڑ دھڑا رہتا ہے۔ دروازہ۔ راکھ کا ڈھیر بن گیا۔ اور آگ نے ہسٹن ہسٹن کرنا اور پوچھنے ہوئی کی طرح نہ ہونے دینے سے بچ کر آج دس پہلے راکھ کے ڈھیر سے آزاد ہو گیا۔ جتنی دیر یہ خود بخود بچنے لگا۔ گھر میں چڑی کا غائب ہوا جھنڈا۔ اور پھر لڑائی۔ طرح طرح کی شرارتیں ہوئیں۔ ایک دن لڑنے کے والد بھی رام داس نے ٹیٹس میں آ کر آج دس کو اسے پناہ گاہیں دیں۔ اور خوب خوب مقلات نہائیں۔ جس پر آج دس کی طرف سے سندھ زبان کی ایک سلسپ گرائی گئی۔ اس سلسپ پر لکھا تھا کہ اگر میرا منتقل تمہارے خانہ دار سے نہ ہوتا تو میں تمہارے مگر کی مانند سے اپنے باپ سے اپنے باپ بہت غر ہے۔ اس نے کہا کہ جو کچھ ہوتا ہے ممکن اس کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو خود ایک جھٹکی ہوئی روح ہے۔ میرے پاس یہ طاقت کہاں کہ تو باور پال بچ کرے۔ بچے کا باپ یہ بات کہہ رہا تھا کہ آج دس روح نے باپ کی گود سے بچ کر گھومیں کر کچھ لگا پٹا۔ باپ کی جھٹکی لگ گئیں۔ مگر خبر ہوئی اس ناہیہ

من چو

پیر

قوت سے بچے کو پکڑنا نہیں خیر پھر حالات کچھ نہ مر گئے۔ آپ داس کے گرد اس بڑی تہذیبی رونما ہو گئی۔ پھر وہ ہم کو کولر طرح کی مٹھائیاں کھلانے لگا۔ آخر کار ایک دن بچے نے باپ سے کہا کہ بتائی آچہ داس کہہ رہا تھا کہ تم میرے دوست ہو۔ میں کبھی تمہیں تنگ نہ کروں گا۔ مگر سب لوگوں کو یہ وعدہ کرنا پڑے گا۔ کہ اب کئی شخص مجھے گالی دے رہا ہے میرے معاملہ میں کسی عامل سے مدد لی جائے گی۔ میرا وعدہ ہے کہ میں تم لوگوں کو کالہ مال کروں گا۔ تم کو صرف دو ہی ماکا کی پوجا پات کیا کرو۔ چنانچہ آج کل آچہ داس کی درجہ سے ہمارا معادہ ملے ہو گیا ہے۔

ہمارا کنہ دس افراد پر مشتمل ہے۔ ہر روز چار پانچ مہمان لازمی طور پر ہمارے دسرخوان پر ہوتے ہیں۔ اس طرح گندم کی ایک پوری دہائی بھجوں روز چل جاتی ہے۔ اس معادہ کے بعد جب پوری کا منہ کھانا تو تیرانی ہوئی کہ پوری خالی نہ ہوئی تھی اور سڑے پندرہ میں روز چل جائے گی۔ یہ کس قدر رحمان کن بات ہے۔ ہمارے گھر میں کوئی ناخوشوار حداد پیش نہیں آیا۔ البتہ بڑوں کے گھروں پر کبھی کبھی خشت باری ہو جاتی ہے۔

شکر لال نے آچہ داس کی آوارہ گردوں کے جو کرکوت بیان کئے ہیں۔ ان سے چند چیزوں کا اعجاز ہوتا ہے یہ کہ آچہ داس کی فطرت آج بھی وہی ہے۔ جو جیدہ حیات تھی یعنی وہی معمولی دنیاوی خواہشیں ایسے کہ وہ سب سے بندھا ہوا ہے اور ہمارے عالم ہال میں بٹھرتی ہو سکتا ہے کہ وہ کس حد تک انسانی کمالات کو اس کا ایک ہے (آئیے اس کے بارے میں سوچیں)۔ اس وقت وہ ہے اور ایک عامل (عبداللہ دور دیشی) نے اسے مکمل کی طاقت سے جلا دیا تھا۔ مگر پھر وہ اپنی راکھ سے بنی آٹھا۔ یہ کہ اس کی حرکتیں اور شانیں تکلیف دہ ہیں۔ مثلاً چیزوں کو قابو کر دینا۔ بچے کو ستانا۔ گھروں کو دہشت زدہ کرنا۔ یہ کہ اس دہشت و دردنگی کے باوجود وہ کئی کا مہمہ کر کے اسے بھاننے کی کوشش کرتا ہے۔

آزاد نگاری

ذکر کیا جا چکا ہے کہ آزاد نگاری (فری رائٹنگ) کے ذریعہ تادیب و امتیاز سے بیانات حاصل

کئے جاسکتے ہیں۔ جناب عرفان صوفی (کوہنگی کرانچا) کی ایسی جس الشہرہ صحت حساس اور تاشیر پڑے بہ قانون ہیں۔ میں نے انہیں آزاد نگاری کے ذریعہ رد و حق سے رابطہ پیدا کرنے کی ہدایت کی تھی۔ لکھتی ہیں کہ۔

۱۶ از تجر تجربہ (۱۶) کے روز نوں بچے رات کو آزاد نگاری کے ذریعہ معارف اور احادیث کا جو تجربہ ہوا۔ انکی تفصیل حاضر ہے۔ ہاتھ بے اعتبار اور رنج بہت ہونے کے بعد تیزی سے خود بخود کاغذ پر ملنے لگا۔ لیکن کوئی تحریر برآمد نہ ہو سکی۔ پھر ہاتھ میں جڑا نجان قوت پیدا ہوئی تھی۔ وہ تمام جسم میں سرایت کر گئی۔ رہا تھا جب شل ہو گیا تو اس کی زور سے دھڑک رہا تھا۔ کہ خدا کی پناہ اول دھڑک کی دھڑک دماغ سے جا کر نکلتی تھی۔ لیکن جب بے خودی طاری ہونے لگی پھر کچھ پتہ نہ چلا۔ پھر سوال و جواب ہوئے۔ درج ذیل ہیں۔

تیم عرفان۔ آپ کیا میرا لسانہ حکیم ہیں۔ آپ کاغذ پر لکھ دیجئے۔ (گھسوا دیجئے)
ج۔ پھر نکھوں گی۔

س۔ آپ کو کیا بچتی ہے؟

ج۔ تیرے باپ مجھے یاد نہیں کرتے۔ نہ قبر پر آتے ہیں۔

س۔ نہیں مانع۔ یا تو آپ کہتے یاد کرتے ہیں اور نہ ہی نہیں۔

ج۔ چل کر گت کر رہا ہے۔

س۔ تیم عرفان۔ میں حاضر ہو چوں چڑھاؤں گی۔

ج۔ ٹیڈ۔ (عرفان صوفی کی شادی شدہ لڑکی) نہیں آئی۔

تیم عرفان نہیں ابھی تک نہیں آئی۔ آپ انکی شادی سے ناخوش تو نہیں۔

ج۔ میں کسی سے ناخوش نہیں ہوں۔

تیم عرفان۔ اسی بے نی سلام کر رہی ہے۔

ج۔ میری بچی خوش رہو۔ خوش رہو میرے بچہ!

تیم عرفان۔ سنئے گا ٹھانڈا ملنا چاہتی ہیں آپ؟

من چو

رحمن رحیم

رحمن رحیم

رحمن رحیم

رحمن رحیم

رحمن رحیم

رحمن رحیم

رحمن رحیم

رحمن رحیم

ج: نہیں رہنے دو۔ سب خوش رہو۔ جاتی ہوں اب جانے دو۔ اب جانے دو!

۷ اکتوبر ۷۷ء

عمل معاشرت شروع کیا۔ لیکن آخر پر کی بجائے بری کیفیت تبدیل ہونے لگی۔ اور خود مجھ میں دودھیا روشنی کے بالے جذب ہونے لگے آخر پر غلط ہو۔ ہاں یہ مرض کروں کہ میری خوش دامن زوجہ سید مظفر حسین کا تعلق بھارت میں صوبہ کی بی برار سے ہے لہذا ان کی زبان وہیں کی ہے۔

تیکم عرفان صوفی۔ اسی بری طرف سے بچوں کی طرف سے اور صوفی صاحب کی طرف سے السلام نیکم

ج: ویکم سلام۔ چیتے رہو۔ خوش رہو بچہ! اسے تم لوگ میرے کو روزانہ کیوں پریشان کرتے ہو۔

تیکم عرفان۔ ہمارے استاد رئیس امرہ وہی صاحب کہتے ہیں کہ تمہاری والدہ کچھ بے چین ہیں۔ پوچھو بھتیجی کا سبب کیا ہے؟

ج: ان سے پوچھا کہ میں نے کیا سبب لکھا تھا تیرے باپ کی یاد اور سبب کی یاد اور میری بھتیجی کی یاد کے پریشان کرنے کے لیے ہیں۔ آپ اب جان کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں۔

تیکم عرفان۔ ج: نہیں تیرا باپ آئے گا تو خود آئے گا۔ اب سمجھ دینا کہ پھول پر حلاوے۔

تیکم عرفان۔ ہم آپ کی تمام باتیں تمیز کرتا رہیں گے۔ آپ بے فکر ہیں۔

ج: (ایک دم ٹھننے میں قرار کر) وہ بہت نورا دی ہے۔ میرے سامنے تھم گیا کہ وہ لاجول پڑا لاجول (پھر پورا لاجول اول سے آخر تک پڑا۔) تم نے بھی پڑھا۔

تیکم عرفان۔ صوفی صاحب آپ کو سلام کہتے ہیں اور آپ سے معافی چاہتے ہیں۔ کہ انہوں نے آپ کو تکلیف دی تھی۔

ج: تیرا آدمی (شوہر) بہت خدی ہے۔ کسی چیز پر چلتی نہیں۔ اعتقاد ہی نہیں رکھتا۔ خالق بھگتا ہے۔ میں ناراض نہیں ہوں۔ میں نے معاف کر دیا میرے خدا نے معاف کیا۔

تیکم عرفان۔ آپ کسی رشتہ دار کو کوئی پیغام دینا چاہتی ہیں۔

ج: انوار سے کہنا کہ وہ کنگرہ وہی باپ کی نام پر واپس دیا کر۔ حراسی انہ باپ کی قاتح کرتا ہے۔ نہ ماں کی!

تیکم عرفان۔ آپ وہاں پر ہماری دوا دی دوا دوا پھولی دانی تاپاتا۔ وغیرہ سے ملی جس۔

ج: ہاں تیرے دادا اور صوفی کے عزیز رشتہ دار والدہ بہت آگے چلے گئے ہیں۔ میں بھی اب جانے والی ہوں۔ میرے تاپا ہاں بھی اسی طرح خدی ہیں۔ (جس طرح دنیا میں تھے)

تیکم عرفان۔ آپ تمہیں سے متعلق کچھ باتیں کیا کروں۔

ج: میں کیا کر سکتی ہوں اپنی؟ تم اپنے استاد رئیس امرہ وہی سے کہنا کہ وہ اس کیلئے کچھ کریں۔

درمیان میں اچانک میری لڑکی ٹانگے پر چھا (تمہیں کیلئے کیا کریں۔)

ج: تو کون ہے؟

تیکم عرفان۔ یہ بچی ہے۔

ج: (بچہ کو دیکھ کر) اچھا! آپ خدا کے لئے ناراض نہ ہوں انہوں نے پہنچ نہیں چکا کہ وہ کیا تھا؟

ج: او تو میں نے کئی ہی بتا دیا تھا۔ (پھر تھکے سے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تیری لڑکی بہت خدی ہے۔ پھر میرا (چھوٹی لڑکی) نے سلام کیا۔

مرچو

ج: (بچہ کو دیکھ کر) اچھا! آپ خدا کے لئے ناراض نہ ہوں انہوں نے پہنچ نہیں چکا کہ وہ کیا تھا؟

ج: او تو میں نے کئی ہی بتا دیا تھا۔ (پھر تھکے سے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تیری لڑکی بہت خدی ہے۔ پھر میرا (چھوٹی لڑکی) نے سلام کیا۔

ج: ختم اپنے ماں باپ کا گناہ مان کر۔ اس کی پریشانی کا خیال کر دیجیسے ایک (لاڑکی یعنی شہینہ) برباد ہوئی۔ ویسے ہی تم کو بھی (برباد) ہونا ہے کیا؟ اچھا آج تو وہ پہر میں صوفی سے کیا بول رہی تھی۔ بری کے بارے میں (یہ خطاب) پیغمبر قان سے تھا۔

پیغمبر قان۔ ای میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ کے حذر اشریف پر قدم بڑی کر کے آئیں۔

ج: ہاں وہ آج صعدی لڑاکا اس کو قینچی ہی نہیں ہے۔

پیغمبر قان۔ نہیں ای ابی سب مانتے ہیں۔ سب یقین کرتے ہیں۔ ہم سب یقین کرتے ہیں۔ بلکہ ہم سب حذر اشریف پر آئیں گے۔ پھول چڑھاؤں گی۔ جسو کے دن ارادہ ہے۔ بری میں آپ کے لئے کیا کروں؟

ج: چونکہ اچانک چادر اور پری (فاقہ) دیدہ۔ اچھا اب میں جاؤں گی۔ آج رات تم سب آرام سے سونا اور رخصت صاحب سے کہہ کر اب میرے گنہیں بٹاؤ۔ بچوں کے لئے پریشانی تھی۔ اب میں آرام کروں گی۔ اچھا ابی جاتی ہوں۔ رخصت صاحب کو میرا سلام کہتا اچھا ابی جاتی ہوں۔ اب آج کے بعد تکلیف نہیں دینگے۔ خدا حافظ خدا حافظ! آپ نے پیغمبر قان صوفی کا بیان سن لیا۔ اب جناب عرفان صوفی کے تجربہ سلاحتہ ہوں۔

اے مالک الدین علی کا فیض میرے والدین پر رچیو

رات کے گیارہ بجے مراقبہ شروع کیا۔ درود فاتحہ کے بعد قبیلہ کے دو سارے حضرت مرشد مدظلہ سے توجہ کی درخواست کی مراقبہ میں دیکھا کہ روشناس پہیلی ہوئی ہیں۔ اور درود سے ایک شخص ہے۔ بچہ دیکھا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے۔ کوئی ساتھ بیٹھنے سال کا ہندو برہمن یا بھاری وغیرہ اس نے ہاتھ جوڑ کر بیٹھنے کیا۔ (اس کی گفتگو سن کر تآہزجی) کہنے لگا کہ میں نے اپنی لاڑکی پر بہت ظلم کیا۔ وہ مسلمان ہو گئی تھی۔ میں نے اسے شادی نہیں کرنے دی وہ اسے تم میں مل کر کھلی مرنی۔ مگر ان مجھے معاف کرے۔ بچہ دیکھا کہ اس ہندو بھاری کے برابر ایک لاڑکی تہہ پہاں پہنے کھڑی ہے۔ ہندو بھاری نے لاڑکی کو "کوشلیا" کہہ کر مخاطب کیا۔ اور کہا کہ کوشلیا اب تم کچھ کھاؤ۔ اب جو میں نے اس

لاڑکی کی طرف دیکھا تو از حد تعجب ہوا کہ یہ تو ای آنکھیں اور وہی چہرہ ہے۔ جو میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ کوشلیا نے کہا ہم لوگ سعدہ راجستان کے رہنے والے ہیں اس وقت یہاں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ میرا محبوب ایک مسلمان سپاہی تھا۔ مجھے تمہارے حضرت محمد سے بے حد عقیدت تھی۔ میں دل سے مسلمان ہوں۔ مگر میرے باپ کو کوئی اسلامی طریقہ نہیں آتا۔ میں صرف اللہ اور محمد کو پکارتی رہتی ہوں بس۔ مگر میری آقا بے گناہ ہے تم اپنے ہاتھ (پکس جی) سے کہنا کہ وہ میرے واسطے برا تھا کر رہی۔ کہ میری روح کو کوشلیا لے لے۔ بس یہی کہتا تھا۔ میں نے سرائے کی حالت میں باپ بیتی کے لئے درود شریف پڑھا شروع کیا۔ دونوں بے اعتنا مطمئن اور خوش نظر آ رہے تھے۔ جاتے جاتے کوشلیا نے آپ کو پرنام کیا۔ اور سیدہ کنول اور سیدہ گلاب کے پھول میری گود میں ڈال دیئے۔ کہ پھول مہا قمار رخصت جی کے چڑوں میں ہم باپ بیتی کی طرف سے ڈال دیا۔ درود شریف سے وہ بچے اور درود ہوتے چلے گئے۔

یہ بیان ہے عرفان صوفی کا! جب بعض لوگوں کے خطوط میں، میں اپنا ذکر دیکھتا ہوں تو سخت حیرت بلکہ دہشت ہوتی ہے۔ نہ جانے یہ سب کیا ہے! نہ جانے یہ سب کیوں ہے! تعجب ہے کہ لوگوں کے مراقبہ۔ خوابوں اور مشاہدات میں یہ تاخیر کیا ہے۔ تک نہ تا ہے۔ نفسانی طور پر تو اس کا ایک ہی سبب ہو سکتا ہے۔ یعنی نفسانی طور پر بریل سوانح استاد کا درامہ اور مرشد کے درمیان ایک رشتہ مخفی پیدا ہوا ہوتا ہے اور اس رشتے کے سبب نفسانی حواس سرکش یا مراقبہ کرنے والوں کو گناہ دشمن سے اپنے مرشد یا استاد کا ہر رنگ میں جلوہ نظر آتا ہے۔ بہر حال اس معاملہ میں میرا کوئی تعلق نہیں تھا مجھ میں قوت ہے کہ درودوں کے خوب پرائز ادا کروں، بہر حال یہ ایسا نفسانی مظہر ہے جسکی شریعت وغیرہ سے قاصر ہوں۔

ادراک ماورائے حواس

عرفان صوفی نے حاضرات امرامہ کے سلسلے میں ادراک ماورائے حواس یا E.S.P پر بھی گفتگو کی ہے۔ ادراک ماورائے حواس کی تعریف یہ ہے کہ حواس غسکہ استعمال کئے بغیر کسی شے یا شخص یا

پنجاب کے دیہات میں

نیر ساجد (کراچی) لکھتے ہیں

پنجاب کے دیہاتوں میں اکثر ایسے واقعات پیش آتے ہیں۔ یعنی بعض عورتوں پر کوئی بد روح (یا جن) آجاتا ہے۔ اور ان پر دورہ پڑ جاتا ہے۔ اس دورے کی حالت میں آسیب زدہ عورتوں سے غیر موسمی کپڑوں کی فرمائش کی جاتی ہے اور وہ آٹا ٹافیا وغیرہ پوجاتے ہیں۔ دور کیوں جائے آپ کے قصہ میں بڑے ہزار کے اعلیٰ طرف دریاہٹ کر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ وہاں ایک صاحب جن کی عمر پچاس سے اوپر ہے۔ رہتے ہیں یہیں ایک سیڑھے سادھے سندھی بزرگ ہیں اور سوار چوٹی "یعنی جن والے سورا کے نام سے مشہور ہیں۔ وہاں دور دراز سے لوگ آتے ہیں۔ کراچی کے اعلیٰ چارٹرڈ نرس کے والے مردوں اور عورتوں کو میں نے وہاں دیکھا ہے۔ مسجد کے اندر بائیں طرف کی دروازے سے لگ کر سائل کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اپنا سوال زبانی کرتا ہے یا چٹ پر لکھ کر دروازہ پر رکھ دیتا ہے۔ دروازہ انسانی لہجہ میں جواب دے دیتی ہے وہاں کسی انسان کے چھپ کر یا شیخ سعدی کی حکایت والے مندر کے چھپ کر یا کھیت کے پیچھے بیٹھ کر جواب دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ باب جتنے عام لوگوں کی نگہ میں آتا ہے میرے ایک دوست نے وہاں گیا تھا کہ وہاں کے پانچ سالہ صاحب کے پاس گیا اور وہاں کی کھیتوں میں پانچ سالہ صاحب نے کہا کہ میں نے وہاں جانا تھا وہاں دس پہلے حیدر آباد یا نوابپور سے آپ کو کسی شخص نے لکھا۔ کوئی تادیب دیتی ہو سکتی نہیں وہ پہنچے دیتی ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کا مطالبہ یہ بھی ہے کہ تم فلاں شخص کو مل کر دو۔ اس واقعے کے حلقہ بھی آپ نے شک و شبہ کا اظہار کیا تھا اور غالباً یہ واقعے ظاہر کی تھی کہ یہ شیخ فرخ (تقسیم شخصیت) کے مرتضیٰ ہیں۔ اور خود ہی اپنے دورہ کوٹ وغیرہ مختلف مقامات پر رکتے رکتے سہل جاتے ہیں اور خود انہیں پالیتے ہیں اور وہی ہے کہ کوئی تادیب دیتی ہو سکتی ہے اس وقت مجھے بھی یہ واقعہ عجیب سا لگا تھا لیکن کچھ تہمیش مجھے لاہور ضلع کے گاؤں بھیر والی کلاں (کراچی لاہور) ریلوے اسٹیشن کے لائن کے آٹھن چکی سے سات میل دور (میں جانے کا اتفاق

ہوا۔ وہاں میری چھوٹی بہن اور بھانجی رہتی ہے۔ میری بھانجی حادہ شروت کی عمر تقریباً ۲۳ سال ہے اور معمولی اور دو سنی ابتدائی تعلیمات تک تعلیم پائی ہے۔ تاہم قرآن پڑھا ہے پندرہ سال کی عمر میں شادی ہو گئی تھی۔ شوہر زمینداری کرتے ہیں ہاں تو جب میں ان کے یہاں گیا تو وہ چلا کر گزرتی تھیں کہ ان کے گھر میں بھی وہی سلسلہ جاری ہے۔ جنرول شاہ حیدر آباد والے صاحب کو پیش آیا تھا۔ یعنی کبھی اس روپے کے نوٹ ملتے ہیں۔ کبھی سو روپے کے "میری بھانجی کے بیان کے مطابق اسکا آغا گزرتا تھا راج پور میں ہوا۔ ایک رات نیند کی حالت میں یوں محسوس ہوا کہ ایک عمر رسیدہ بزرگ پیش درگاہ میں سے گزرے تھے کہ انہی "مجھے سو روپے کی ضرورت ہے تم مجھے سو روپے دیجو میری بھانجی حادہ شروت سے معذرت کی۔ اس سے اگلے دن جب وہ اٹھی تو کانٹوں کی بالیاں غائب! کچھ کھجوریں نہ آیا کہ بالیاں کہاں غائب ہو گئیں۔ کون لے گیا۔ گھر میں کسی چور کے آنے اور کانٹوں سے بالیاں اٹار کے لے جانے کا امکان نہ تھا۔ بہت پریشان ہوئی۔ مگر کچھ سرانجام نہ آیا۔ پانچ سات روز کے بعد پھر وہی بزرگ خواب میں دکھائی دینے لگا کہ یہ تھے کبھی اتم نے مجھے سو روپے نہ دیئے۔ لیکن میں تمہاری بالیاں واپس کر آ ہوں۔ میری بیٹی کی شادی پر روپے کی ضرورت تھی۔ اگلی صبح جب حادہ کو کراچی تو چنگ کے قریب بالیاں پڑی ہوئی تھیں۔ اس کے بعد اس عمر رسیدہ مفید دانہ والے بزرگ کی آمد گھر میں شروع ہو گئی۔ اور اب وہی واقعے کے عالم میں آئے۔ کبھی بڑا لباس میں لیکن اس کی سفید لباس میں لیکن اس کا عام طور پر وہ عمرات کو گھر و مغرب کے درمیان گھر میں اس چنگ پر بیٹھ کر ملازمت یا دروازہ ٹاف کرتے ہیں۔ جہاں حادہ دھوئی ہے وہ صرف حادہ کو نظر آتے ہیں۔ اور اسی سے بات کرتے ہیں۔ اور چنگ پر یا ساتھ کی میز پر دس (۱۰) روپے یا سو روپے کا نوٹ چھوڑ جاتے تھے۔ اس کی تہنیتی حادہ کے شوہر نے بھی کی۔ وہاں چل کر وہ کچھ زمین کا روپہ لائے اور وہاں والا ایک کھولا۔ تو ایک سو روپے کا نوٹ دوسرے بڈلوں سے الگ ہو کر پڑا ہوا تھا۔ دو روپے بھالے بغیر حادہ پر چڑھے گئے کہ ایک کیوں کھولا؟ اور اس میں سے نوٹوں کے بڈل کیوں نکالے؟ حادہ نے انکار کیا اور کہا کہ وہاں اپنی رقم کے نوٹ گنو۔ جب کئے گئے تو نوٹ اٹنے ہی گئے۔ اور سو روپے کا نوٹ نکلتا تھا۔ حالانکہ حادہ کے شوہر ارشد غورخپور میں

سے رقم گنوا کر لائے تھے۔ جب حادثہ نے سبز پوش بزرگ کا راز کھولا۔ اسی طرح ایک دن ارشد کی تسبیح اور تاریخِ حادثہ کے چنگ پر پڑی ملی۔ حالانکہ وہ صبح کی نماز کے بعد تسبیح اور تاریخ اپنے اپنی کیس میں بند کر کے رکھ دیا کرتا ہے۔ تاریخ بدستور مل رہی تھی۔ اور اس کا پلاٹنگک کا حصہ گرمی سے مل گیا تھا۔ ارشد بکھر حادثہ پر بکرا۔ حادثہ نے انکار کیا شب میں اس بزرگ نے حادثہ کو بتایا کہ وہ تاریخ اور تسبیح میں سے ایک میں سے نکالی تھی یا تاریخ قطعی سے ملتی رہی۔ جس سے ایک کو نقصان پہنچا۔ تھما رہے شہر نے یہ تاریخ بارہ روپے میں خریدی تھی جس کی قیمت دیدیوں گا۔ صبح کو حادثہ نے ارشد سے معلوم کیا تو قیمت کی تصدیق ہوئی۔ اور بارہ روپے ہیزی روزانے مل گئے۔ حادثہ سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بچی! جو روپے میں تمہیں دوں مجھ سے پوچھو بغیر خرچ نہ کیا کرو۔ غرض یہ سلسلہ جاری ہے۔ اس نادیدہ ہستی نے بھی کوئی نامستول یا ناجائز مطالبہ نہیں کیا نہ کسی کے نقل پر اکسائے کا سوال کیا۔ بغیر ساجد نے جس نہ امراتھو کی کرشمہ فریبیوں کا ذکر کیا ہے۔ نہ جانے وہ کون بلا ہے؟ جن سے کوئی آوارہ گرد روح ہے یا؟ (اس کا کوئی جواب میرے پاس نہیں ہے۔)

شکوک و شبہات

ایک طرف لوگوں کو حادثات اور ان کے اسرار سمجھنا ہے۔ دوسری طرف ان کے شکوک و شبہات ہیں۔ ان میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا اصل سبب یہ ہے کہ خود قدرت ان خرق العادات مظاہر کی حوصلہ افزائی نہیں کرتا جانتی۔ انسان سے قدرت کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ وہ خود اپنی عقل اور سائنسی استدلال کو استعمال کر کے قوائے فطرت کو توضیح کرے۔ اور اس طرح اشرف المخلوقات کا منصب دار ہونے کا شعور دے۔ عالم اسباب میں وہ اسبابِ باذی و سائل کو استعمال کئے بغیر چارہ نہیں۔ انسان نے پچھلے دس ہزار سال میں جو مادی علمی اور تہذیبی ترقی کی ہے زمین پر رکھا کر پٹنے والے پتھر سے لے کر غلطائی راکٹ تک اور کوشش ہے انکی مطلق و ریاضیات اور سائنسی رجحان کا انکی وجہ ہے کہ انسان پر بارِ مطلق بہت نسبت بیش شک و شبہ میں

جکار رہتا ہے۔ حاضر ابرار و اح کا مسئلہ بے کثف و اشراق کا اگر ہے یہ تمام ملامتیں انسان کے اندر موجود ہیں۔ محروانوں کے اعتبار و استعمال سے واقف نہیں اور سنا سے واقف ہونے کی کوئی طبع امتیاز ہی ہے۔ کیونکہ اس زمین پر اسے جو کام اور جو کارنامے انجام دینے ہیں اس کے لئے فوق العظمت صلاحیتوں سے کام لینے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ تاہم آوارہ قرآن مکتا ہے جس کے مابعد طبعیات کی حقیقتیں سرسریوں کے نیچے اسکی صدی انسان ان غیر معمولی قوتوں کے استعمال پر زیادہ قدرت حاصل کر لے گا۔ اور وہ تہذیب اور بدگمانی بہت حد تک فریج ہو جائے گی۔ جو عالمِ طلب کے حلقوں کی صدی کے انسان کے ذہن میں موجود ہے۔

کیا واقعی؟

صادقہ بانو (فیڈرل ای بی یو کرانی) نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ کیا واقعی رو میں طلب کرنے پر آجاتی ہیں؟ مضمینی ہیں کہ میں نے اکثر (آؤش) کا امتحان دیا ہے۔ میری عمر اٹھارہ سال ہے۔ اور میں ایک خوشحال متوسط گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ جب انھیں میں چھ ماہوں۔ سوال یہ ہے کہ کیا واقعی رو میں لانے سے آجاتی ہیں۔ اور واقعی آسانی ہے؟ جسکا تجربہ میں ہوا ہم چند سہلیوں نے مل کر محاضرات ابرار کا پتہ گرام بنایا۔ یہ تکمیل (تم تو اسے تکمیل ہی سمجھتے تھے) عام طور پر ابرار کے علم و تجربہ سے ملتی ہے۔ پچھلے دنوں میں ایک حادثہ ہوا۔ پیرا مائنری اور ایک حادثہ۔ چارٹ کے دو مہینا میں چوٹی دیکھی تجربہ میں لوگوں نے (ضروری نہیں کر لایاں ہی ہوں) چار آنے کے نیچے پر پگھلت شہادت دکھا کر چند سوئس پر میں اور کہا کہ اگر دوسرے سے کوئی اگر دوسرے کوئی روح گزر رہی ہے تو اس چوٹی کے نیچے آجائے۔ اس نے بھی کچھ دن بعد ہراتے رہے۔ اگر سکہ حرکت میں آجائے تو اسکا مطلب یہ ہے کہ روح آگئی ہے۔ پھر اس سے سوال کرتے ہیں اگر سوال کا جواب ہاں میں ہوتا ہے کہ (yes) کی طرف اور نہیں ہوتا تو (Not) کی طرف حرکت کرتا ہے۔ اگر نام پوچھنا ہو تو سکہ صرف پر کتا ہے اور اس طرح نام مکمل ہو جاتا ہے مثلاً اگر نام "ذی" ہے تو سکہ پہلے ذی طرف بھری کی طرف اور پھر ذی طرف جائے گا۔ اس عمل کے ذریعے ہم نے

مرچو

مالک الدین

اپنے مرحوم رشتہ داروں خیر کا حکم اور کا کلمت کی روحوں سے بات چیت کی۔ اکثر سوالات کے جوابات درست لگے۔ مثلاً کا کاظم سے سوال کیا گیا کہ ہمارے جنگی قیدی کب واپس آئیں گے؟ تو کا کاظم نے دایب کی تاریخ اور وقت بتا دیں اس سے معنی نہیں کہ ہر سوال کا جواب صحیح ملتا ہے۔ بہت سے سوالات کے جوابات غلط ملتے ہیں۔ جب سوالات فہم ہو جاتے ہیں۔ تو ہم روح سے کہتے کہ اب "آپ یہاں سے تشریف لے جاسکتے ہیں" اکثر یہ ہوتا ہے کہ روح مذاق کے سوا کچھ نہیں ہوتی ہے۔ یعنی جانے سے انکار کر دیتی ہے۔ پھر کوئی پوچھا آدمی قرآن شریف کھوں کر پڑھنا شروع کر دیتا ہے۔ اور سوال کیا جاتا ہے کہ آپ موجود ہیں۔ اگر نیکے میں حرکت نہیں ہوتی تو سمجھا جاتا ہے کہ روح رخصت ہو گئی۔ دیکھیں صاحب! ہم آپ سے کچھ عرض کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ (حاضرات ارواح) ہمارے لئے پریشان کن بن گیا ہے۔ ہمارے بزرگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سکھ خود حرکت نہیں کرتا تم خود اٹھو انہوں کے اشارے سے نیکے کو حرکت دیتی ہو۔ حالانکہ خدا شاہد ہے کہ سکھ خود حرکت کرتا ہے۔ مگر کون حرکت دیتا ہے؟ اس کاظم نہیں۔ تو جب یہ کاشی آسانی سے روحوں سے کی طرح پہلے اہو سکھ سے اصادق بالو کی حیرت بجا ہے۔ چوٹی میں روحوں سے ملاقات سکھ درجہ و درجہ سوار ہے۔ صادق بانو نے سوال کیا ہے۔ چار آنے کے نیکے (چوٹی) کو کون حرکت دیتا ہے؟ اس کا جواب ہے کہ عقلیات جنم لگتی تھیں اور انسانی انکسوں سے ایک خاص قسم کی توانائی کا خارج ہوتا ہے۔ یہی توانائی اشیاء کو حرکت میں لے آتی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ ذہن یا توجہ کی مرکزیت (اشیاء پر اثر انداز ہوتا ہے بعض لوگوں کی آنکھیں میں ایسی عقلی توانائی ہوتی ہے جو مادی جسموں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ جو لوگ نصاب فقیر عظیم فضیلت (S.C.T.) یا سہل کلچر فرینک کورس کی مشقین کرتے ہیں۔ مثلاً التعمیر، انحصار، انجمن، ہمسن بنی، مین بنی، دما بنی، دما بنی، آداب بنی، مراقبہ نور، یا مصلحہ محسن نور، ان کے اندر یہ غیر معمولی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ وقتی قوت سے جسموں اور مادی چیزوں کا علیہ بدل دیں۔ انہیں اپنی طرف کھینچ لیں یا انہیں ہوا میں معلق کر دیں۔ یہ کوئی دوا ہے یا مسطر نہیں عام تجربہ اور مشاہدہ ہے۔ میری ذمہ داری کچھ چند ہزار سال میں ہزاروں افراد

نے S.C.T. کورس کیا ہے۔ اور انہیں اس امر کا تجربہ ہوا۔ لڑکیاں اپنی انگشت شہادت کے سرے چار آنے کے نیکے پر رکھتی تھیں۔ اور اپنی پوری قوت و روحوں کی طرف سبڈول کر دیتی تھیں۔ وقتی قوت اٹھیں کے سرے سے پہنچ گئی تھی اور چوٹی طرف کی طرف سرکے گئی تھی۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ سوالات کے باقی جوابات کون دیتا تھا۔ خود لڑکیوں کا لاشعور یا کوئی آواز گرد روح جو اصرارے گزرتے ہوئے اس دلچسپ مکمل مشربک ہو جاتی تھی۔ اس سوال کا جواب کون دے سکتا ہے؟ ڈاکٹر محمد نعیم نے نصاب فقیر عظیم کی مشقین کی ہیں ان کے بیانات دلچسپ بھی ہیں اور غیر فحشی لگتے ہیں کہ

حاضرات و مولات

حسب ارشاد حاضرات ارواح کے بارے میں اپنے تجربات لکھ کر بھیج رہا ہوں۔ بہتر ہے کہ اس سے قبل مشقوں کے اثرات کی طرف بھی اشارہ کرتا چلوں۔ التعمیر (پاک بچکانہ لکچر کی سیاہ دھارے کے نقطے کو سمجھتے رہنا اور ذہن کی پوری قوت کو بھی اس طرف مرکوز کر دینا) کی مشق اب آسانی و آواز دہکھنے تک کر سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ میرے پاس وقت نہیں اور اس مدت میں مزید اضافہ کرنا تھا۔ پہلے یہ نقطے میں جو عقلیں نظر آتی تھیں۔ وہ اب نظر نہیں آتیں۔ ان مشق کے بارے میں ایسا بھی ہوتا۔ مشکل کی بجائے اب خیالات کا دھندلاہرہ چلا ہے۔ یہ معلوم کہاں کہاں کے خیالات ذہن پر چلا کر رہتے ہیں۔ پرانی یادیں اور یادداشتیں ذہن میں آتی چلی جاتی ہیں۔ ایک سلسلہ خیال خیل ہوتا ہے۔ پھر دوسرا شروع ہو جاتا ہے۔ ان خیالات پر ذہن کا کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ یا آزاد اور خیر ہوتے ہیں۔ بالآخر یہ خودی (نیکے کی ہی کیفیت) طاری ہوتی ہے۔ گاہ لگا بھلا یہ مرکز (مشہود یعنی وہ چیز جس پر نظر کر رہی ہو گئی ہیں) سے چٹکی دھتی ہے اور سیاہ نشان جانور کی طرح چمکتا رہ جاتا ہے۔ سیاہ نقطے کے دفتر یا چھانچک کا دائرہ نور پھیلا ہوتا ہے۔ خواب بھی دکھائی دیتے ہیں۔ مگر بہتر تہیہ روشنی کا دائرہ جو ہر وقت نظر کے سامنے رہتا ہے اب بہت وسیع ہو گیا ہے۔ جہم لہر کے سبب سونے میں بھی دقت ہوتی ہے۔ آنکھیں بند کرنے پر بھی تیز

آواز دیتا ہوں۔ آجائے ہیں اس ایسٹلی کی ایک اور داستان سن لیجئے۔ مجھے آپ کی کتاب حاضرات ارواح (جلد اول) پڑھ کر مکمل حاضرات ارواح کا شوق ہوا۔ خیال آیا کہ اس مغل کو مرخصوں پر آزماتا چاہئے۔ میرے پاس پانچ یا بیس وغیرہ کوئی چیز نہ تھی۔ لہذا میں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اسوقت میرے پاس کچھ مرخیل وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مغرب اور عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔ میں نے ایک بچے کو بلا کر اپنے پاس بٹھالیا۔ اور اس سے کہا تم کیوں کر ابھر سے کوئی روح گزر رہی ہو تو ہمارے پاس حاضری دے۔ چند لمبے بعد میری جیز کے سامنے ایک روح کھڑی تھی۔ اس نے اپنا نام محمد عارف بتایا۔ روح کو پوچھ کر پتا چلا۔ کہ کسی قسم کی خوشبو نہ بدبو۔ اندیشیں کسی طرح سے انکی آمد کا احساس ہوا صرف یہ احساس ہوا کہ وہاں بیٹھا چن پیدا ہو گیا ہے۔ لیکن یہ یہی فریق حواس ہوا روح سے اس کا نام پتا نہ ہو سکا وہ معلوم کرنے کے بعد کہ ہمارے بھائی حکیم محمد طفیل شاہ کی روح سے پاس جا کر کیوں کہ آپ کا چھوٹا بھائی آپ کو یاد کر رہا ہے۔ ملتا چلتا ہے چھ مدت کے بعد بھائی صاحب مرحوم کی روح آنکلی۔ اور میرے سامنے کھڑی ہو گئی وہ مدتیہ سخن چیتے ہوئے تھے۔ اور چہرہ دکھلا رہا تھا۔ میں نے گزارش کی کہ وہ دنیاوی لباس میں آئیں چنانچہ اسی وقت ان کا لباس تبدیل ہو گیا اور زندگی میں جو طبع تھا۔ وہی نظر آنے لگا۔ پھر ان سے (بچے کے ذریعے) جہاں وقت معلوم بن گیا تھا۔ سلسلہ کا نام شروع ہوا۔ پہلے نام ابو اللہ علیہ السلام تھا۔ پھر اس کی تصدیق کی گئی اس کے بعد سوال کیا گیا کہ آپ کی حکیم متعلق کیا رہی ہیں میں انکی روح سے گفتگو نہیں ہوتا آپ اپنی زندگی میں کون کون سی دوائیں استعمال کرتے تھے۔ اور اب ان کا علاج کس طرح کیا جائے۔ (بھائی صاحب حکیم تھے۔ اور ان کا انتقال ۱۹۷۱ء میں ہوا تھا۔ انھوں نے فوراً بچے کے ذریعہ جواب دیا کہ یہ ساری عمر اسی طرح رہیں گی۔ ٹھیک نہ ہوں گی۔ تم جو دوا مناسب سمجھو کھلاؤ۔ مستقل علاج کوئی نہیں میں نے سوال کیا کہ آپ اپنے کرب مجھے سمجھاتے تو فرمانے لگے۔ بہت عرصہ ہو گیا۔ جب دنیا چھوڑ دی تو یہاں کی چیزوں سے بھی بچا نہیں رہا۔ اس لئے کھر جانے کو تیار نہیں چاہتا۔ پھر کچھ اور باتیں ہوئیں۔ آخر میں نے انھیں رخصت کر دیا وضاحت کے لئے عرض کر دی۔ کہ روح صرف بچے کو نظر آتی تھی۔ اور سوال جواب کا ذریعہ بھی

وہی تھا۔ ہم سوال کرتے تھے۔ کچھ روح کی طرف سے جواب دیتا تھا۔ اس ضمن میں ایک اور واقعہ بھی گوش گزار کروں۔ ایک لڑکی کمرے ناراض ہو کر لاہور کے دارالامان میں چلی گئی وہ بہت سے لوگوں کے پاس مکمل حاضرات کیلئے گئی۔ پھر بھی فریاد کی۔ آخر بہت دیکھنے کے کھا کر میرے پاس آئے۔ میں انھیں اپنے ڈرائنگ روم میں لے گیا۔ وہاں کچھ لوگ ابھی موجود تھے۔ دن کے دس بجے کا وقت تھا۔ میں نے اسی بچے (وہی موصول) کو اپنے قریب بٹھالیا سب لوگوں نے ایک ایک پاک روح کو دیکھا۔

لوگوں نے سورہ فاتحہ پڑھی اور اس کا ثواب پاک روحوں کو بخشا پھر قریب سے گزرنے والی روح کو بلا دیا گیا۔ فوراً بچے نے ایک پاک روح کو دیکھا۔ جس نے اپنا نام بتایا۔ اس نے اپنی بی بی کا انتقال ۱۹۶۹ء میں ہوا تھا۔ بتیس (بچے کی مصروف) کہا گیا کہ (خدا ہونے والی) لڑکی کی دادی کو کھلائے۔ دس مدت بعد بچے نے کہا کہ ایک ضعیف عورت میرے قریب صوفے پر بیٹھی ہے ضعیف عورت سے پوچھا گیا کہ تم کون کون کو جو جیسا موجود ہیں جانتی ہو۔ معصیہ کی روح نے کہا ہاں اجانتی ہوں ابچہ میں میرا لڑکا بٹھا ہے۔ واقعی طرف اس کا سالہ ہے۔ اور باتیں طرف اس کا دوست ہے۔ (میں ان تفصیلات کا مکمل نہ تھا) ہم نے باہمیہ سے حیرت سوال کیا۔ کہ تمہارے بچے کی کیا وجہ تھی تم اس سے واقف ہو۔ روح نے کہا کہ پاس کوئی مصلحت ہے۔ مجھ کے روز گاہ وقت اپنی لڑکی کو کمرے میں لگتی۔ اس نے اور اس کی دوسری بی بی نے بچی کو بہت مارا تھا۔ پھر یہ دونوں یہاں بی بی کی شادی میں ملے گئے۔ ان کی عدم موجودگی میں بڑی کی ایک عورت آئی اور اس نے لڑکی کو خوشرو یا کہ بھتری اسی ہی سے کہتم اس کمرے سے چلی جاؤ۔ لڑکی نے بات مان لی۔ وہ عورت اس لڑکی کو اپنے کمرے لے گئی۔ پھر اسے ایک اور عورت کے ساتھ لاہور بھیج دیا۔ کمن آباد کے نزدیکی ایک مکان ہے اب وہ لڑکی اس مکان میں ہے۔ (دارالامان کی طرف اشارہ ہے) ایک بعد دادی کی روح نے دارالامان کا پتہ اور داخل بتایا اور یہ بھی کہا کہ صدر دروازے کے سامنے ایک پتھر کھڑا اسوقت ہم یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ دارالامان کا ذکر کر رہی ہیں۔ کیونکہ میں نے اس وقت تک دارالامان کو نہ دیکھا تھا۔ خبر میں نے بھائی ہوئی لڑکی کی رہائش کے لئے چلے

(فصل) پر چڑھ کر کھڑے ہوا۔ اور بڑی لمبی کی روح سے کہا کہ اب آپ اپنی پتی کے پاس چلی جائیں اور اسکی حفاظت کریں۔

اگلے دن پھر ان مرحومہ کی روح کو طلب کیا گیا۔ اور معلوم کیا کہ بچی کا کیا حال ہے انہوں نے کہا کہ بچی پر تالے (فصل) کے قفل کا اثر ہو رہا ہے۔ دو یا تیس ماں باپ کو یاد کرتی اور دیر سے سر ٹھکراتی ہے۔ خیر ہم نے انھیں رخصت کر دیا۔ اور پائنتوری شاہ کی روح کو طلب کیا۔ (ان کا مزار جنگ بازار فیصل آباد میں ہے تو وہ خطریف آئے۔ ان سے درخواست کی۔ دارالامان کی لڑکی کے بارے میں کچھ بتائیں۔ انہوں نے انکی داد کی باتوں کی تصدیق کی اور یہ بھی کہا کہ وہ کل تک آجائے گی۔ یہاں ہی ہوا۔ اگلے دن لاہور سے ایک عورت آئی۔ اور اس نے کہا کہ میرے بڑی کی وفات کے بعد میرے ایک بڑے بھائی نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا اور سب بڑے بھائیوں کو مجبور کیا کہ مجھے ان کا وظیفہ تسلیم کر لیا جائے۔ سب نے تسلیم کر لیا۔ میں نے انکار کر دیا۔ کیونکہ میں بخوبی جانتی تھی کہ وہ محض بزرگ میرے بڑے صاحب کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اسی دن سے پریشانوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوں۔ وہ فتنی بڑے مر گیا اور میرے لئے خوش چھوڑ گیا۔ میں نے کسی روح کو بلوایا۔ فوراً کاسی کے ایک ایک مرحومہ کی طاقت کی کوشش حاضر ہوئی۔ ان کے ذریعہ اس فتنی بڑے نے کہا کہ یہ میری مرضی ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ میں اس کا وظیفہ روستے ہوئے نہ کر سکوں کہ جب بھی پریشان ہے۔ اور اس انکار کے جب برابر پریشان رہے گی۔ اس جواب پر میں نے اسے نصیحت دلائی۔ کہ بڑی روح جو جگہ کہنے لگے کہ جانا کہوں تم طاقت اور نشان ہو۔ لیکن تم میرا کچھ نہیں باز کھیتے۔ یاد رکھو کہ جب تک یہ مجھے رو نہیں مانے گی میں ہی مضطرب رہے گی۔ اسنے میں ایک اور بزرگ کی روح آگئی۔ بچے کے الفاظ جو معمول کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ اور میرے قریب کھڑی ہوئی۔ بچے سے کہا۔ اپنے باپ سے کہو کہ مجھ سے ہاتھ لائیں۔ میں نے قبیل ارشاد میں ہاتھ آ کر دے دیا۔ ہاتھ پر خفیف سے خشک محسوس ہوئی میں نے کہا کہ تشریف رکھیں۔ وہ اس بڑے کے قریب بیٹھ گئے۔ میں نے تعارف کے لئے درخواست کی تو کہا کہ میں اس بچے کی کوئی نہیں چکھتا میں نے بچے سے ان کا حلیہ دریافت کیا تو اس نے کہا کہ وہ باہل خلیف اور کٹر درویش

ہیں۔ میں نے عرض کی کہ حضرت امیر سے مرشد مولانا یوسف تھے۔ جوانی کی عمر میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کا حلیہ تو آپ کے طبقے سے نہیں ملتا۔ فرما لے گئے کہ جس وقت تم نے بیت کی تھی۔ اس وقت کیا الفاظ ادا کئے تھے۔ مجھے فوراً وہ الفاظ یاد آ گئے۔ بیت کی میں نے مولانا الیاس کے ہاتھ پر مولانا یوسف کے واسطے سے میں نے کہا تو کیا آپ مولانا الیاس ہیں اس پر ہنسنے لگے کہا کہ خیال آیا۔ پھر خود ہی فرمایا کہ شروع میں تمہارے پاس جبرور آتی تھی۔ وہ مجھ کا حلیہ کی تھی۔ وہ بھی میرا میری تھا۔ اس نے یہاں سے واپسی پر مجھ سے ملاقات کی۔ اور بتایا کہ تمہارے ساتھ یہ معاملہ روچیں ہے۔ اس لئے میں تمہارے پاس چلا آیا۔ یہ محض (بڑی کی طرف اشارہ) بہت ملاقات محض ہے اس سے نا اہلجو، میں نے نقلی بڑے کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔ تم میری طرف سے اس عورت کو نقل ہو اٹھیں۔ وہ بے عورت اس کا دور کیا کرے۔ ٹھیک ہو جائے گی۔ میں حضرت کے حکم کی تعمیل میں نے اس عورت کو نقل ہوا اٹھ کا وظیفہ بخش دیا۔ وہ عورت مطمئن ہو گئی۔ اس نے وظیفہ شروع کر دیا۔ اور اب اٹھ باہل محنت ہے۔ میری داد کی موت کے سلسلے میں کچھ خشک و بیہات تھے۔ میں نے (اس بچے کی حضرت) داد کی روح سے رابطہ پیدا کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ دنیاوی زندگی کی باتیں دینا میں رو جاتی ہیں۔ لیکن تم معلوم کرنا چاہتے ہو تو سن لو۔ کہ میری موت نہ پر خور تھی یہ واقعہ پہلی تھی۔ دودھ میں زہر آمیز دوا دہلائی گیا تھا۔ ایک مکان کے اندر دینے کا قصد تھا۔ میں نے ایک جگہ نشان بنا دیا کہ وہ فتنہ کھائے ہے۔ اس ایک دوا دا جان مرحوم (حکیم محمد رازقی شاہ) کی روح آتی کہ تم جو چیز فلاں مکان میں حاضر کر رہے ہو۔ وہ اس جگہ سے تھوڑے فاصلے پر اپنے ہاتھ لے کر لیا۔ رو نہ یہ لوگ خیانت کریں گے۔ دوسرے محل کے ذریعہ اس بات کی تصدیق ہو گئی۔ لیکن وہ کچھ گھبرا گئے۔ اس لئے معاملہ طے نہ ہو سکا۔ اگلے علاوہ خاندان کے تمام افراد کی ارواح سے وہ فتنہ فتنہ ملاقات ہو چکی ہے۔ اکثر دوسرے گول مول جواب دیتی ہیں۔ جن سے اطمینان نہیں ہوتا۔ البتہ بعض لوگ مکمل کر جواب دیتی ہیں۔ اور کبھی کبھی بالکل سچی بات دیتی ہیں۔ جہاں تک حاضرات ارواح کے سلسلے میں میری کوشش کا تعلق ہے وہ برابر جاری ہیں میں نے اپنے بیٹے محمد نعیم کے علاوہ ایک اور بچی کو بھی حاضرات کی ٹریننگ

لئے عملی تفسیر کر لیں۔ تاکہ کم از کم روشن دے سکیں۔ یہ بھی عرض کروں۔ کہ شام کو رات اپنے عامل کے ساتھ جسمانی روپ میں بیوی کی حیثیت سے رات ہی ہے۔ اقرار کرتا ہوں کہ میں نے اب تک کوئی روح نہیں دیکھی نہ کسی کی آواز سنی یا خوشبو سونگھی ہے اس لئے بعض اوقات شلوک پیدا ہو جاتے ہیں اور کسی کے سامنے حاضرات کا وجود بھی لگتی نہیں کر سکتا۔

یہ بیان ہے کہ اگر بالکل پورا لے لیا تو کفریم کا وہ اپنے پتے نہ دے کر دیر حاضرات کا مل کرتے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ میرے قبضے میں سترہ چڑکیاں ہیں سولہ چڑکیں کا تعلق جنات سے ہے۔ اور سترہ ہویں چڑکی انسان ارواح سے تعلق رکھتی ہے۔ نہ میں نے چڑھا نہ انہوں نے وضاحت کی کہ چڑکی سے ان کی کیا مراد ہے۔ اتنے بڑے بڑے معاملات ایک بچے کی معرفت ملے پاتے ہیں وہ بچہ طلب کردہ روح کو خود کھانے کے اجازت سن کر حاضریں سن کر مانتا ہے۔ وہی مردوں کا علیہ بیان کرتا ہے اس کو سونے کے معاملے میں کتنے شبہات پیدا ہوئے؟ مجھے اور آپ کو کبھی خود بہت حاضرات ڈاکٹر فیم کو اور خود اقراری ہیں کہ بعض اوقات شلوک پیدا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ میں نے نہ کسی روح کو دیکھا نہ کسی کی آواز سنی نہ کسی خوشبو سونگھی، جب خود ڈاکٹر فیم کا عالم تذبذب ہے۔ تو میں اور آپ کیا فیصلہ کر سکتے ہیں!

بقول خود امیر جسم الامیر غزالی ایٹو دیٹ (دارالعرفان ہما دیور) لکھتے ہیں کہ

اپنے مشاہدات و تجربات اور تجربات کو بہت حد تک محفوظ کر چکا ہوں۔ جن کیفیات کا ذکر اٹھایا ہے ان کی تحصیل کس طرح بیان کروں سوچا ہوں کہ تجربے کا وہ ایہ اظہار کروں۔ بہر حال اپنی کتاب کا پہلا درجہ سن و غن نقل کر کے بھیج رہا ہوں۔ وہ جاؤں گی کہ سرودات جی۔ پمپلی رات ایک چاکلی میری آٹھ کھلی تھی۔ تو میں نے اپنے ہنسی کی راہی طرف ایک سایہ کھڑا پایا۔ وہ ہار یک نورانی تاروں سے بھرا ہوا تھا۔ میں مضطرب کر رہ گیا۔ مانوس انسانی خداوند کو اپنے سامنے دیکھ کر امیری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ کچھ عرصہ پہلے اس ہنسی کو ہر دفاک کیا گیا تھا۔ وہ سایہ

ضرور تھا مگر اس میں کوئی ان دیکھی ان جانی زندگی کا لڑا جی۔ پھر دفعتاً میری ساری قوتیں جواب دیتے گئیں۔ شاید میرے کز روح اس عجیب و غریب مشاہدہ کی تاب نہ لائی۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر آنکھیں ڈھانپ لیں۔ لیکن سایہ میرے ذہن پر نقش ہو چکا تھا۔ مجھے محسوس ہوا کہ میں بند آنکھوں سے اس سامنے کو تک رہا ہوں۔ وقت نہ گزرا لیکن آج بھی تصور کر رہا ہوں۔ تو ذہن میں وہی احساسات شدیدہ و خازہ ہو جاتے ہیں۔ شاید موت کی آخری لگتی تک میں اس روحانی تجربے کو فراموش نہ کر سکوں!

انجمن معرفت الروح

مجددِ حیدر کا شمار ایران کے درجہ اول کے ادبی و علمی جرائد میں ہوتا ہے۔ یہ رسالہ تہران (خیابان شاہ کوئے جم) سے شائع ہوتا ہے اس کے سرورق پر درود ہے "نشر یہ دانش بر دہاں" یعنی ایرانی دانشوروں کا ترجمان "مجددِ حیدر کا شمار ۲۱۰ میں سرنگر محمد مظہری نے انجمن معرفت الروح کے عنوان سے ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے۔ یہ انجمن انگلستان کی مشہور دستاویز مجلس تحقیقات نفس۔ S.P.R (سائیکالوجی فار سائیکیکل ریسرچ) کے طرز پر قائم کی گئی ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ حاضرات ادرادج کے بارے میں علمی اور سائنسی تحقیقات کی جائے۔ سرنگر محمد مظہری کو مضمون کا آغاز "مجلس" سے ہوا ہے کہ کیا ارواح سے خدا کا واسطہ لگ سکتا ہے؟ یہ سب کچھ انہی تک نے نہیں ہوا اور علمی نقطہ نظر سے ارتباط ارواح کی حقیقت ثابت کرنا قبل از وقت ہے۔ تاہم چونکہ ہر شخص ک وحیات بعد الاموات کے مسئلہ سے دلچسپی ہے۔ بنابر یہ ہم اس موضوع سے قطع نظر نہیں کر سکتے۔ مضمون نگار نے مباحثہ پر لکھا ہے کہ ہر ماسر علوم (حاضرات ادرادج) کو غیرہ کا مطالعہ عام لوگوں کے لئے پریشانی اور پس ماندگی کا سبب بن سکتا ہے۔ اور نام نہاد روحانیت کے پردے میں لوگ جن کی (عالمی بکات) کمال گیر، کیا گر، راقال، ساحر، شماس اور فطی دان بن کر عوام کو غیب افشانی دیتے ہیں۔ میں نے خالق العبادات (پراسر علوم) کی تحقیقات میں کافی وقت صرف کیا۔ لیکن ۱۳۳۵ء میں یہ تجربات موقوف کر دیے۔ کیونکہ روحانی تجربات کیلئے جس

مرچو

الہامی اور علمی میرے والدین پر

روحانی استعداد اور طہارت نفس کی ضرورت تھی۔ میں اس سے محروم تھا۔ بہر حال ان تجربات سے مجھے جو دولت نصیب ہوئی ہے۔ وہ ذات پاک احدیت پر یقین کامل! خدمتِ خلق کا جذبہ اور حقوقِ العباد کی ادراک کی آرزو اور تقاضا ہے۔ (اسلامی شخص میں قیامِ تہران کے دوران میرا عقائد دوست محمد معیری سے ہوا۔ اور انہیں کی معرفت انجمن معرفتِ ارواح سے شناسائی ہوئی۔ اس انجمن کے چلنے پھرنے میں وہ پارمنزل و حیدر الدولہ۔ سعد میں مشفق ہوتے تھے۔ وحید الدولہ سعد کے صاحبزادے آقا حسن سعد دولہ نے اس سلسلہ میں کافی پیش رفت، ترقی کی تھی اور وہی ان مجلسوں کے مدیر اور سرپرست بھی تھے۔ ایک نوجوان و شیرازہ میزمین یا "وسید" کے فرائض انجام دیتی تھی۔ ان مجلس کی بنیادی شرط یہ ہے کہ شرکاء مجلس کو ہم مذاق، ہم لہجہ اور ہم خیال ہونا چاہئے۔ یہ مجلس خاموشی و پرسکون جگہ پر کی جاتی ہیں۔ بہتر ہے کہ کمرۂ محاضرات میں خوشبو نہیں اور نجرات (لوہان)۔ حود و غیرہ) چلائے جائیں تاکہ کمرہ مکالمے میں مٹری، رقطنہ آواز ہیں کہ محاضرات کی مجلس کا آغاز ہوتا ہے۔ آواز ہوتی ہے کہ میں سکوت چھا جاتا ہے۔ پھر آواز کے وحید الدولہ پر ہی کیسکی سے وعلیف متا جات یا دعا پڑھتے۔ یہ ایک کسی ادارے کے غیر میزمین (کہ آک نو جوان نازی تھی) کا داہنہ ہاتھ حرکت میں آ جاتا۔ میزمین کے سامنے سادہ کاغذ رکھے ہوتے۔ اور وہ بے اختیار کاغذ پر کلمات شروع کرتی۔ اس کی بارے میں (جو وسیع معمول میں آتا ہے) کے فرائض انجام دیتی تھی) ہے تاہم ضروری ہے کہ اس کی حد بہت معمول کے معنوں میں حفاظت میں "خاتمِ یوم" کے تعینات ٹیبل کی بلاتر از دورہ ابتدائی بودہ ۱۵ یا ۱۶ برسہ دوائے طبی کئے اور فلسفیانہ مصداقیں تحریر کر کے حاصلِ حیران رہ جاتی۔ میں نے چند سال تک مجلس محاضراتِ ارواح میں شرکت کی اور یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میزمین معمول سے جو اسوات کئے جاتے تھے۔ ان کا جواب کوئی اعلیٰ تر ذہن یا ترقی یافتہ روح ہی دے سکتی تھی۔ ان مجلس میں مرحوم وحید الدولہ کی دختر (جو ابام زادہ مہر آبادی کی دوکا کے اندر اپنے قبرستان میں دفن ہیں۔ اور جن کی وفات زہر خوردی سے ہوئی تھی) کی روح میزمین کے ذریعہ حاضرین کے سناووں کے جواب گھسیاتی تھی۔ اس طریقہ کو کچر پر خودکار یا آٹوچیک رائج کیا گئے ہیں۔ ہوتا ہے کہ روحانی معمول (میزمین) اپنی

پوری توجہ کسی ایک نقطہ یا مرکز پر مرکوز کر دیتا ہے۔ رفتہ رفتہ اپنا داہنہ ہاتھ سر دلوں سے جان ہونے لگتا ہے۔ جیسے اس میں کوئی شے داہنے وقت سرایت کر گئی ہے۔ معمول کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے اور قلم خود بخود کاغذ پر چلنے لگتا ہے۔ تصور کیا جاتا ہے کہ معمول کے ہاتھ عالمِ ارواح کی کوئی اعلیٰ مخلوق حسبِ مطلب و مراد استعمال کر رہی ہے۔ اور جو کچھ لکھا جا رہا ہے اس کا سرچشمہ معمول کا ذہن نہیں۔ وہ روحانی ذہن ہے۔ جو معمول ہاتھ یا اعصاب پر مسلط ہو گیا ہے۔ از خود کوئی (آٹوچیک رائٹنگ) کے حامل میں معمول پر غور ہو ہی بخاری ہو جاتی ہے۔ کہ سعدی، حافظہ اور خیام۔ کی ارواح مہار کے رابطہ پیدا کر لیا جائے۔ محاضراتِ ارواح کی مجلس میں بھی ان بزرگوں کی ارواح مقدس بطور مانی ہیں مگر بزرگ سعدی کی روح پاک سے جب بھی سوال کیا جاتا ہے وہ اعلیٰ مجلس کو نصیحت کرتی۔ کہ کز دلوں کی مدد اور عاجزوں پر رحم کریں۔ اور دوسروں کے حقوق کا پاس لحاظ رکھیں۔ یہی مجلس سعدی بذلتِ رجا کی روح لطیفہ بھی تھی ہے۔ جن لوگوں کو محاضراتِ ارواح کی مجلس میں شرکت کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ بخوبی جانتے ہیں کہ ہم واقعی شیخ بزرگ سعدی کی روح سے مخاطب ہیں۔ بخوبی جانتے ہیں کہ اس کو شریعہ میں ان مجلس میں مدد ملت کرتی ہیں۔ اور اپنے لفظ مسلط نام بتا دیتی ہیں۔ چنانچہ یہ جانتے کے لئے کہ شیخ بزرگ سعدی ہی کی روح سے مخاطب ہیں۔ یہ کیا حالت کہ کلیاتِ معنوی کی کسی ایک غزل کا مصرع یا دعا جاتا اور اس کی جالی کمر اس کا دوسرا مصرع تصور کیا جائے۔ مصرع بار بار دہراؤ کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ شرکاء مجلس اس نتیجہ پر پہنچیں کہ واقعی میزمین کے ذریعہ سوال و جواب کرنے والی روح شیخ بزرگ سعدی ہی کی ہے۔ کوئی آوارہ گرد روح نہیں جو ذرا نہ کمرۂ محاضرات میں گھس آئی ہے۔ یہ پھر میری ہے کہ سعدی کی کلیات اور کلام اس وسیلہ کی جتنی سطح سے کہیں بلند ہے جو معنوی ہے۔ اپنا بیان ان الفاظ پر ختم کیا ہے کہ بہر حال اچھ مسلم است۔ تمکارا میں قبیل اقامات در عرض چند سال کو یک ترین تر دے برائے صحت اسکان اربط باہ ارواح برائے باقی کھدا است۔ است یعنی یہ طے ہے کہ چار سال کی مدت میں ان اقامات کی تمکارا کے بعد میں ذرا بھی شبہ باقی نہیں رہا کہ دلوں سے رابطہ ممکن ہے۔ محاضراتِ ارواح کی مجلس میں خود کا کچر کے ذریعہ حیات بعد اسمات کے بارے میں جو

معلومات حاصل ہوئی ہیں سر لکھنچھ متھری پانڈت (دینا نڈ) نے ان کا خلاصہ اس طرح کیا ہے کہ:

مسئل ترقی پذیر

روح جسم خاکی سے جدا ہوجانے کے بعد مسئل ترقی پذیر رہتی ہے۔ البتہ اس عالم کی مفصل کلیات کا اندازہ ممکن نہیں۔ اوراق کے درمیان صرف قوت ارادہ کا فرق ہے اور اعظم اور قوی ارادہ رکھنے والی رو میں درجہ اعلیٰ پر فائز ہوتی ہیں۔ اور کمزور ارادہ رکھنے والی رو میں ذہن سے بندہ کر دیا جاتی ہیں۔ انہیں آوارہ گرد اوراق کہا جاتا ہے۔ یہ سب رو میں ہیں جب انسانوں بلکہ حیوانوں تک کے لئے ماصدقہ آزار دہنی ہیں۔ اس سبب زندگی کے اکثر واقعات انہی بد نصیب روحوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ سر لکھنچھ متھری (دینا نڈ) لکھتے ہیں کہ ۳۰ درجہ صحرانہ ۳۳۳۳ اشوی کو حکیم مہر خیاں کی روح سے حسب ذیل سوالات و جوابات ہوئے۔ انہوں نے خود کار تحریر کے ذریعہ لکھوایا کہ ہر اوقات (سنگ و دھشت) میں روح کا وجود بہت نہیں۔ نباتات (سبز و درخت) میں اچھا می روح (گروپ سول) پائی جاتی ہے البتہ حیوانات کے ہر گروہ کی روح (گروہی روح) مستقل ہوتی ہے۔ اصل الفاظ مصنف کے یہ ہیں کہ وہ انواع مختلف حیوان دارانے ہر ایک دستہ میں مستند ہے۔ پانڈت جیہ ارواں کی گروہی روح ترقی کرتی اور افراد سے الگ کر لیتی ہے۔ اس شخص کو انواع اور گروہوں کے اعتبار سے ان کی تعلیم کا کام اقسام (سبز یاں) اچھا نڈیاں لکھاں کا سنانے درست) کی روح ایک ہے۔ یعنی اچھا می یعنی نباتات سب ایک ہی روح ہے۔ حکیم کا منظر کامل ہیں۔ جسے ہم روح نباتاتی کہہ سکتے ہیں۔ حیوانات کے ہر گروہ مثلاً کھیلوں کے بچتے۔ سانپوں کے گروہ۔ گچھیلوں کے دستے۔ لیچھروں کے گروہ غرض جانداروں کی تمام قسمیں خواہ وہ دیکھنے والے ہوں۔ اڑنے والے ہوں۔ پانی میں تیرنے والے ہوں۔ کی ایک مستقل روح ہوتی ہے۔ جسے گروہی روح کہا جاتا ہے۔ یعنی ہر گروہ (قسم، وضع، محل، صورت اور جنس) کے حیوانوں کے جسموں میں ایک روح ہوتی ہے۔ البتہ ہر حیوان کی جبلت کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس گروہی روح کا انفرادی روح کے درجے تک پہنچا دے۔ چنانچہ روح نباتاتی ترقی کرتے

کرتے رہتے رہتے انفرادی روحوں کا درجہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہے۔ مجددیم کے انسانوں میں اب تک گروہی روح کے کار پائے جاتے ہیں۔ لیکن ترقی یافتہ انسان کے جسم میں اسکی انفرادی، شخصی اور ذاتی روح ہوتی ہے۔ البتہ بعض مواقع پر ترقی یافتہ انسانی ہمتیں بھی گروہی روح کے زیر اثر کام کرنے لگتی ہیں۔ ایک مہر خیاں رحمت اللہ علیہ نے روح نباتاتی، روح حیوانی اور انسانی روح کے بارے میں جو بحثیات کئے ہیں۔ اس سے اچھا می لاشعور کے مسئلے کی طرف بھی اشارہ ہوتا ہے۔ کارل ٹیک (مشہور نفسیات دان) کا بیان ہے۔ کہ انسان کے ذہنی لاشعور کا سرچشمہ اجتماعی لاشعور ہے۔ اور قوموں کا اجتماعی لاشعور ان لوہام و جذبات و تاثرات اور تصورات سے مرکب ہے۔ جو انہیں لاکھوں سال کے تجربات زندگی کے نتیجہ میں حاصل ہوئے ہیں۔ مہر خیاں کی ان وضاحتوں کو دیکھتے کیلئے ۱۳۳۳ اشوی کو پھر ان کی روح مقدس و مبارک سے سوال کئے گئے۔ حکیم مہر خیاں نے اس مجلس میں تالی کا قدرت کا منسوب تخلیق و ارتقا ہے حد وسیع اور عجیبہ ہے۔ مثلاً نوع انسانی نے بدایت (تخلیق زندگی) سے ابتداء کی۔ اور وہ آہستہ آہستہ حیوانات سے انسانیت کی طرف سفر کر رہا ہے۔ یعنی دھشت سے شریعت۔ انقطاع سے ارتقا اور زوال سے کمال کی سمت میں۔ لیکن ترقی کا یہ منصوبہ ہر ارض تک محدود نہیں۔ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ زمین پر حیات تکثیف ہر قسم میں پائی جاتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ حیات لطیف سے لطیف تر ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس عالم تک وسیع و عظیم اور بہت سی دنیاں ہیں۔ ہر ایک میں اپنے اپنے مخلوق (مشہور ہیں) انسانی روح اس جسم خاکی کی پوشاک اہلکار جسم نورانی کا لباس اوڈھ لیتی ہے روح سواری (مرکب) سے لطیف تر اور قوی تر ہوتی ہے۔ ہمارا یہ ظاہری جسم بھی خاک میں مل جائے گا دوسرے عالم میں روح کو لطیف تر جسم حاصل ہوگا۔ اسی طرح روح کی ترقی کے ساتھ جسم کی نویں یعنی اسکی لطافت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ یا ایک نچلے اندر دم نچلے آئے شرم!

سیاروں کی مخلوق

اس سوال کا کہ کیا مختلف دنیاؤں اور سیاروں میں زندگی کا وجود پایا جاتا ہے۔ مہر خیاں نے

انہما میں جراب دیا۔ اور یہاں تک کہ اگر خود سورج تک میں لطیف نورانی حقوق آپادے۔ اور وہ پورے نظام شمسی کو چلاتی ہے۔ ۳۰ اوردی مہلت ۱۳۳۴ شمسی کو پھر معاشرت ادبیات کی مجلس منعقد ہوئی۔ اس مجلس میں سرخیاں سے سوال کیا گیا۔ کہ ارزاہ کرم یہ بتائیے کہ زمین پر زندگی بسر کرتے ہوئے آپ کے انداز فکر میں کیا کیا تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں۔ اس سوال کے جواب میں اس حکیم فرزاد نے میزیم کے ذریعہ لکھوایا کہ میری طرف بھٹی رہا میں منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ دوسری سب میری نہیں ہیں البتہ جبرہاں میری ہیں ان سے میرے بدلے ہوئے انداز فکر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ شروع شروع میں اس عہد کے مزاج اور مذاق کے مطابق قصیدہ نگاری تھا۔ اور ان تمام ادباء پر عقیدہ رکھتا تھا۔ جو وہاں اناس نے تراش رکھے ہیں۔ لیکن جب میں نے ریاضیات اور نجوم کا مطالعہ اور مختلف مذاہب اور مذاک کا باہمی مقابلہ کیا تو مذہب سے بی بیزار ہو گیا۔ اس زمانہ کی مختلف رہائیوں میں لاندھی کے خیالات کی فراوانی ہے اور حشر و شقاق اڑا لیا گیا اس زمانہ میں میرا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مری جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر اچھے شخص کو کیا تھا۔ لیکن جوں جوں عالم فطرت کے متعلق میرے مطالعہ میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ ایک عظیم و عجب نظام ہے۔ جو آسمانی یا قاعدہ اور بائبل پر ہے۔ جسے جگہ کی اور کھراؤ صرف انسانی معاشرے میں پایا جاتا ہے۔ اس کے بعد میں نے قلمی محنت اور اس بات کا مطالعہ شروع کیا تو اس نتیجہ تک پہنچا کہ عالم کتاب ہے اور درس خراب!

نشان چھپائی ۱۹۷۱ء سے
دلی چ ۱۹۷۲ء آرم خاکی ظہم
کتاب پڑھنے اور مطالعہ کرنے
قانون نیلی د چارنگ دوسے

میچ آف دی ورلڈ

میرے مرحوم چچا جان کے کوئی اولاد نہ تھی۔ بہت قلمی پرہیزگار اور عابد و زاہد بزرگ تھے۔ وہ چودہ شریف ضلع کیسبل پور ہیں جن ہیں۔ میرے بھائی م۔ الف وہی لکچرار ہیں۔ ایک دفعہ شام کو مسجد میں گئے تو وہ سنان دہی کی آواز دہا کر دیکھا تو دم بخود ہو گئے۔ دیکھا کہ چچا جان مرحوم مسجد

میں بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے۔ انہیں خیال آیا کہ یہ قنوت ہو چکے ہیں یہ قرآن پڑھ رہا ہے انہوں نے بھائی چچا جان پر کانگوں میں سکت نہ تھی۔ میں کھڑے تھے۔ اسے میں چچا جان مرحوم انہیں اشارے سے پاس بلا دیا۔ جب وہ قریب آئے تو ان کے سر پر دست شفقت پھیلا کر اسے اور نظر سے اوچل ہو گئے۔ یہ سن کر میں نے ایک خط (موری مارا کوئی دینے) کا اقتباس ہے۔ مکتوب نگار کا تعلق ایک مشہور خانوادہ شیعہ دورہ حاکمیت سے ہے۔ مولانا محمد یوسف بدوئی (جن کے نام نام سے نندھاؤں کو منسوب کر کے بخوری ٹاؤن کا خطاب دیا گیا ہے) آپ کے قریب ترین عزیز تھے۔ اب اس سن کر میں نے اس بیان کے روشنی میں مشہور عالم خبر رساں انجمنی رائلز کی نشر کردہ رپورٹ پڑھی۔ یہ رپورٹ اس کا نظرس کے متعلق ہے۔ جو آسٹریا کے مشہور شہر Innsberuck میں منعقد ہوئی تھی۔ یہ شہر برف پر بھٹنے کے مقابلوں کے لئے عالمی شہرت رکھتا ہے۔ آسٹریا میں دنیا بھر کے ایک ہزار چوٹی کے سائنسدان، علماء نفسیات، ذاکر اور دینی رجحان، حیات بعد الموت کے خصوصی موضوعات کا کونفرس کے عالم میں انسانی ذہن جن مناظر سے یکا یک دوچار ہوتا ہے۔ ان کی اصلیت و حقیقت کیا ہے ظاہری موت کے بعد جن لوگوں کو کبھی ایسا وہ زندہ کر لیا گیا تھا ذاکر و سننے والے کے کیا بات کہتے ہیں یہ سمجھ کر آیا ہے۔ ان سب کے مطالعات میں عجرت انگیز مشابہت پائی جاتی ہے۔ ان سب کو مرنے کے بعد (حالانکہ موت کا وقت بہت مختلف ہے) یکساں تجربات سے گزرنا پڑا۔ آسٹریا کے کونفرس کے بعد اس کے ترجمان نے اعلان کیا کہ ان حقیقتات کے نتیجہ میں بہت سے سائنسدانوں اور علماء نفسیات کو یقین ہو گیا ہے کہ زندگی کا خاتمہ قبر پر نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے بعد بھی حیات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

موت ایک زندگی کا وقفہ ہے
یعنی آسمانی جہنم سے ہم نگر

ممتاز عالم نفسیات ایچ۔ جی۔ برن نے اعتراف کیا ہے کہ کونفرس کے بعض شرکاء ان حقیقتات سے مطمئن نہیں۔ ان سب تک موت کے بعد زندگی کا تصور دیکھنا نظر آتا ہے۔ البتہ سائنسدانوں کی

اکثریت زندگی بعد از مرگ کے امکان کا تسلیم کرنے لگی ہے۔ ڈاکٹر کاکس اس مسئلے میں اس قسم کے ایک ہزار معادلات کی چھان بین میں کہا سلاستی ہوئے ہیں ہم جنہیں لینے آئے ہیں بعض میں سائنس نے جان کیا کہ انہوں نے اس عالم میں خود حضرت عیسیٰ کی زیارت کی۔ ڈاکٹر اورمز۔ امریکن سوسائٹی فار سائنٹیفک ریسرچ کے سربراہ ہیں۔ ان تمام حقیقت کی نگرانی کے فرائض انہوں نے اٹھایا دیتے ہیں۔ اس کا نظریہ ایک مندرجہ۔ جان کو کوئی نہ تباہ کئے یاد ہے کہ میں اپنے جسم سے باہر نکل گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ڈاکٹر میری جان بچانے یعنی دوبارہ زندہ کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ جب مجھے اندازہ ہوا میں جسمانی طور پر مردہ مگر حیثیتاً زندہ ہوں۔ تو مجھ پر وہ دور لافانی مسرت کی کیفیت طاری ہو گئی۔ لیکن جو جی ڈاکٹر کی کوشش سے مجھے اپنے جسم خاکی میں واپس آنا پڑا تو بے حد تکلیف اور دردمن ہوں۔ ڈاکٹر ریخ کا بیان ہے۔ کہ انسبرک کے اس اجتماع میں ایک ہزار اہل علم اور طب و نفسیات کے محقق جمع ہوئے تھے۔ اکثریت کو اس حقیقت کی یقین سے اتفاق تھا۔ البتہ بعض نے سرے کی آغوش والوں کے بیانات کو مسترد کر دیا اور مطالبہ کیا کہ حیات بعد از موت کے ثبوت کے لئے زیادہ مستحکم دلائل اور ناقابل تردید شہادتیں پیش کی جائیں۔ مگر یہ ممکن نہیں ڈاکٹر ریخ کہتے ہیں کہ روحانیت تو روحانیت ہمیں طبیعت میں بھی ان چیزوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ جو آئینہ یا آکاٹ سے نظر نہیں آتیں بلکہ (مثلاً) ایکس ران کا بہتر پارے البتہ تحقیقی اور سر پر موطا ہوا ہے۔ لیکن ان کے جواب کی تصدیق کرنا پڑتی ہے۔ چھ سائنسدانوں نے ان واقعات کی تو جیسا طرح کی ہے۔ یہ لوگ وہ ہیں۔ جن پر موت کی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ اور ڈاکٹر ان کے ان ہی نفسی موت کی تصدیق کر دی تھی۔ مگر بعد کو ان کے تین مردہ میں جان پڑ گئی۔ سوال یہ کیا گیا ہے کہ موت کی حالت طاری ہونے کے بعد انہوں نے کیا دیکھا اور کیا محسوس کیا؟ سب کا بیان یہ تھا۔ کہ موت کے بعد انہوں نے نہایت مطلق کی دنگواں اور فرحت انگیز کیفیت محسوس کی۔ اس عالم میں اپنے مرحوم عزیزوں سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ ہم کبھی ہمارے لئے سچا ہواں کے مڑے اور پشاور بڑوں کے وعدے لائے ہیں۔ اس اجتماع میں سیکرٹری لینڈ کے ایک ماہر تعمیرات نے اپنے تجربات بیان کئے۔ یہ صاحب سڑک کے

ایک حادثے کا شکار ہو گئے تھے۔ اور ان کی موت کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ زندگی باقی تھی بنے گئے۔ ان صاحب نے اعتراض کیا کہ قید جسم سے آزاد ہو جانے کے بعد۔ انہوں نے جب روحانی بنیاد محسوس کی۔ بعض نفسیات دانوں کا بیان ہے۔ کہ نزع میں مختلف افراد کو جو مناظر نظر آتے ہیں۔ وہ درحقیقت ان کے ذہنی حلقہ اور سماجی روایات کا عکس ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بعد وستان اور امریکہ کے ان افراد سے انٹرویو لے گئے۔ جو مر کر ہی اٹھے تھے یہ لوگ مختلف الحلقہ اور معاشرے سے تعلق رکھتے تھے۔ تاہم حیرت یہ ہے کہ سب نے (ظاہری موت کے بعد) ایک ہی چند اہم روشنی دیکھی اور اپنے کسرت جاودانی کے سمندر میں غرق پایا۔ بہت سے مرنے والوں نے اپنے مرحوم رشتہ داروں سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر ان کا بیان ہے کہ نزع میں بیکار جو نشہ آور دوا نہیں دی جاتی بلکہ مارچن ان کے سبب یہ صورتحال پیش آتی ہے۔ کچھ ڈاکٹر ان کی راسخ ہے کہ چاگنی کے مرطے میں داغ آ سکتی ہے خالی ہو جاتا ہے اور یہ بات کائناتِ فکر دیتے ہیں۔ انسبرک کا نظریہ اس آئینہ آف دی ورلڈ آرگنائزیشن "کے تحت منصف ہوئی تھی۔ کاغذ کے مباحث کا پھر یہ ہے کہ زندگی بعد از موت کا موضوع مزید تحقیق کا مستحق اور اہم ہے۔ اور اب صرف اتنی بات رہ گئی ہے کہ اس غیر معمولی نفسیاتی مظہر (حیات بعد از موت) کی سائنسی تصدیق کے لیے کیا فراہم کیا جائے۔ یہ ہے جو اب اور امریکہ کے جدید سائنسدانوں اور علمائے نفسیات کی حقیقت اور نظریات کا خلاصہ۔

میں شہلا ہزار داری ایم۔ اے۔ سی (جامع آباد کے کسی کالج سے) لکھتی ہیں کہ

انسبرک کا نظریہ کے بارے میں جو کچھ لکھ رہا ہے (اس سلسلے میں تیز دیک اور ناظم نے بہت کچھ لکھا ہے۔) میں اس تجزیہ نفسیات کی روشنی میں کرنا چاہتے۔ نفسیات کی ایک طاہر حیثیت سے میرا خیال یہ ہے کہ نزع کے عالم میں جن مشاہدات اور مظاہروں سے سائنس پڑتا ہے۔ یعنی نام نہاد موت کی ہیروئن میں جو کچھ دیکھا اور سنا جاتا ہے۔ وہ سب کے سب ہمارے لاشعور کی صدائے بازگشت ہوتی ہے۔ اور کچھ نہیں موت کا لائق شہنہ ہی دل و دماغ میں مل جاتی ہی جاتی ہے اور وہ تمام کہانیاں یاد آ جاتی ہیں۔ جو ہم نے گہوارہ عقلی میں بنائیں اور ادیبوں سے سنی

تھیں۔ ملک الموت کا نمودار ہونا چھڑے ہوئے عزیزوں کا نگارہ جنت کی بشارت۔ جن بزرگوں سے ہماری مذہبی عقیدتیں وابستہ ہیں۔ ان کا مردے کی تسکین کے لئے تشریف لانا وغیرہ وغیرہ جو لوگ موت کے پہلے میں گرفتار ہونے کے بعد مصروفِ نفس (آکسیجن) بننے پر بائیں یا دوسرے میل بیکل ذرائع سے بچا لے گئے۔ انہوں نے جو کچھ دیکھا یا سنا وہ سب ان کے لاشعور کا ڈرامہ تھا اور بس۔

جناب ارشد الرحمن (اسکولر انچارج A-B / 149 علامہ اقبال روڈ ای سی ایچ ایس) لکھتے ہیں کہ جو لوگ موت کے منہ سے نکل کر آتے ہیں ان کے تجربات بہت زیادہ وسیعہ اور قابلِ غور ہیں۔ درحقیقت نزع کی حالت میں دماغ کے اندر کاربن ڈائی آکسائیڈ (آکسیجن کی کمی کے سبب) استقرارت ہو جاتی ہے۔ کڑاوی کی شکل سلیم مظلوم اور شعور معطل ہو جاتا ہے اور اس کا کل شعور کسی میں اسے جو کچھ نظر آتا ہے۔ وہ سب کچھ اس کے اندر کے تصورات، تاثرات، تصورات اور تجربات کی شکل میں (بصورتِ خام مواد موجود ہوتا ہے) ذاتی طور پر میرا خیال ہے۔ کہ عالمِ احشاء (جب دم نکل رہا ہو) میں نظر آئے والی چیزیں کوئی حقیقت نہیں، رکتیں سوائے فنا پندہ انسانی واہوں کے! آپ کا مضمون بڑا دلچسپ ہے۔ آپ کی کہیں پڑا اور انسانی دماغ میں کس قدر مطابقت اور مشابہت پائی جاتی ہے۔ کس اور انسانی دماغ میں کس قدر مطابقت اور مشابہت پائی جاتی ہے۔ کچھ بزرگ ایک برقی اور ترکیب دیتی ہے اور کونسا کوانٹائی یا درج (درجہ) کو انسانی کوانٹائی سمجھیں۔ میرے پاس ایک جھوسا Electro-Nic Calculator ہے۔ ایک دن میں نے اپنے استعمال کے لئے کیلکولیٹر کا کوئی معلوم ہوا اس کی بیٹری ڈال دی ہے اور اس کے روشن ہونے سے بہت دھکم چٹک رہے ہیں۔ بہر حال میں نے اس کو دیکھا ضرب تقسیم کے لئے استعمال کیا، جوابات درست آئے۔ پھر کیلکولیٹر بالکل بچھ گیا۔ ٹاپیک پھر کیلکولیٹر میں چٹک پیدا ہوئی۔ اور مشابہت ۲۵۱۹۰۳۳ کی بجائے..... صفر ظاہر ہوئے اور اس کے بعد کیلکولیٹر بالکل بچھ گیا۔ خیال رہے کہ یہ جو آخری ہندسہ نظر آئے تھے ان کی کوئی Key نہیں دہرائی گئی تھی۔ بلکہ یہ ہندسہ خود بخود ابھر آئے تھے۔ گو کیا برقی محاسب Calculator طبعی موت سے دوچار ہو گیا

تھا۔ (برقی روح منقطع ہو چکی تھی)۔ تاہم کیلکولیٹر کی موت کے بعد یہ کرشمہ نظر آتا ہے کیا کہیں گے؟ یقیناً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ جب برقی محاسب کی جسمانی موت واقع ہو چکی تھی۔ یعنی برقی رسیدِ رسانی (سپائی) ترک ہو چکی تھی۔ تو جاتے جاتے ایک یا ایک دفعہ روشن ہو کر بغیر کسی سبب کے ایسی اوت پٹا تک محدودی عبارت کیوں ابھری؟ جبکہ کوئی Key دفعہ نہ دہرائی گئی تھی۔ پھر اسکے سائنسی توجیہ کیا ہوگی۔ آپ غور تو کریں۔ کہ اس واقعے سے کس قدر مطابقت ہے۔ نزع میں انسان تجربات و مشاہدات کو؟ چند یہ چلا کہ نزع میں انسانی جو کچھ دیکھا اور سنا ہے۔ وہ غیر حقیقی ہوتا ہے۔ یہ سب کیا ہے گزرے ہوئے تجربات کی پرچھائیاں۔ یا انسانی تخلیق کی ایک بے معنی پرداز۔ یا بچھے ہوئے انسانی دماغ کی عارضی جھلک۔ یہ رہے کچھ صاحب اس بارے میں میرا خیال!

☆ ☆ ☆

امین

Hazraat-e- Arwah



Written by :
Rais Amrohvi

مصنف کی دیگر کتابیں

1 - ہنریات 2 - جہانگیر

3 - مظاہر نفس 4 - ہفت نقش دینی پر 5 - جہانگیر کا عالم
6 - مظاہر نفس 7 - عالم برزخ

8 - لے سانس بھی آہستہ 9 - نفسیات و مابعد نفسیات

10 - توجہات 11 - عالم ارواح

12 - مراقبہ 13 - قطعات



WELCOME BOOK PORT

Main Urdu Bazaar, Karachi Pakistan

Tel: (92-21) 32633151, 32639581 Fax: (92-21) 32634066

Email: welBooks@hotmail.com

Website: www.welbooks.com

ISBN: 978-996-506-659-9